جمہوریہ یوگوسلاویہ

اور

مارشل ٹیٹو

از

میکائیل پیدیف

مترجم

اسرار احمد آزاد

ناشر

مکتبہ برہان جامع مسجد دہلی

قیمت عہ/

۱۳۶۶ھ

۱۹۴۶ء

فہرست مضامین

مارشل ٹیٹو

تعارف

یوگوسلاویہ جزیرہ نمائے بلقان کی ایک ایسی ریاست ہے جو پہلی عالمگیر جنگ کے بعد ریاست ہائے سربیا اور مانٹی نیگرو نیز ہنگری کے صوبہ جات کروشیا، بوسنیا، دلماتیا اور وائیوودینا کو شامل کر کے قائم کی گئی تھی یوگوسلاویہ کا رقبہ تقریباً پچانوے ہزار مربع میل ہے اور وہاں ایک کروڑ چالیس لاکھ کے قریب افراد آباد ہیں جنمیں سرب، کروٹ، ہنگیرین، جرمن اور البانوی اقوام کے علاوہ دوسری چھوٹی چھوٹی قومیں بھی شامل ہیں حتیٰ کہ بوسنیا کے علاقہ میں پندرہ لاکھ مسلمان بھی آباد ہیں۔

جیسا کہ اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوگا اس ریاست کے قیام کے پہلے ہی دن سے اس کی زمام حکومت ان سرب رہنماؤں کے ہاتھوں میں رہی جو دوسری سلاو اقوام کو محکوم رکھنے کے خواہشمند تھے حتیٰ کہ رفتہ رفتہ اس ریاست کا نظام حکومت کم و بیش فاشی بنکر رہ گیا۔

پانچ اپریل سنہ ۱۹۴۱ء کو ہٹلر کی فوجوں نے اس ملک پر حملہ کیا اور ناروے کی طرح اس ملک کے غداروں کی امداد و اعانت کی بدولت ایک ہی ہفتہ میں تمام یوگوسلاویہ پر قبضہ کر لیا۔ ان غداروں میں نیدیچ اور ماویچ کے نام خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔

یوگوسلاوی فوج کے بہت سے افراد کام آئے، کچھ گرفتار ہو گئے اور باقی ماندہ فوج نے دشمن کی اطاعت قبول کر لی۔ جنرل سمووچ کی قیادت میں قائم شدہ حکومت لندن منتقل ہو گئی اور حکومت کے جو مرکزی اور مقامی شعبے اور ادارے ملک کے اندر باقی رہ گئے تھے انہوں نے دشمن کے ساتھ اشتراک عمل شروع کر دیا۔

یوگوسلاویہ ایک چھوٹا سا ملک ہے اور جرمنوں کے حملہ سے پہلے وہاں کی حکومت کے طرز عمل کی بدولت اس ملک کی مختلف قوموں اور سیاسی جماعتوں کے مابین کوئی قابل ذکر اتحاد واتفاق رائے بھی موجود نہیں تھا لیکن چند ہی روز کے بعد دنیا یہ سن کر متحیر ہونے لگی کہ یوگوسلاویہ میں جرمن، اطالوی اور غدار یوگوسلاوی افواج کو شدید ترین مشکلات اور مزاحمتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

حملہ آور فوج اور اس کے معاونین کو یوگوسلاویہ میں جو کچھ پیش آ رہا تھا شروع شروع میں اس ملک کی جلاوطن حکومت اسے اپنے ایک افسر کرنل دراژا میہائیلووچ کی (جسے بعد میں وزیر جنگ مقرر کر دیا گیا تھا) مخالف فاشیت اور وطن پرورانہ سرگرمیوں کا نتیجہ قرار دے کر دنیا کو یہ یقین دلانے کی کوشش کرتی رہی کہ درحقیقت یوگوسلاویہ پر قابض غیر ملکی افواج کا مقابلہ جلاوطن یوگوسلاوی حکومت ہی کے اشاروں پر کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس تھی اور اس حکومت کا وہ وزیر جنگ جسے وطن پروری کے نقطۂ نظر سے ایک مقدس اور قابل

احترام شخصیت ثابت کرنے کی جدوجہد کی جارہی تھی، وطن فروشی، غداری اور اپنے عزیز وطن کو غلام بنانے والوں کے ساتھ اشتراک عمل ایسے جرائم کے ارتکاب میں مصروف تھا۔ یوگوسلاویہ کی آزادی کی جدوجہد کی یہی وہ منزل ہے جہاں ہمیں ٹیٹو فاشی اور غدار یوگوسلاوی فوجوں کے خلاف اپنی قوم کے بہترین افراد کی رہنمائی کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

پیش نظر اوراق میکائیل پدیف کی کتاب "مارشل ٹیٹو" کا ترجمہ ہیں مصنف نے سوانح نگاری کی عام روش سے علیحدہ ہو کر اس کتاب میں ٹیٹو کے حالات کو اس طرح بیان کیا ہے کہ پڑھنے والے کے سامنے اس کی زندگی کی جزوی تفصیل کی بجائے ایک ایسا خاکہ آجاتا ہے جس میں اس کی سیاسی اور عسکری سرگرمیوں کے نقوش ابھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ٹیٹو کے حالات زندگی کو اس طرح مرتب اور پیش کرنے کی دو وجوہ ہیں۔ اول یہ کہ یوگوسلاویہ ایسے پس ماندہ ملک کے ایک غریب دیہاتی آہنگر کے لڑکے کی خاندانی اور ذاتی حالات میں کوئی ایسی خصوصیت نہیں ہو سکتی تھی جس کے بیان نہ کرنے پر مصنف کو مورد الزام قرار دیا جاسکے۔ اور دوسری یہ کہ یہ کتاب انگلستان میں اس وقت شائع کی گئی تھی جب براعظم یورپ کے مختلف ملکوں میں فاشی افواج اور جمہوریت پسند عناصر کے مابین شدید کشمکش جاری تھی اور جمہوریت پسند اقوام کے وہ افراد

جو فاشی خیالات اور رجحانات رکھتے تھے حریت خواہی اور جمہوریت پسندی کے نام پر حقیقی حریت پسند عناصر کو بدنام اور کمزور کرنے کی کوششیں اور سازشیں کر رہے تھے۔ ان حالات میں اس بات کی ضرورت تھی کہ یوگوسلاویہ کی تحریک حریت خواہی کے خلاف اپنوں اور بیگانوں کی پیدا کردہ غلط فہمیوں کو دور اور دشمنوں کے دوستوں کی نفرت انگیز سازشوں کو بے نقاب کیا جائے۔ میرے خیال میں اس موقع پر اس کتاب کی اشاعت کا مقصد بھی یہی تھا لیکن جہاں تک ٹیٹو کی زندگی کا تعلق ہے اس میں وہ حالات موجود ہیں جنھیں سوانح نگاری کے اعتبار سے موجود ہونا چاہیئے۔ مختصر یہ کہ غیر ضروری اور جزوی باتوں کو چھوڑ کر مصنف نے ٹیٹو کے متعلق ان تمام امور کو بیان کر دیا ہے جو کسی شخص کی زندگی میں دوسروں کیلئے مفید، دلچسپ اور قابل تقلید ہو سکتے ہیں۔

ہسپانیہ کی خانہ جنگی کے دوران میں انٹرنیشنل بریگیڈ میں شامل ہونے والوں کے علاوہ یوگوسلاویہ پر جرمنوں کے حملہ اور قبضہ سے پہلے، یوگوسلاویہ سے باہر کسی شخص نے ٹیٹو کا نام بھی نہ سنا تھا۔ لیکن ۱۹۴۱ء کے آخر اور ۱۹۴۲ء کے آغاز میں، جب یوگوسلاوی وطن پرستوں کی جدوجہد کے سلسلہ میں مہائیلووچ کی بجائے ٹیٹو کا ذکر آنا شروع ہوا تو سیاسیات سے حقیقی دلچسپی رکھنے والا طبقہ اس کے حالات سے واقفیت حاصل کرنے کا بھی خواہشمند نظر آنے لگا۔ لیکن جہانتک مجھے علم ہے ۱۹۴۵ء

سے پہلے ہندوستان میں کوئی ایسی کتاب نہیں آئی جس سے ٹیٹو کے ماضی پر کوئی روشنی پڑسکتی۔ البتہ اس زمانہ میں بمبئی کے انگریزی روزنامہ بمبے کرانیکل" کی ہفتہ وار اشاعت اور ہندوستان کی کمیونسٹ پارٹی کے زمانۂ جنگ کے انگریزی ترجمان "پیپلز وار" میں نہایت اختصار کے ساتھ اس کے حالات ضرور شائع ہوئے تھے۔ اس کے بعد نومبر ۱۹۴۳ء میں قومی دارالاشاعت بمبئی نے انگریزی میں "یوگوسلاوی چھاپہ مار" کے عنوان سے ۸۵ صفحات کی ایک کتاب شائع کی، جس میں ٹیٹو اور میہائیلووچ کے اصولی اختلافات اور متضاد سرگرمیوں پر تو سیر حاصل بحث ضرور موجود تھی لیکن ٹیٹو کے شخصی حالات پر روشنی کی کوئی کرن تک نہ پڑتی تھی۔ حتیٰ کہ پیدلیف کی کتاب میرے سامنے آئی اور میں نے اُسے اردو میں ترجمہ کردینے کا فیصلہ کرلیا۔

میں جانتا ہوں کہ میرے ترجمہ کا یہ موضوع خشک اور تجارتی اعتبار سے غیر دلکش ہے لیکن اس علم کے باوجود میں اس قسم کی کتابوں کی اشاعت کو ضروری سمجھتا ہوں۔ جس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ عہد حاضر میں جو خواص کا نہیں بلکہ "عوام کا زمانہ" ہے اپنے ملک کی "عوامی تحریکات" کو کامیاب بنانے کے لئے دنیا کے مختلف حصوں کی ایسی ہی تحریکات، ان کے رہنماؤں اور عوام کی جدوجہد، قربانیوں اور سرفروشی کے حالات ہمارے سامنے رہیں اور ہم ضرورت کے وقت

ان سے فائدہ اٹھا سکیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جہانتک اردو زبان کی توسیع و ترقی اور اس کی افادی حیثیت میں اضافہ کا تعلق ہے یہ بات اس وقت تک ممکن نہیں ہو سکتی جب تک اس میں اچھی قسم کی علمی، ادبی اور سیاسی کتابیں بکثرت شائع نہ کی جائیں۔

اس کتاب کا ترجمہ کرتے ہوئے میں نے اول تو بعض واقعات کی تشریح کے لئے فٹ نوٹ لکھدیئے ہیں اور دوسرے بہت سی ضمنی سرخیاں قائم کر دی ہیں تاکہ یہ کتاب زیادہ سے زیادہ پر از معلومات اور دلچسپ بن سکے۔ لیکن اردو زبان میں اس کتاب کی اشاعت کا مقصد اس وقت تک پورا نہیں ہو سکتا جب تک اس میں ان حالات کو شامل نہ کر دیا جائے جو ٹیٹو اور اس کے رفقار کار کی گذشتہ طویل، صبر آزما اور دیانتدارانہ جد و جہد کے نتیجہ کے طور پر رونما ہوئے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ یوگوسلاویہ ۱۹۱۸ء سے ۱۹۴۱ء تک جب کہ اس پر جرمنی کا تسلط ہو گیا تھا) ایک آزاد ملک رہا تھا لیکن اس کی یہ آزادی حقیقی نہیں بلکہ مصنوعی آزادی تھی اور غیر ملکی سرمایہ داروں نے اسے اپنے مفاد اور مصالح کا آماجگاہ بنا رکھا تھا۔

یوگوسلاویہ کی صنعت و حرفت پر غیر ملکی سرمایہ داروں کا قبضہ تھا اور اس ملک کی معدنیات، صنعت پارچہ بافی اور دوسری صنعتوں میں غیر ملکی سرمایہ لگا ہوا تھا۔ ۱۹۴۱ء کے آغاز میں یوگوسلاویہ کا صنعتی سرمایہ ۱۴۳۵۱ ملین دینار تھا جس میں سے ۶۳۷۶ ملین دینار غیر ملکی

سرمایہ تھے۔ اسی طرح جنگ عظیم ثانی سے پہلے اس کے کوئلہ اور دیگر معدنیات کی مقدار کا علی الترتیب ۳۱ اور ۴٫۸ ۹ فیصدی غیر ملکیوں کے قبضہ میں تھا۔ چنانچہ ایک آزاد ملک کہلانے کے باوجود اس کی دولت اور صنعت کے فوائد سے خود اس کے فرزند تقریباً محروم تھے۔

زمین کا معاملہ بھی یہی تھا ۱۹۳۱ء کی یادداشتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ملک کے دو تہائی سے زیادہ باشندے ایک تہائی زمین سے کم پر قابض تھے اور بے شمار زرعی مزدور ایک انچ زمین کے مالک بھی نہ تھے اس کے برعکس کاؤنٹ وان اور سبرگ ایسے زمیندار بھی موجود تھے۔ یہ زمیندار تنہا ۷۵ ہزار ایکڑ زمین کا مالک تھا۔ ظاہر ہے کہ وان اور سبرگ ایسے لوگ یوگوسلاویہ کے غریب کسانوں کی بجائے غیر ملکی سرمایہ داروں کے ساتھ رشتۂ اتحاد استوار کرنے ہی میں اپنی عافیت محسوس کرتے تھے اور اسی لئے یوگوسلاوی ریاست کے قیام کے روز اول ہی سے وہاں قائم شدہ حکومتیں غیر ملکی سرمایہ داروں کی آلۂ کار بنی رہی تھیں۔

یوگوسلاویہ میں مختلف اقوام کا مسئلہ بھی ہمیشہ پریشانی کا موجب بنا رہتا تھا۔ ہندوستان کی طرح اس چھوٹے سے خطہ میں بھی متعدد اقوام آباد ہیں، اور وہاں کے حکمراں انہیں مشتعل کرکے ایکدوسرے کے خلاف صف بستہ رکھتے تھے۔ پھر اگرچہ وہاں قانون ساز مجلس موجود تھی لیکن جیساکہ اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوگا اس مجلس

کو جمہوری اصول کے مطابق کام کرنے کا موقع نہ دیا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ برسرِ اقتدار رجعت پسند جماعتیں، آزاد خیال نمائندوں کو اس مجلس میں شرکت کے حق سے بھی محروم کر دیا کرتی تھیں۔

یہ حالات تھے جب ہٹلر کی افواج نے یوگوسلاویہ پر حملہ کیا اور وہاں کی غیر مقبول اور کمزور حکومت شکست پانے کے بعد لندن چلی گئی۔ لیکن یوگوسلاویہ کے باشندے اس شکست سے غیر متاثر رہے۔ شکست حکومت کو نصیب ہوئی تھی اس حکومت کو جو غرض مند سرمایہ داروں، جابر امراء اور غیر ملکی اجیروں پر مشتمل تھی۔ اس حکومت کو عوام کی تائید اور حمایت حاصل نہیں تھی اس کی شکست کو عوام کی شکست نہیں کہا جا سکتا تھا۔

یوگوسلاوی حکومت کی شکست کے بعد مقدم ترین ضرورت یہ تھی کہ عوام کو ایک مرکز پر جمع کیا جائے لیکن یوگوسلاوی اقوام کے درمیان باہمی بے اعتمادی کارفرما تھی۔ اور گذشتہ تلخ تجربات کے پیشِ نظر انہیں ایک دوسرے کے قریب آتے ہوئے خوف محسوس ہوتا تھا لیکن ٹیٹو نے اپنے تجربات کی روشنی میں اپنے قول اور فعل کی یکسانیت کی قوت سے انہیں متحد اور منظم کر دیا۔

یوگوسلاویہ کے عوام چار سال تک دشمن کا مقابلہ کرتے رہے ابتدا میں یوگوسلاویہ کی مدافعت کرنے والے ان لوگوں کی تعداد بہت ہی کم تھی لیکن یہی تعداد پانچ لاکھ تک پہونچ گئی۔ اور اگرچہ جنگ کے

پورے زمانہ میں بہترین اسلحہ سے مسلح چالیس جرمن ڈویژن انہیں شکست دینے کی کوشش کرتے رہے لیکن انہیں کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ جرمنوں نے اس ملک میں سات مرتبہ زبردست پیش قدمی شروع کی لیکن انہیں ہر مرتبہ ناکامی اور نامرادی کا سامنا کرنا پڑا۔

اس جہادِ آزادی میں یوگوسلاویہ کے باشندوں کو جو عظیم نقصانات برداشت کرنے پڑے ان کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ اس چھوٹے سے ملک کے صنعتی سامان کا ۸۰ فی صدی حصہ بالکل برباد ہو گیا صنعتی کارخانے تباہ، نیز آمدورفت اور خبر رسانی کے ذرائع منقطع ہو گئے اور بستیاں ویران نظر آنے لگیں۔ ملک کی اس تباہی اور بربادی کو دیکھ کر یوگوسلاویہ کے باشندوں نے ایک فیصلہ کیا ایک تاریخی اور اہم فیصلہ۔ اور وہ فیصلہ یہ تھا کہ پرانے نظام حکومت کو زندہ نہ ہونے دینگے ہم نے فتح حاصل کی ہے اور ہم، یوگوسلاویہ کے عوام ہی اس کا پھل بھی کھائیں گے۔

چنانچہ اس فیصلہ کے ماتحت انہوں نے اپنے ملک کے لئے ایک دستورِ حکومت مرتب کیا جو ایک سو انتالیس ۱۳۹ دفعات پر مشتمل ہے۔ اس دستورِ اساسی کی دفعہ ۲ کے مطابق۔

یوگوسلاویہ کی وفاقی جمہوریت، جمہوریہ سربیا، جمہوریہ کروشیا، جمہوریہ سالونیا، جمہوریہ بوسینیا اور ہرزیگوینیا، جمہوریہ مقدونیا، جمہوریہ مانٹی نیگرو نیز جمہوریہ سربیا میں شامل خود مختار صوبہ وجودینیا

اور خود مختار علاقہ کسو میتو ہنخان پر مشتمل ہے۔

دستور کی دفعات ۱-۵۲-۵۳-۵۴-اور ۵۷ میں یوگوسلاویہ کی مختلف اقوام کی مساوات اور اتحاد کی ضمانت دی گئی ہے۔ چنانچہ دفعہ ا میں مذکور ہے کہ یوگوسلاویہ میں آباد تمام اقوام

"حقوق کے اعتبار سے مساوی ہیں (لیکن) انہوں نے حق خود ارادیت کو جس میں کامل علیحدگی کا حق بھی شامل ہے تسلیم کرتے ہوئے اپنی رضامندی سے ایک وفاقی حکومت میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا ہے"۔

اس طرح اب یوگوسلاویہ وہ پرانا یوگوسلاویہ نہیں رہا جس میں بسنے والی مختلف اقوام ایک دوسرے کی دشمن تھیں بلکہ ایک ایسا یوگوسلاویہ عالم وجود میں آیا ہے جس میں ہر قوم کے حقوق محفوظ ہیں اور نہ صرف اس قدر بلکہ جہاں کے محنت کش طبقات کے حقوق کو بھی محفوظ اور مامون کر دیا گیا ہے اور اب غلط فہمیوں، شکوک و شبہات اور اندیشوں سے بے نیاز ہو کر اس ملک کے تمام باشندے اپنے وطن کی ترقی اور خوش حالی کے لئے جد و جہد کر رہے ہیں۔

اس موقع پر میں ایک ایسے واقعہ کا ذکر کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں جسے صحیح طور پر نہ سمجھنے کے باعث مذہبی نقطۂ نظر سے یوگوسلاویہ کے موجودہ رہنماؤں کے متعلق غلط فہمیاں پیدا ہو جانے کا امکان ہے اور وہ واقعہ ہے کیتھولک چرچ کے آرچ بشپ اسٹیپنیک کی گرفتاری

اور سزا پائی۔

یوگوسلاوی کیتھولک چرچ کے رہنما آرچ بشپ اسٹپن کو ستمبر ۱۹۴۶ء کے غالباً تیسرے ہفتہ میں گرفتار کرکے اس پر جمہوریہ کروٹیا کے دارالحکومت زغراب میں مقدمہ چلایا گیا تھا۔ اس کے خلاف کروٹیا کے باشندوں کو لوٹنے کا الزام عائد کیا گیا تھا اور اس کے چرچ کی تلاشی کے دوران میں اس کے قبضہ سے لاکھوں روپیہ کی مالیت کا سامان برآمد ہوا تھا۔ اس واقعہ کے پیش نظر وٹاکن نیز امریکہ اور یورپ کے ان لوگوں نے جو مذہب کے نام پر عوام کی سیاسی بیداری کو کچلنے کے خواہش مند رہتے ہیں ٹیٹو اور یوگوسلاویہ کی حکومت کے خلاف لا مذہب ہونے کا الزام لگا کر اس کو بدنام کرنے کی انتہائی کوشش کی تھی۔ اس سلسلہ میں میں یہاں مارشل ٹیٹو ہی کے الفاظ نقل کردینا مناسب سمجھتا ہوں۔

ستمبر ۱۹۴۶ء میں بمقام پراگ ورلڈ اسٹوڈنٹس کانگریس کا اجلاس منعقد ہوا تھا جس میں آل انڈیا اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے نمائندہ کی حیثیت سے مسٹر گوتم چیٹو پادھیا بھی شریک ہوئے تھے کانگریس کا اجلاس ختم ہوجانے کے بعد انہوں نے جمہوریہ یوگوسلاویہ کا دورہ کیا تھا اور اس موقع پر انہیں مارشل ٹیٹو سے ملنے کا اتفاق بھی ہوا تھا اس ملاقات کے دوران میں جب مارشل ٹیٹو سے آرچ بشپ اسٹپن کی گرفتاری کے معاملہ پر اظہار خیال کی درخواست کی گئی تو انہوں نے کہا:۔

جمہوریہ یوگوسلاویہ کے دستور اساسی میں مذہبی آزادی

سے تحفظ کی ضمانت موجود ہے۔ لیکن جنگ کے زمانہ میں کیتھولک
پادریوں میں سے بہت سے پادریوں نے دشمن کے ساتھ
ہو کر جنگ میں حصہ لیا تھا اور آج بھی وہ تعمیر جدید کی تجاویز
کو ناکام بنانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں لیکن ہم ان تمام
پر نہیں بلکہ صرف ان لوگوں پر مقدمات چلا رہے ہیں جنکے
خلاف قتل و غارت گری اور عوام کو لوٹنے کے الزامات عائد
ہوتے ہیں۔

زغراب کے آرچ بشپ اور اس کے رفقاء کار نے
اُستاشی کی وطن دشمی کی مہم میں اس کی مدد کی تھی اور وہ عوام
کو لوٹتے رہے تھے چنانچہ زغراب کے چرچ کی تلاشی کے
دوران میں مال مسروقہ کی بہت بڑی مقدار برآمد ہوئی ہے
ہمارا عقیدہ ہے کہ قانون کی نظر میں سب کی حیثیت مساوی
ہے کوئی شخص خواہ شاہی لبادہ پہن کر جرم کا ارتکاب کرے
یا خرقۂ درویشی میں ملبوس ہو کر۔ ہم اس کے خلاف مقدمہ
ضرور چلائیں گے اور اگر اس کے خلاف جرم ثابت ہو جائیگا
تو ادنیٰ سے تکلف کے بغیر اسے سزا بھی ضرور دیں گے اس
معاملہ میں ہمیں بیرونی دنیا کے رجعت پسندوں کی دھمکیوں
کی کوئی پرواہ نہیں۔

یہ کہنا کہ یہ مقدمہ اراضی کے سلسلہ میں ان اصلاحات کے

ساتھ وابستہ ہے جو مذہب کی مخالفت پر منتج ہوں گی صریح حماقت ہے۔ حکومت نے اراضی کو اس لئے ضبط نہیں کیا کہ وہ مذہب کی بیخ کنی پر آمادہ ہے بلکہ اراضی کی پرانی تقسیم ایک سماجی ناانصافی اور بے ضابطگی تھی اور وہ عوام کے مفاد کے پیش نظر اراضی کسانوں کو دینا چاہتی تھی۔

جدید یوگوسلاویہ کو حقیقی مذہب کے ساتھ کوئی عناد نہیں اور میں اگر غلطی پر نہیں تو میرا خیال ہے کہ صحیح مذہب کے مطابق "عوام کی آواز" کو "خدا کی آواز" سمجھا جاتا ہے لیکن یہ رجعت پسند جنہیں ہم سزا دے رہے ہیں اس مقولہ کو اس طرح سمجھتے ہیں کہ "عوام کی آواز شیطان کی آواز ہے" اور اسی لئے ہم انہیں خطرناک اور قوم کے دشمن تصور کرتے ہیں۔"

یہ ہیں مذہب کے متعلق ٹیٹو کے خیالات جن کی روشنی میں اس امر کا اندازہ کر لینا کچھ مشکل نہیں کہ مذہب کے سلسلہ میں جمہوریہ یوگوسلادیہ کا نظریہ اور طرز عمل کیا ہے۔

یوگوسلاویہ میں جرمنی اور اس کے حلیفوں کی بے چارگی اور شکست، یوگوسلاوی اقوام کے درمیان مستحکم اتحاد کا قیام اور اب بلقان ہی میں نہیں بلکہ یورپ میں جمہوریہ یوگوسلاویہ کی عزت و سربلندی صرف مارشل ٹیٹو ہی کی مخلصانہ جدوجہد کے نتائج ہیں ایسے خوشگوار نتائج جن سے ہر ملک و قوم اور اس کے رہنماؤں کو سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

پیدلیف نے اپنی کتاب کے ایک باب میں مارشل ٹیٹو اور میہائیلووچ کے اختلافات پر بھی بحث کی ہے آج میہائیلوچ اس دنیا میں موجود نہیں ہے ۱۹۴۶ء میں یوگوسلاویہ کی قومی عدالت نے اس کے خلاف دشمن کی مدد کرنے اور قومی آزادی کی تحریک کو شدید نقصان پہونچانے کے الزامات ثابت ہو جانے کے بعد اسے سزائے موت دیدی تھی۔ اور بظاہر کتاب میں اس باب کی موجودگی غیر ضروری معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اول تو یہ کتاب اس زمانہ میں شائع ہوئی تھی جب ٹیٹو اور میہائیلووچ کے اختلافات یوگوسلاویہ کے دوستوں اور دشمنوں، دونوں کے لئے مرکز توجہ بنے ہوئے تھے اور اس معاملہ کو زیادہ سے زیادہ واضح اور صاف کرنے کی ضرورت تھی دوسرے اس باب کا مطالعہ آج بھی فائدہ سے خالی نہیں۔ اس کے مطالعہ سے دو ایسی شخصیتوں کی ذہنی کیفیات پر روشنی پڑتی ہے جو اپنی اپنی جگہ اپنے وطن کو دشمن کی گرفت سے آزاد کرانے کے مدعی ہیں۔ لیکن اس معاملہ میں ان کے تخیلات اور طریقہ کار بالکل مختلف اور متضاد تھے۔ اور آج جب کہ اس بحث کا خاتمہ ہو چکا ہے عوام خود اس بات کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ ان میں کس کی رائے اور طریقہ عمل صحیح اور مفید تھا اور ممالک و اقوام کے دیانتدار اور ایثار پیشہ رہنماؤں میں کس درجہ وسعت نظر اور کشادہ دلی موجود ہونی چاہیئے۔

اس موقع پر ان اختلافات کی جانب بھی اشارہ کر دینا ضروری

معلوم ہوتا ہے جو مشرقی اور وسطی یورپ کی نئی بین الاقوامی اشتراکی جماعت کومن فورم اور یوگوسلاویہ کی کمیونسٹ پارٹی کے مابین پیدا ہو گئے ہیں اور جن کے رونما ہونے کا سبب ٹیٹو کی ذات کو قرار دیا جاتا ہے۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ سیاسی رجحانات کی اعتبار سے دنیا اس وقت دو حصوں میں منقسم ہو گئی ہے۔ یا پھر مذکورہ بالا جملہ کی وضاحت اس طرح کی جا سکتی ہے کہ ایک گروہ دنیا کی موجودہ اقتصادی معاشرتی اور سیاسی برائیوں اور خرابیوں کا واحد علاج اشتراکیت کو قرار دیتا ہے اور اس سلسلہ میں سوویت روس کو رہنما تصور کرتا ہے اور دوسرا گروہ بین الاقوامی فلاح و بہبود کو قدیم سرمایہ دارانہ نظام کے برقرار رکھنے ہی میں مضمر سمجھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اپنے ان متضاد نظریوں کی ماتحت ہر گروہ اس کوشش میں بھی مصروف رہتا ہے کہ اپنے حریف کی معمولی سی کمزوری یا غلطی کو زیادہ سے زیادہ نمایاں کرے اور اسے اپنے فائدہ کے لئے استعمال کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھے۔ ان حالات میں کومن فورم اور یوگوسلاویہ کی کمیونسٹ پارٹی کے درمیان پیدا شدہ اختلافات کے متعلق مخالف اشتراکیت گروہ کے خیالات اور قیاسات کو لفظ بلفظ صحیح سمجھ لینا قرین دانشمندی نہیں ہو سکتا۔

بہر حال اس وقت تک جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ٹیٹو نے یوگوسلاویہ کے وزیر اعظم کی حیثیت سے وہاں جو حکمت

عملی اختیار کی ہے۔ کومن فورم اسے اصول اشتراکیت کے مطابق نہیں سمجھتی ہے اور چونکہ یوگوسلاویہ کی کمیونسٹ پارٹی اپنی موجودہ مقبولیت تنظیم و استحکام نیز اثر و اقتدار کے لئے ٹیٹو ہی کی رہین منت ہے اور وہ ٹیٹو کی مخالفت کرنے پر آمادہ نہیں، اس لئے کومن فورم نے اسے اپنے دائرہ سے خارج کر دیا ہے۔ لیکن ٹیٹو کی وہ حکمت عملی کیا ہے جسے کومن فورم اصول اشتراکیت کے منافی تصوّر کرتی ہے اور یوگوسلاویہ کی کمیونسٹ پارٹی اس حکمت عملی سے اختلاف اور ٹیٹو کی مخالفت کرنے پر کیوں آمادہ نہیں؟ اگرچہ ان سوالات کے جواب حاصل کرنے کے لئے ہمارے روبرو کومن فورم کا وہ بیان موجود نہیں جو اس سلسلہ میں شائع کیا گیا ہے لیکن جہانتک خبروں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کومن فورم کے مذکورہ بالا فیصلہ کی وجہ یہ ہے کہ یوگوسلاویہ کے وزیر اعظم کی حیثیت سے ابھی تک ٹیٹو نے اصول اشتراکیت کے مطابق ملک میں مشترکہ اداروں کے قیام پر پوری توجہ مبذول نہیں کی اور چونکہ یوگوسلاویہ کی کمیونسٹ پارٹی نے ٹیٹو کی اس حکمت عملی کے خلاف کوئی موثر قدم نہیں اٹھایا اس لئے کومن فورم نے اسے اپنے دائرہ سے خارج کر دیا۔

مارشل ٹیٹو اور یوگوسلاویہ کی کمیونسٹ پارٹی کے طرز عمل کو سمجھنے کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ پہلے یوگوسلاویہ اور وہاں کے باشندوں کے حالات نیز ٹیٹو اور ملک کے ساتھ اس کے تعلق کو سمجھ لیا جائے۔

یوگوسلاویہ ابتدا ہی سے ایک زرعی ملک رہا ہے اور اس وقت یوگوسلاوی رہنماؤں نیز اربابِ حکومت کے روبرو اسے صنعتی ملک بنانے کا سوال سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے اور چونکہ ملک کو صنعتی بنانے کے سلسلہ میں مشینری حاصل کرنے کے لئے مغربی طاقتوں کے ساتھ خوشگوار تعلقات قائم رکھنے بھی ضروری تھے اس لئے ٹیٹو نے مشترکہ اداروں کے قیام پر جو قیام اشتراکیت کا بیّن ثبوت ہیں فی الحال بہت زیادہ زور نہیں دیا۔ غالباً ٹیٹو کا خیال یہ ہوگا کہ ایک پختہ کار اور قابل اعتماد کمیونسٹ ہونے کے باعث کومن فورم میں اسکے رفقاء کار اس کے اس طرزِ عمل کے خلاف کوئی زبردست اعتراض نہیں کرینگے اور اس طرح ایک طرف تو وہ اشتراکی برادری میں شامل رہ سکے گا اور دوسری طرف اس کے اس طرزِ عمل سے یوگوسلاویہ کو صنعتی ملک بنانے میں بہت زیادہ مدد مل سکے گی۔ لیکن کومن فورم نے ٹیٹو کی اس حکمت عملی کو صحیح قرار نہیں دیا اور اس طرح غیر متوقع طور پر حالات نے مذکورہ بالا صورت اختیار کرلی۔

اس تنازعہ میں جہانتک یوگوسلاویہ کی کمیونسٹ پارٹی کا تعلق ہے ملک کے حالات کچھ ایسے ہیں کہ وہ ٹیٹو کی مذکورہ بالا حکمت عملی کو اگر غلط بھی سمجھتی ہے تو اس مرحلہ پر اس کی مخالفت نہیں کرسکتی۔ دراصل یوگوسلاویہ کے باشندے بے حد قوم پرور اور جذباتی واقع ہوئے ہیں ٹیٹو کی قیادت کے آغاز سے قبل ملک اور اہل ملک جن مصائب ومشکلات

کا شکار بنے ہوئے تھے ان کا کچھ نہ کچھ اندازہ اس کتاب کے مطالعہ سے کیا جا سکے گا۔ ٹیٹو نے انہیں منظم اور متحد کیا، قومی زندگی کے مختلف گوشوں میں جو الجھنیں پیدا ہو گئی تھیں انہیں سلجھایا، انہیں ملکی اور غیر ملکی محکومیت سے نجات دلائی اور انہیں آزادی، خوش حالی اور ترقی کی راہ پر لگایا۔ اس طرح ٹیٹو کی ذات اہل یوگوسلاویہ کے لئے غیر معمولی اہمیت، عقیدت اور محبت کا مرکز بن گئی اور اب یوگوسلاویہ میں ٹیٹو کی مخالفت کرنا کچھ آسان کام نہیں پھر اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ یوگوسلاویہ میں کمیونسٹ پارٹی کی تشکیل اور تنظیم کا سہرا بھی ٹیٹو ہی کے سر ہے۔ اور یوگوسلاویہ کے تمام کمیونسٹ اسی کی تربیت کے رہین منت ہیں اور ان کے لئے ٹیٹو کی مخالفت کرنا کم از کم اس وقت بیحد دشوار ہے۔

ان حالات میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یوگوسلاویہ کا مستقبل کیا ہو گا؟ کیا ٹیٹو کا مذکورہ بالا طرز عمل اور یوگوسلاویہ کی کمیونسٹ پارٹی کی روش اسے مغربی حکومتوں کے ساتھ وابستہ کر دے گی یا وہ از سر نو کومن فورم کے دائرہ میں شامل ہو جائے گا؟۔

مغربی حکومتوں کے گروہ کے رہنما ممالک — امریکہ، برطانیہ اور فرانس — کا خیال ہے کہ مشرقی یوروپ کے متحدہ اشتراکی محاذ میں جو رخنہ پیدا ہو گیا ہے وہ قائم رہے گا اور اس کے ذریعہ سے کم از کم بر اعظم یوروپ میں اشتراکیت کی روز افزوں ترقی اور مقبولیت کو مسدود

کیا جا سکے گا۔ لیکن جب ہم ٹیٹو کے ماضی اور یوگوسلاویہ کے حال پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں اس خیال کی تصدیق کے لئے کوئی دلیل نہیں ملتی۔

ٹیٹو ایک پیدائشی اشتراکی واقع ہوا ہے اور اس نے سیاسی جدوجہد کے میدان میں آنے کے بعد اس وقت تک جو کچھ کیا ہے اس کی بنیاد نظریہ اشتراکیت ہی پہ رکھی ہوئی نظر آتی ہے۔ پھر اس کے ذاتی اعمال اور یوگوسلاویہ کی موجودہ حکومت کے ارباب بست وکشاد میں ذاتی مفاد پسندی کا شائبہ بھی موجود نہیں اور اطالیہ نیز یونان کی حکومتوں کی طرح یوگوسلاویہ کی حکومت اغراض پسند اور موقع سے ناجائز فائدہ اٹھانے والے عناصر سے یکسر پاک ہے اس لئے مارشل ٹیٹو اور اسکے رفقاء کار سے یہ توقع قائم کرنا کہ وہ مغربی طاقتوں کے ساتھ وابستہ ہو کر ان کے آلۂ کار بن سکیں گے ایک خوش فہمی سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔

جو لوگ چین میں اشتراکیت کے ارتقا کی تاریخ سے واقف ہیں وہ اس حقیقت سے بھی ناواقف نہیں کہ سوویت روس کے بعد یہ تحریک چین میں سب سے زیادہ کامیاب ہوئی ہے لیکن اس کے باوجود چین کی اشتراکیت اصولاً تو نہیں لیکن جذبات میں سوویت روس کی اشتراکیت سے کہیں کہیں مختلف بھی نظر آتی ہے لیکن ان جزوی اختلافات کی وجہ سے دنیا کے اشتراکی حلقوں نے اشتراکی

چین سے قطع تعلق نہیں کیا اور اب سے کم و بیش تیس سال قبل کومن
ٹرن اور چین کی کمیونسٹ پارٹی کے ایک گروہ کے درمیان جو
اختلافات تھے آج صرف ان کی یاد ہی باقی رہ گئی ہے۔ پھر یوگو
سلاویہ کے معاملہ میں یہ صورت کیوں پیش نہیں آسکتی؟

میرے اس خیال کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ جولائی
۱۹۴۸ء کے وسط میں یوگوسلاویہ کی کمیونسٹ پارٹی کی جو کانگریس
بلغراد میں منعقد ہوئی تھی اگرچہ کومن فورم کی تمام ممبر پارٹیوں نے
اس میں شرکت سے انکار کر دیا تھا۔ اس کے باوجود مارشل ٹیٹو اور
اس کے رفقار کار نے اس اجتماع میں جو تقریریں کیں ان کے کسی
لفظ سے بھی یہ بات مترشح نہیں ہوتی کہ یوگوسلاویہ کی کمیونسٹ
پارٹی کومن فورم سے قطع تعلق کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتی ہے۔ بہر
حال اس اختلاف نے مارشل ٹیٹو کی شخصیت کو اور بھی نمایاں کر دیا ہے
اور اس طرح اس کتاب کی اشاعت کی ضرورت اور بھی بڑھ گئی۔

ان سطور کو ختم کرنے سے پیشتر میں اس کتاب کی اشاعت کے سلسلہ
میں بھی چند باتیں بیان کر دینی مناسب سمجھتا ہوں۔ میں نے کتاب کا
ترجمہ ۱۹۴۶ء کے وسط میں ختم کر دیا تھا اور اپریل ۱۹۴۷ء کے دوران میں
اس کتاب کے ناشر مکتبۂ "برہان" نئی دہلی نے اسے کتابت کے لئے دیدیا
تھا لیکن، بوجوہ چند کتابت کا مرحلہ بروقت طے نہ ہو سکا۔ حتےٰ کہ
ستمبر ۱۹۴۷ء کے تباہ کن اور شرمناک فرقہ وارانہ فسادات نے نظام

زندگی ہی کو درہم برہم کر دیا۔ مکتبۂ برہان کی تقریباً ہر شے لوٹ اور آتش زدگی کی نذر ہوگئی اور خود میرا بھی یہی حشر ہوا اور مجھے کم و بیش تیس سال سے جمع کی ہوئی تقریباً چھ ہزار چیدہ چیدہ کتابوں اور بہت سے چھوٹے بڑے مسودات سے محروم ہو جانا پڑا۔ ان حالات میں اس کتاب کی اشاعت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لیکن حسن اتفاق سے اس کتاب کے مسودہ کا بیشتر حصّہ کاتب صاحب کے پاس تھا اور وہ اسے ہمراہ لے کر دہلی سے باہر چلے گئے تھے۔ اس لئے وہ محفوظ رہا اور باقی ماندہ اوراق کچھ عرصے کے بعد ردّی کے اس ڈھیر میں سے مل گئے جو فسادات کے بعد مکتبۂ برہان کے پرانے دفتر سے نئے دفتر میں منتقل کیا گیا تھا۔ اس طرح ایک مرتبہ پھر اس کتاب کی اشاعت کی صورت پیدا ہوگئی۔ اور بے شمار موانع و مشکلات کے باوجود مکتبہ برہان کے بلند ہمت کارکنان اسے شائع کر رہے ہیں۔ مجھے توقع ہے کہ یہ کتاب مقبول ہوگی اور اس طرح اس کی اشاعت کا مقصد پورا ہو سکے گا۔

احاطہ کالے صاحب

گلی قاسم جان۔ دہلی

۲۰ جولائی سنہ ۱۹۴۸ء

اسرار احمد آزاد

پہلا باب

ملاقات

اطالیہ کی سرحد پر

سرحد کے محافظ فاشی سپاہی نے ایسے انداز میں جس سے شک اور شبہہ کا اظہار ہوتا تھا دریافت کیا۔

"لیکن تم فرانس پہونچ کر کیا کرو گے؟"

"میں نمائش دیکھنے کے لئے جا رہا ہوں!" آتواں نے جواب دیا۔

"مگر تمہارے پاس تو اس قدر رقم بھی موجود نہیں جو پیرس میں دو روز ٹھیرنے کے لئے ہی کفایت کر سکے"۔

محافظ نے پھر اسی لہجہ میں کہا

"یہ میرا ذاتی معاملہ ہے" آتواں نے جواب دیا "حقیقت یہ ہے کہ پیرس میں میری ایک بہن رہتی ہے اور اگر وہاں پہونچ کر مجھے ٹھیرنے اور کھانے کے لئے کچھ خرچ نہ کرنا پڑا تو زیادہ رقم کی ضرورت ہی پیش نہ آئے گی۔ کیا پھر بھی ضرورت پیش آسکتی ہے؟"

فاشی سپاہی، آتواں کے جواب سے مطمئن نہ ہو سکا، اس نے اس کے

سامان کی تلاشی کا حکم دے دیا اور آئیوان اپنا پرانا ٹوٹا ہوا سوٹ کیس لئے ہوئے دو مسلح سپاہیوں کی ساتھ ایک سمت کو روانہ ہو گیا۔

اس سرحدی مقام پر معائنہ کے دوران میں مجھے کوئی دشواری اور تکلیف پیش نہیں آئی۔ سرحدی محافظین کو اخبار نویسوں کے ساتھ زیادہ سے زیادہ اخلاق اور مروت کو کام میں لانیکی ہدایات موصول ہو چکی تھیں۔ اس سفر کے لئے میرا خصوصی اجازت نامہ دیکھ کر سرحدی چوکی کے افسر نے مجھے سلام کیا اور مسکراتے ہوئے کہا۔

"مجھے یقین ہے کہ آپ کو ہمارا ملک پسند آیا ہوگا!"

"مجھے اطالیہ میں ٹھہرنے اور سیر کرنے کا موقع نہیں ملا۔ میں بلقان سے براہِ راست یہاں آیا ہوں" میں نے جواب دیا۔

"میں سمجھ گیا" اس نے پھر مسکراتے ہوئے کہا "لیکن بلقان واپس جاتے ہوئے چند روز کے لئے آپ کو یہاں ضرور ٹھہرنا چاہیئے۔"

اس امر کا یقین دلانے کے بعد کہ اس کے مذکورہ بالا مشورہ پر عمل کر کے مجھے حقیقی مسرت حاصل ہو گی میں نے اپنے سفر کا اجازت نامہ اپنی جیب میں رکھا اور پلیٹ فارم پر واپس آکر آئیوان کا انتظار کرنے لگا۔ ابھی چند منٹ بھی نہ گذرنے پائے تھے کہ سرحدی چوکی کا افسر ٹہلتا ہوا میرے قریب آیا اور روانگی کے لئے تیار ایک گاڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"آپ کی ٹرین وہ سامنے کھڑی ہے اور دس منٹ کے بعد روانہ

ہو جائے گی۔ آپ کو اپنی جگہ بیٹھ جانا چاہئے۔ اتفاق کی بات ہے ورنہ اوّل درجہ کے ٹکٹ کی موجودگی میں آپ کو ایکسپریس سے سفر کرنا چاہئے تھا۔ ایکسپریس ٹرین کے مسافروں کو اس جگہ ٹھیرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس صورت میں آپ انتظار کی تکلیف سے بچ جاتے۔

"میں اپنے دوستوں کے ساتھ سفر کر رہا تھا!" میں نے سرد مہری کے ساتھ جواب دیا۔ مجھے اپنے ذاتی معاملات میں اس شخص کی ابظاہر ہمدردانہ مداخلت ناگوار محسوس ہو رہی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ یوگوسلاویہ کا رہنے والا وہ مشتبہ شخص ہی جس کی تلاشی لی جا رہی ہے کہیں آپ کا دوست اور ہم سفر تو نہیں؟" اس نے معذرت آمیز لہجہ میں کہا۔ شاید اسے اپنی اس لغو اور غیر معقول رائے پر ندامت محسوس ہو رہی تھی۔

"بہت ہے!" میں نے جواب دیا "لیکن جہاںتک میں جانتا ہوں اسے مشتبہ سمجھنے کی کوئی وجہ موجود نہیں!"

"جناب....!" فاشی افسر نے سربیا اور کروٹیا میں بولی جانے والی زبان میں گفتگو کرتے ہوئے کہا "آپ اخبار نویس حضرات کی ایک کمزوری یہ ہے کہ آپ ہر ایسے شخص ــــــ خفیہ سیاسی جماعتوں سے تعلق رکھنے والے ــــــ کے متعلق یہ رائے قائم کر لیتے ہیں کہ وہ ایک اچھا نقال ثابت ہو سکے گا۔ ممکن ہے کہ آپ کا یہ خیال درست ہو" اس نے اپنے شانوں کو حرکت دیتے ہوئے کہا "لیکن ہر شخص بہت زیادہ محتاط

نہیں ہوسکتا۔"

مجھے اب اس فاشی افسر کی گفتگو اور انداز گفتگو پر غصہ آنے لگا تھا۔

میں نے اس سے دریافت کیا۔

"وہ کتنی دیر میں واپس آئے گا؟"

"اس کی واپسی کا معاملہ تو اس بات پر منحصر ہے کہ ہمیں اس کے سامان میں سے کیا شے دستیاب ہوتی ہے" اس نے ایک لمحہ خاموش رہنے کے بعد کہا" اور میرا خیال ہے کہ اس کے قبضہ سے بہت سا ممنوع لٹریچر برآمد ہوگا۔ ہسپانیہ، جمہوریت اور عوامی محاذ (پاپولر فرنٹ) وغیرہ ایسے مسائل پر اس زمانہ میں بے شمار مضامین اور کتابچے شائع ہو رہے ہیں۔ میں اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتا ہوں اور مجھے یہ بات بھی اچھی طرح معلوم ہے کہ آج کل اس قسم کے سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں افراد ہسپانیہ پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں اور ان میں سے ہر شخص یہی کہتا ہے کہ میں نمائش دیکھنے کے لئے پیرس جا رہا ہوں۔ ہمیں محتاط اور ہوشیار رہنا چاہئے!"

لیکن اس شخص کے پاس تو اطالوی حکومت کا دیا ہوا پروانہ راہداری موجود ہے۔ تم اسے سفر کرنے سے منع نہیں کر سکتے۔ کیا اسے روک لینا ممکن ہے؟" میں نے سوال کیا

"مجھے پروانہ راہداری کی کوئی پرواہ نہیں ...."

اس نے جواب دیا" وہ جعلی بھی ہوسکتا ہے۔ غور کیجئے یہ شخص غرابے پیرس جا رہا ہے

اور اسکی جیب میں فرانسیسی سکوں کی شکل میں محض پچیس فرانک کی رقم موجود ہے۔
.... ا" دفعتہ" اس نے اپنی گفتگو ختم کر دی اور میری طرف دیکھتے ہوئے کہا"....
.... لیکن جناب جلدی کیجئے آپ کی ٹرین .... !
"میری ٹرین کی فکر نہ کیجئے۔ میں دوسری گاڑی سے چلا جاؤں گا۔ کیونکہ میرا خیال ہے کہ مجھے اس یوگوسلاوی کا انتظار کر ہی لینا چاہیئے"۔
فاشی افسر کے چہرہ پر کبیدگی کے آثار نمایاں ہو گئے۔
"یہ طے کرنا میرا کام ہے۔ اگر میں چاہوں تو آپ کو اسی ٹرین پر سوار کر سکتا ہوں" اس نے کسی قدر جھجکتے ہوئے کہا" لیکن آپ جس طرح چاہیں کریں۔ میں جانتا ہوں کہ فرانس پہونچ جانے کے بعد آپ ہم فاشی سپاہیوں کے متعلق کیسے عجیب وغریب افسانے شائع کریں گے شاید ان میں سے کسی کا عنوان یہ بھی ہوگا' کہ اطالوی سرحد پر ایک یوگوسلافی کو بجبر روک لیا گیا' کیا میری رائے درست نہیں ؟"
جوش اور غصہ سے مغلوب یہ فاشی افسر مجھے تنہا چھوڑ کر چلا گیا۔

میرا اہم سفر

آٹواں کے ساتھ میری ملاقات میلان میں ہوئی تھی۔ مجھے ٹرین کے انتظار میں نصف گھنٹہ کے قریب وہاں ٹھیرنا پڑا تھا اور میں ریلوے اسٹیشن کی اس نئی عمارت کو دیکھ رہا تھا جس کی عمدگی اور خوبصورتی کی اطالوی اخبارات میں بہت زیادہ تعریف کی گئی تھی کہ ایک درماندہ

اور خستہ حال شخص میرے پاس آیا اور ٹوٹی پھوٹی فرانسیسی زبان میں اس گاڑی کا پلیٹ فارم دریافت کیا جو میلان سے مارسلیز کے لئے روانہ ہوتی تھی۔

پہلی ہی نظر میں میں اس نتیجہ پر پہونچ گیا تھا کہ یہ شخص بلقان سے آیا ہے۔ میرا خیال تھا کہ یہ یا تو یونان کے کسی ہوٹل کا ویٹر ہے یا بلغاریہ کے ریل کے محکمہ کا کوئی معمولی افسر یا پھر یوگوسلاویہ میں کسی چھوٹی سی دوکان کا مالک ہے۔ بھورے رنگ کے ایک اوور کوٹ کے نیچے جو شاید اسے ورثہ میں ملا تھا اس نے نیلے رنگ کا بہت پرانا سوٹ پہن رکھا تھا لیکن اس کے گلے میں بندھی ہوئی خوش رنگ ٹائی بالکل نئی تھی اور غالباً اسے اسی سفر کے سلسلہ میں خریدا گیا تھا۔ اس کا سوٹ کیس اس کے اوور کوٹ سے بھی پرانا معلوم ہوتا تھا اور چونکہ اپنی کہنگی کے باعث وہ بار بار کھلنے اور بند ہونے کی زحمت کو برداشت کرنے کے قابل بھی نہیں رہا تھا اس لئے اسے رسّی سے باندھ دیا گیا تھا۔

آئوان یوگوسلاویہ کا باشندہ یا صحیح تر الفاظ میں سلاوی تھا۔ چند ہی لمحوں کے بعد اس نے اپنی زبان میں گفتگو شروع کر دی اور مجھے بتایا کہ میرا نام آئوان اُمرسا ہے اور وطن زغراب۔ اس کی گفتگو سے میں اس نتیجہ پر پہونچا کہ اس کی ذات کے ساتھ کوئی راز وابستہ ہے کیونکہ اس کا یہ بیان کہ میں بین الاقوامی نمائش دیکھنے کے لئے پیرس جا رہا ہوں مجھے مطمئن نہ کر سکا تھا کچھ دیر کے بعد جب میں نے اخبار خریدا تو اس سے

قبل کہ میں اس کے عنوانات ہی دیکھ سکتا آئوان نے بیتابی کے ساتھ دریافت کیا "ہسپانیہ کے متعلق کیا اطلاع ہے؟"

"کوئی اطمینان بخش خبر نہیں" میں نے جواب دیا اور یہ خیال کرکے بے اختیارانہ طریقہ پر مسکرانے لگا کہ اس بات کے اظہار کی ضرورت بھی پیش نہیں آئی کہ میرا جواب ہسپانیہ کی خانہ جنگی میں کس فریق کے حالات پر روشنی ڈالتا ہے۔ آئوان بلقان کے باشندوں کی طرح نہایت سختی کے ساتھ "دشمن" کو برا بھلا کہنے لگا اور اس مرتبہ بھی یہ امر واضح تھا کہ "دشمن" فرانکو کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوسکتا تھا۔

اس گفتگو کے بعد ہم تیسرے درجہ کے مسافر خانہ میں چلے گئے اور بہت دیر تک گفتگو کرتے رہے اس نے مجھے بتایا کہ وہ چھاپہ خانہ میں کمپوزیٹر ہے اور اس کی ایک بہن کی شادی پیرس کے ایک مزدور کے ساتھ ہوئی ہے۔ اس کے بیان کا یہ حصہ درست تھا۔

"پانچ سال کا عرصہ ہوا میری بہن اور اس کے شوہر کی ملاقات روس میں ہوئی تھی" اس نے کہا "میں بھی وہاں جانے کا خواہش مند تھا مگر میں جا نہیں سکا۔ لیکن امید ہے کہ کبھی نہ کبھی مجھے وہاں جانے کا موقعہ مل ہی جائے گا۔"

آئوان کے ساتھ مجھے غیر معمولی دلچسپی پیدا ہوگئی تھی چنانچہ میں نے اس بات کا فیصلہ کرلیا کہ میں بھی اس کے ساتھ اس کی تیسرے درجہ کی گاڑی میں جو خوش قسمتی سے بالکل خالی تھی سفر کروں گا۔ یہ بات

معلوم کرنے کے بعد کہ اوّل درجہ کا ٹکٹ ہونے کے باوجود میں اس کے ساتھ تیسرے درجہ میں سفر کر رہا ہوں وہ نہ صرف متاثر ہی ہوا بلکہ اس کو میرے متعلق شک بھی پیدا ہو گیا۔ لیکن میں نے اسے یہ سمجھا کر مطمئن کر دیا کہ اس ٹکٹ کی قیمت میں نے نہیں بلکہ اس اخبار کے دفتر نے ادا کی ہے جس کی میں نمائندگی کر رہا ہوں۔

جب ہم ونٹی منگلیا (ایک اطالوی شہر) کے قریب پہنچے تو آنواں نے مجھ سے کہا " سنئے! اگر یہ ملعون فاشی مجھے پریشان کریں تو آپ کو میری مدد کرنی پڑے گی!" میں نے جواب میں اسے ہر ممکن مدد دینے کا وعدہ کیا لیکن یہ بات بھی واضح کر دی کہ موجودہ حالات میں جیسا کہ خود وہ بھی جانتا ہے میری امداد پر کچھ زیادہ انحصار نہیں کیا جا سکتا خوش قسمتی سے آنواں کو تلاشی کے علاوہ کسی اور مشکل اور پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑا اور اطالیہ کی سرحد کو عبور کر کے فرانس میں داخل ہوتے ہی اس کی زندہ دلی کا جذبہ بیدار ہو گیا اور وہ زیادہ بے تکلفی کے ساتھ گفتگو کرنے لگا۔

" آپ کا قیاس درست تھا" اس نے میری پشت کو اس زور سے تھپکتے ہوئے کہا کہ میں بے تاب ہو گیا " میں نمائش دیکھنے کے لئے نہیں جا رہا ہوں۔ میں تو ہسپانیہ جا رہا ہوں ہسپانیہ اور یہ دریافت کرنے کی ضرورت ہی نہیں کہ میں کس فریق کے دوش بدوش کھڑا ہوں گا۔"

پیرس میں

پیرس پہونچنے کے بعد کئی روز تک آنواں کے ساتھ میری ملاقات نہ ہوسکی۔ دفعتہً ایک دن شام کے وقت وہ اس ہوٹل میں جہاں میں ٹھہرا ہوا تھا مجھ سے ملنے کیلئے آیا۔ اس وقت جوش مسرت سے اس کا چہرہ چمک رہا تھا

"ہر بات طے ہوگئی ہے" اس نے کہا "میں صرف آپ کو خدا حافظ کہنے کے لئے آیا ہوں" اس نے مجھے اپنا نیا پروانہ راہ داری دکھایا۔ جس میں اس کا نام جوزی میرانا اور مقام پیدائش ہسپانیہ کا شہر بلباؤ درج تھا اس کے دیکھنے سے یہ بات بھی معلوم ہوتی تھی کہ وہ حال ہی میں ہسپانیہ سے فرانس آیا ہے اور فرانسیسی اجازت نامہ کی رو سے وہ اس ملک میں محض دو ہفتہ قیام کر سکتا ہے۔

اس کامیابی کے باعث وفور مسرت سے اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ میں نے تجویز پیش کی کہ اس موقعہ پر ہمیں جشن منانا چاہیئے۔

"ہم کیوں نہ کسی ہسپانوی ریسٹوران میں چلیں؟" میں نے کہا "تمہیں اپنے وطن کے کھانوں کے ذائقہ سے تو واقف ہو ہی جانا چاہیئے!"

آنواں نے میری اس تجویز کو بے حد پسند کیا اور وہ رات ہم نے بہت سے ہسپانوی کھانوں کی بہت بڑی مقدار کھانے، ہسپانوی شراب پینے اور گفتگو کرتے رہنے میں گذار دی۔ صبح کے قریب جب ہم لوگ اپنی قیام گاہ کی طرف واپس آرہے تھے تو دفعتہً آنواں نے مجھے مخاطب کرتے

ہوئے کہا۔

"اگر آپ اس سے ملے بغیر پیرس سے چلے گئے تو یہ امر سخت افسوس ناک ہوگا!" — "کس شخص سے ملے بغیر؟" میں نے سوال کیا۔

"وہی ہمارے رہنما!" آئوان نے جواب دیا۔

"اس بات کو نہ سمجھتے اور سمجھنے کی کوشش بھی کرتے ہوئے کہ آئوان کس شخص کے متعلق گفتگو کر رہا ہے۔ میں نے آہستہ سے کہا۔

"مجھے اس ملاقات سے یقیناً مسرت حاصل ہوگی"

"اچھا تو کل نہیں بلکہ آج ہی دوپہر کے کھانے کے فوراً بعد آپ مجھے سار بونی اسٹریٹ کے اس کیفے میں ملئے۔ وہی کیفے جہاں یوگو سلافی عموماً جایا کرتے ہیں۔ آپ تو اس سے اچھی طرح واقف ہیں"۔

"کھانے کے بعد تو میں آرام کروں گا" میں نے جواب دیا لیکن آئوان کے اصرار سے مغلوب ہو کر آخر کار مجھے مقررہ جگہ پر پہنچنے کا وعدہ کرنا ہی پڑا۔

دوپہر کے کھانے سے فارغ ہونے کے بعد جب میں کیفے پہونچا تو کمرہ کے ایک گوشہ میں بچھی ہوئی ایک میز کے گرد دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے جن میں سے ایک آئوان تھا اور دوسرا اس کا ساتھی۔ آئوان کا ساتھی ایک ادھیڑ عمر کا شخص تھا، اس کی ڈاڑھی اور مونچھیں صاف تھیں ہلکے بھورے رنگ کے الجھے ہوئے بالوں کے درمیان اس کے لاغر چہرہ پر ہڈیاں ابھری ہوئی نظر آتی تھیں اور مجھے سلام کرنے کے لئے جس وقت

اس نے اپنے منہ سے سگرٹ علیحدہ کیا تو میں نے دیکھا کہ بکثرت سگرٹ نوشی کے باعث اس کی انگلیاں زرد ہو گئی ہیں۔

"یہ ہیں میرے دوست"! آئوان نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے ساتھی سے کہا اور میں نے محسوس کیا کہ اس وقت آئواں کے لہجہ میں عزت اور احترام کا جذبہ شامل ہے۔

"خوش آمدی!" آئواں کے ساتھی نے جواب دیا۔

"یہ ۔۔۔۔"! آئواں نے اپنے ساتھی کا تعارف کراتے ہوئے کہا "یہ ہیں ٹیٹو!"

دوسرا باب

خفیہ ریلوے

سادہ مزاج انسان

میں اس حقیقت کو چھپانا نہیں چاہتا کہ سات سال قبل جب ٹیٹو سے میری پہلی ملاقات ہوئی تھی تو اس وقت مجھے مستقبل میں اس کے کسی ممتاز سیاسی اور فوجی رہنما کی حیثیت سے مشہور ہونے کا یقین تو کیا شبہ بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ اس ملاقات کے دوران میں مجھ پر اس کی شخصیت کا کوئی غیر معمولی اثر نہیں پڑا اور دوسری عالمگیر جنگ کے دوران میں جن لوگوں نے اسے اس کی معراج ترقی پر دیکھا ہے وہ میری اس رائے سے متفق ہیں کہ ٹیٹو کی زندگی اس قدر سادہ اور بے تکلف واقع ہوئی ہے کہ لوگ اس سے ملنے کے بعد بھی اس کی غیر معمولی شخصیت سے واقف نہیں ہو سکتے۔ اس سلسلہ میں ایک یوگو سلاوی گوریلا رہنما کا یہ بیان دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ

ایکمرتبہ ایک شدید لڑائی کے دوران میں ٹیٹو ہمارے دستہ کی کمان کرتا رہا لیکن ہمیں اس بات کا علم نہ ہو سکا۔ اس کی روانگی کے

بعد معلوم ہوا کہ اس نازک موقعہ پر ہماری رہنمائی کرنیوالا کون تھا۔
اسکے طرز عمل میں کوئی ایسی غیر معمولی بات موجود نہیں تھی جس سے
ہمیں اس کی شخصیت کے متعلق کوئی شبہہ پیدا ہو سکتا۔"

میرا خیال ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ ایک انسان اور ایک رہنما کی حیثیت سے ٹیٹو کی سادگی اور بے تکلفی ہی اس کی زندگی کی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔ اس کی ذات ایک عام انسان نیز یوگو سلاوی کسان یا مزدور کا ایک کامل نمونہ ہے۔ اور عوام' یوگوسلاویہ کے تمام باشندوں میں اس کی مقبولیت اور اس کی طاقت کا راز بھی اس کی اسی سادہ مزاجی میں پوشیدہ ہے۔ وہ عوام کی خواہشات کو سمجھنے اور ان کی تقلید کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔ اسے اس کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ خود اس کی ذات عوام کی خواہشات' جذبات اور خیالات کی مظہر ہے۔ کسی پیچیدہ مسئلہ کو سلجھانے کے لئے اسے ایسا حل تلاش کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی جسے عوام کی تائید و حمایت حاصل ہو' وہ عمل کرتا ہے' اپنے ضمیر کی آواز کے مطابق عمل اور عوام اس عمل کی تائید ہی کرتے ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ قدرتی طور پر کوئی ایسا کام نہیں کر سکتا جو عوام کے مفاد اور مصلح کے لئے مضر یا غیر مفید ہو۔ اس کے لئے عوام کے فائدہ کے خلاف کوئی کام کرنا اسی قدر ناممکن ہے جس قدر کہ کسی شخص کا اپنے مفاد کے خلاف کام کرنا۔ وہ ایک معمولی انسان ہے اور اس کی ذات کے ساتھ

کوئی غیر معمولی بات بھی وابستہ نہیں۔ ٹیٹو ان معمولی کسانوں اور مزدوروں سے کسی طرح بھی مختلف نہیں جو اسے اپنا رہنما سمجھتے ہیں اور وہ خود بھی اپنی ذات کو ان سے بالاتر نہیں بلکہ انہیں کا ایک جزو تصور کرتا ہے۔ مختصر یہ کہ ٹیٹو ایک سادہ مزاج یوگوسلاوی مزدور ہے۔

دشمنوں کا اعتراض

ٹیٹو کے مخالفین اس پر "تشدد پسند" ہونے کا الزام عائد کرتے ہیں ان کا بیان ہے کہ۔

"وہ تلواروں کی نوک اور بندوق کی نال کے بھروسہ پر اپنے فیصلوں کو عملی جامہ پہناتا ہے وہ اختلاف کو برداشت نہیں کر سکتا، اور ایسے کسی شخص کو بھی اپنی راہ سے ہٹا دینے میں گریز نہیں کرتا جو اس کی رائے سے اختلاف رکھتا ہو۔"

اگر دشمنوں کے ان اعتراضات کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو پھر بھی یہ بات تشریح کی محتاج ہی رہ جاتی ہے کہ ٹیٹو کے احاطۂ اقتدار سے باہر رہنے والے یوگوسلاویوں سے برطانیہ، امریکہ، آسٹریلیا اور افریقہ میں آباد ہے کی اکثریت اس کی تائید اور امداد کیوں کرتی ہے اور اس سوال کا جواب کیا ہو سکتا ہے کہ مشرق وسطی میں مقیم یوگوسلاوی فوج کے ہزارہا افسروں اور سپاہیوں نے کس لئے اپنے بالاتر افسروں کی نافرمانی کرتے ہوئے ٹیٹو کی فوج میں شامل ہونے

فیصلہ کا اظہار کیا تھا ؟ حالانکہ قاعدہ کے مطابق ان کا اعلیٰ افسر
میہائیلووچ تھا اور میہائلووچ نہ صرف ٹیٹو ہی کا دشمن تھا۔ بلکہ اسے ان
مقاصد سے بھی شدید اختلاف تھا جو ٹیٹو کا مطمح نظر ہیں! ٹیٹو کے دشمن
تو ان باتوں کا جواب دینے سے قاصر رہیں گے لیکن ان کا جواب دینا
کچھ مشکل نہیں۔ ٹیٹو ان کی قوم کا ایک فرد ہے وہ وہی کہتا ہے جو پوری
قوم کہنا چاہتی ہے اور اگر قوم کو اظہار خیال کا موقع دیا جائے تو
اس کے نمائندوں کی زبان سے بھی وہی بات نکلے گی جو ٹیٹو کہہ چکا
ہے یا کہنے والا ہے ٹیٹو ان کی قوم کا ایک فرد ہے۔ وہ وہی کرتا ہے
جو پوری قوم کرنا چاہتی ہے اور اگر قوم کو کام کرنے کے وہی مواقع
مل جائیں جو ٹیٹو کو حاصل ہیں تو وہ بھی وہی کام کرے گی جو ٹیٹو نے کیا
ہے۔ اس لئے ٹیٹو کے متعلق بجبر اپنی رائے پر عمل کرانے کا سوال ہی
پیدا نہیں ہوتا۔ دراصل ٹیٹو کی رائے اس کی قوم ہی کی رائے ہے۔

انٹرنیشنل بریگیڈ

پیرس میں اپنے قیام کے دوران میں پہلی مرتبہ مجھ پر یہ حقیقت کھلنی
شروع ہوئی کہ ٹیٹو اور ٹیٹو ہی جیسے دیگر اشخاص کی رہنمائی کے پس
پردہ کیا راز پوشیدہ ہوتا ہے۔ ٹیٹو کی رہنمائی کی ایک مثال تو آئوان
ہی کی ذات میں ملتی ہے۔ آئوان ہسپانیہ چلا تو گیا لیکن اسے واپس
آنا نصیب نہ ہوا کیونکہ ہسپانیہ کی سرحد میں قدم رکھتے ہی وہ ایک دستی

بم کا شکار ہوگیا۔ لیکن پیرس میں بیٹھے ہوئے ہزارہا آوارہ آوان بے صبری کے ساتھ اس لمحہ کا انتظار کر رہے تھے جب انہیں فاشی درندوں کے مقابلہ میں لڑنے اور شاید مرجانے کے لئے ہسپانیہ جانے کا موقع نصیب ہوگا۔ اور یہ سب کچھ ٹیٹو ہی کی رہنمائی کا نتیجہ تھا۔

ابھی انٹرنیشنل بریگیڈ[1] کی تاریخ نہیں لکھی گئی لیکن جب کبھی یہ تاریخ مرتب اور مکمل ہوگی اسے انسانیت کی تاریخ کے زرین ابواب میں سے

[1] انٹرنیشنل بریگیڈ اس عارضی بین الاقوامی فوج کا نام ہے جو ہسپانیہ کی خانہ جنگی کے زمانہ میں جمہوریہ ہسپانیہ کی جانب سے اس کے مخالفین کے ساتھ مصروف جنگ رہی تھی۔

اکتوبر ۱۹۳۶ء اور فروری ۱۹۳۷ء کے درمیان، یوروپ، امریکہ اور دنیا کے دوسرے ملکوں سے کم و بیش پندرہ ہزار افراد جمہوریہ ہسپانیہ کی حمایت میں، جنرل فرانکو نیز جرمنی اور اطالیہ کی فاشی فوجوں سے لڑنے کے لئے ہسپانیہ میں جمع ہو گئے تھے۔ ان میں ہر ملک کے مزدوروں، جمہوریت پسندوں حتےٰ کہ "مخالف فسطائیت" عسکری عناصر کے نمائندے بھی شامل تھے۔ ان لوگوں پر مشتمل جو فوج بنائی گئی تھی وہ نہایت جرأت اور استقلال کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرتی رہی۔

لیکن کچھ عرصہ کے بعد محض اس خیال سے کہ اس فوج کی موجودگی کو بہانا بنا کر کہیں جمہوریہ ہسپانیہ کے مخالفین علی الاعلان اس کے ساتھ دشمنی کا اظہار نہ کرنے لگیں اسے منتشر کر دیا گیا۔ آزاد

ایک ممتاز اور نمایاں باب کا درجہ حاصل ہو گا۔ انٹرنیشنل بریگیڈ کی تنظیم اور اس کے اراکین کو فرانس سے ہسپانیہ پہونچانے کے طریقوں کا مطالعہ بہت ہی زیادہ دلچسپ واقعہ ہے۔ ممکن ہے کہ بہت سے اصحاب یہ رائے قائم کریں کہ میں غلو سے کام لے رہا ہوں۔ وہ کہہ سکتے ہیں کہ جرأت اور بہادری کسی ایک ہی صدی یا جنگ کی خصوصیت نہیں ہو سکتی بلکہ ہر ملک ہر عہد حتی کہ ہر مقصد کے حصول کی جد وجہد میں ہمت وجوانمردی کی ایسی ہی مثالیں مل سکتی ہیں۔

میں ان کی اس رائے سے اختلاف نہیں کرتا لیکن ایک حیثیت سے انٹرنیشنل بریگیڈ ایک عجیب اور بے مثال جماعت تھی۔ اس کے کارناموں کا دائرہ ملک و قوم اور رنگ ونسل کی حدود سے بے نیاز تھا اور اس کے کارہائے نمایاں کسی ایک ہی قوم کے لئے فخر کے موجب نہیں بلکہ ہر ملک اور قوم کے حریت خواہ افراد کا سرمایۂ افتخار ہیں۔ اس بریگیڈ کے پرچم کے سایہ میں جرمنی، انگلستان، فرانس، امریکہ، اطالیہ، یوگوسلاویہ، یونان، بلغاریہ، پولینڈ، چیکوسلاویہ، ہندوستان[1] غرضیکہ ہر ملک اور نسل ورنگ کے افراد نے اپنی قومی ذمہ داریوں کی تکمیل یا عہد و فاداری کی تعمیل کے لئے نہیں بلکہ اپنے عقاید کی بنا پر

[1] انٹرنیشنل بریگیڈ کے سلسلہ میں مصنف نے ناواقفیت کی بنا پر ہندوستان کا ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ اس فوج میں ہندوستان کا ایک فرزند گوپال مکند ہولدار بھی شریک تھا۔ اسی لئے میں نے دوسرے ممالک کے ساتھ ہندوستان کا نام بھی شامل کر دیا ہے
آزاد

ایک دوسرے کے دوش بدوش کھڑے ہو کر فاشیت اور جمہوریت کی اس پہلی آزمائشی جنگ میں انسانیت کی دشمن طاقتوں کا مقابلہ کیا۔ وہ ایک بلند مقصد کے لئے متحد ہوئے تھے اور انہوں نے اسی مقصد کے حصول اور حفاظت میں ایک ہی جگہ اپنی جان دیدی۔ ممکن ہے کہ بہت سے اصحاب ان لوگوں کے مقصد کی عظمت و بلندی سے اتفاق رائے نہ کریں لیکن اس واقعہ سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس وقت تک دنیا نے بین الاقوامی اتحاد، ایثار اور سرفروشی کی ایسی مثال نہیں دیکھی تھی۔

اس موقعہ پر انٹرنیشنل بریگیڈ کا تذکرہ شاید بے محل سمجھا جائے لیکن ٹیٹو نیز اسی جیسے دوسرے لوگوں کی کامیابی اور مقبولیت کے راز کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے ہمیں ہسپانیہ میں اس جماعت کارناموں کے مذکورہ بالا پہلو کو مستقل طور پر پیش نظر رکھنا ہوگا۔ اسے محض حسن اتفاق ہی نہیں کہا جا سکتا کہ ٹیٹو کی فوج کے بیشتر کمانڈر ہسپانوی خانہ جنگی کے زمانہ کے آزمودہ کار سپاہی ہیں اور نہ یہ امر ہی اتفاقات پر محمول ہے کہ جس تنظیمی قابلیت کی بدولت ٹیٹو نے انٹرنیشنل بریگیڈ منظم کیا تھا آج وہی قابلیت یوگوسلاویہ کے اندرونی مسائل کو کامیابی کے ساتھ حل کرنے میں صرف ہو رہی ہے۔ فرانس میں رہتے ہوئے ٹیٹو کو مشرقی یوروپ کے ہر ملک کے افراد سے واسطہ پڑا تھا۔ خود ایک کروٹ ہونے کے باوجود، اس کا طرزِ عمل، سرب اور کروٹ دونوں کے

ساتھ ایک ہی جیسا رہا اور یوگوسلاوی ہوتے ہوئے بھی اس نے یونانی البانی اور یوگوسلاوی میں کوئی فرق اور امتیاز روا نہ رکھا۔ اس کا ایک خاص اور قابل اعتماد نائب فرانسیسی تھا اور دوسرا امریکی۔ ہسپانوی خانہ جنگی کے زمانہ میں بلقان سے جو رضاکار آتے تھے انہیں بحر روم کے پار فرانس تک لانے کا کام یونانی جہازوں سے لیا جاتا تھا اور اس جماعت کا اعلیٰ افسر جو مارسلیز میں ان رضاکاروں کی آمد کا انتظار کیا کرتی تھی ایک اطالوی تھا۔ اس لئے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ آج ٹیٹو مسلمانوں یہودیوں، نیز سربیا، کروٹیا اور مقدونیا کے باشندوں کے ساتھ مل کر اور انہیں ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر باطمینان تمام کام کر رہا ہے۔ اور یہ کہ اس نے یوگوسلاویہ کے پیچیدہ داخلی مسائل کا حل تلاش کر لیا ہے۔ دراصل ٹیٹو کے لئے قومی تعصبات اور نسلی امتیازات کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ ہسپانیہ کی خانہ جنگی نے اس پر ایک حقیقت واضح کر دی ہے، ایک زندہ حقیقت — اور اسے اس بات کا یقین ہو گیا ہے کہ اگر لوگوں کو کسی بلند اور پاکیزہ مقصد پر متحد کیا جائے تو وہ ایک دوسرے کے ساتھ بھائیوں کی طرح محبت کرنے لگتے ہیں۔

پوشیدہ نظام

فرانس میں ٹیٹو کی خفیہ جماعت 'ریلوے نظام' کے نام سے مشہور تھی۔ اس کا یہ مطلب نہیں سمجھنا چاہئے کہ ٹیٹو یا اس کی جماعت کا فرانسیسی

ریلوے کے ساتھ کوئی تعلق تھا۔ اس کے برعکس اس کی بے شمار مشکلات میں سے ایک مشکل یہ بھی تھی کہ اسے ان ہزارہا رضا کاروں کا جو فرانسیسی ریلوں میں سفر کرتے تھے کرایہ ادا کرنے کے لئے بڑی بڑی رقوم بھی فراہم کرنی پڑتی تھیں۔ لیکن وہ اسے کوئی بہت بڑی مشکل تصور نہیں کرتا تھا۔ اس کے روبرو اہم ترین سوال یہ تھا کہ ان رضا کاروں کو فرانس میں کس طرح لایا جائے۔

اوّل تو ہزارہا غیر ملکی باشندوں کو فرانس میں لانا اور پھر انہیں ہسپانیہ پہونچانا مالی اعتبار سے بھی کوئی آسان کام نہیں تھا دوسرے مالی مشکلات سے قطع نظر کر لینے کے بعد بھی یہ کام اس لئے دشوار تھا کہ اسے پوشیدہ طور پر انجام دینا پڑتا تھا۔ ہسپانوی جمہوریت پسندوں کی امداد و اعانت کی ہر تحریک کو خفیہ رکھنا ضروری تھا اس لئے ٹیٹو بھی اپنے "ریلوے نظام" کو پوشیدہ رکھنے پر مجبور تھا۔ اس زمانہ میں یورپ کے ملکوں کا سفر کرنے والے ہر مسافر کے پروانۂ راہداری پر یہ الفاظ ثبت ہوتے تھے کہ " یہ پروانہ ہسپانیہ میں داخل ہونے کے لئے کارآمد نہیں "عدم مداخلت کی حکمت عملی[51] کا نتیجہ فرانکو کی حمایت

[51] ہسپانیہ کی خانہ جنگی کے زمانہ میں یوروپ کی تمام بڑی اور چھوٹی حکومتوں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ اس لڑائی میں کسی فریق کی نہ تو اسلحہ سے مدد کرینگی اور نہ افواج سے۔ اس سلسلہ میں لنڈن میں "مجلس عدم مداخلت" کے نام سے ایک جماعت بھی قائم کی گئی تھی۔ ہسپانیہ میں داخل ہونے کے بہت سے اہم راستوں پر بین الاقوامی حکام (بقیہ بر صفحہ آئندہ)

کی صورت میں برآمد ہوا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس وقت جو لوگ یورپ کے ملکوں پر حکومت کر رہے ہیں وہ یا تو اس حقیقت سے واقف ہی نہیں یا عمداً اسے نظر انداز کر دینا چاہتے ہیں۔ یورپ کی جمہوری حکومتوں کی بے توجہی اور بے حسی نے جمہوریت کے دشمنوں کے لئے جو زرّین موقعہ بہم پہونچا دیا تھا ہٹلر اور مسولینی نے اس کا پورا فائدہ اٹھایا اور بولشویزم کے خلاف؟ جنگ کرنے کے لئے باقاعدہ اور تربیت یافتہ فوج کے ہزارہا سپاہی جنرل فرانکو کی مدد کرنے کے لئے بھیج دیئے ان حالات سے یورپ ناواقف نہیں تھا، برطانیہ، فرانس اور امریکہ کے اخبارات میں اس تمام امداد کی تفصیلات ہوتی رہتی تھیں جو فرانکو کے لئے جرمنی اور اطالیہ سے آتی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یورپ اس معاملہ پر کوئی توجہ مبذول نہ کرنا چاہتا مگر ٹیٹو معاملات کی اہمیت اور نزاکت کو سمجھتا تھا۔

فرانس میں بیٹھا ہوا ٹیٹو اس بات کو جانتا تھا کہ ہسپانوی جمہوری حکومت کی حالت کس درجہ نازک ہوتی جارہی ہے وہ یہ بھی سمجھتا تھا کہ جمہوریہ ہسپانیہ کو امداد ملنی چاہئے اور فوراً ہی ملنی چاہئے اور وہ اس امر سے بھی ناواقف نہیں تھا کہ براعظم یورپ کی سرزمین پر ایسے

(صفحہ گذشتہ کا بقیہ حاشیہ) مقرر کئے گئے تھے اور ہسپانیہ کے گرد و پیش ایک نگراں فوج بھی متعین کر دی گئی تھی۔ لیکن ان سب انتظامات کے باوجود فریقین جنگ کو ہر قسم کی امداد پہونچتی رہی۔ آزاد

ہزار ہا انسان موجود ہیں جو ہسپانیہ کی جمہوری حکومت کی امداد کے سلسلہ میں بخوشی اپنی خدمات پیش اور وقف کر دیں گے۔ وہ یہ بات بھی اچھی طرح جانتا تھا کہ فاشی رضا کاروں ؟ کی طرح جو پورے طور پر مسلح ہو کر ہر قسم کے ضروری سامان کے ساتھ جنگی جہازوں کی زیر حفاظت فوج بردار جہازوں میں سوار ہو کر ہسپانیہ پہونچتے ہیں۔ جمہوریہ ہسپانیہ کے مددگاروں کو وہاں نہیں بھیجا جا سکتا اور وہ اس حقیقت سے بھی ناواقف نہیں تھا کہ جمہوریہ ہسپانیہ کے لئے رضا کاروں کی روانگی کا انتظام بجائے خود ایک لڑائی کی حیثیت رکھتا ہے اور اس لڑائی میں دشمن ہی کو ہر طرح کی فوقیت اور برتری بھی حاصل ہے ان تمام باتوں کو جانتے ہوئے بھی اس نے یہ غیر مساوی لڑائی شروع کر دی تھی۔

اس موقعہ پر ٹیٹو نے فاشیوں کی دماغی اور انتظامی قابلیت کے مقابلہ میں اپنی اور اپنے مددگاروں کی قابلیت استعمال کی۔ رضا کاروں کی جرأت اور بے باکی نے فاشیوں کی شدید نگرانی کو بے کار بنا دیا اور اس کے ساتھیوں نے پولیس کی اس تمام قوت کو شکست دیدی جو "عدم مداخلت" کا نعرہ بلند کرنے والے یوروپ کے تقریبًا تمام ملکوں نے جمع کی تھی۔ حتیٰ کہ چند ہی ماہ کے عرصہ میں وہ کام انجام پا گیا جسے ناممکن سمجھا جاتا تھا۔ ٹیٹو نے یوروپ کے طول وعرض سے ہزارہا رضا کار فرانس میں جمع کرلئے تھے نہ صرف اسی قدر بلکہ وہ

تقریباً ان سب کو ہسپانیہ بھیجنے میں بھی کامیاب ہوا۔

حیرت انگیز طریقۂ کار

ٹیٹو کے "ریلوے نظام" کے کارناموں کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے ہمیں فرض کر لینا چاہیئے کہ ایک یونانی مزدور، ہسپانیہ جاکر وہاں کی جمہوری حکومت اور خود اپنی آزادی کے لئے فاشیوں سے مقابلہ کرنا چاہتا تھا لیکن نہ تو اس کے پاس پروانۂ راہداری حاصل کرنے کے ذرائع موجود تھے اور نہ سفر کرنے کے لئے روپیہ مزدور ہونے کی وجہ سے پولیس اسے مشتبہ بھی سمجھتی تھی اور اس لئے اسے یونان سے باہر جانے کی اجازت بھی نہیں مل سکتی تھی ایسے شخص کو اطالوی سفیر اطالیہ سے گذرنے اور فرانسیسی سفیر فرانس میں داخل ہونے کا اجازت نامہ بھی نہیں دے سکتا تھا ان حالات میں اس مزدور کی یہ خواہش پوری ہونے کی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ لیکن اتنے میں کسی گوشہ میں مزدوروں کا ایک گروہ اکٹھا ہو جاتا تھا اور سفر خرچ کے لئے روپیہ جمع کر کے پیرس کی نمائش دیکھنے کے لئے ایک مشترکہ اجازت نامہ جاری کئے جانے کی درخواست کرتا تھا۔ اس درخواست کے جواب میں وہ لوگ ایک ایسی سرکاری سند حاصل کر لیتے تھے جس میں تحریر ہوتا تھا کہ "حکومت کو انہیں نمائش دیکھنے کے لئے پیرس جانے کی اجازت دینے میں کوئی اعتراض نہیں" اس کے بعد اجازت نامہ میں لکھے ہوئے وہ نام جنھیں پولیس مشتبہ

تصور کرتی تھی پر اسرار طریقہ پر غائب ہو جاتے تھے اور ان کی جگہ وہ نام لکھے ہوئے نظر آتے تھے جن پر کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ پھر اسی پر اسرار طریقہ پر اطالوی اور فرانسیسی سفارت خانوں سے بھی اجازت نامے حاصل کر لئے جاتے تھے اور یہ گروہ، یہ لوگ نہ صرف سفر ہی کے لئے روانہ ہو جاتے تھے بلکہ ان میں سے بیشتر پیرس پہونچنے میں کامیاب بھی ہوتے تھے۔

مگر پیرس پہونچنے کے بعد ان کی مشکلات ختم نہیں ہو جاتی تھیں۔ ایک یونانی مزدور کے پروانۂ راہداری کی کوئی وقعت نہیں ہوتی اور کوئی شخص اسے لے کر ہسپانیہ کی سرحد کو عبور نہیں کر سکتا۔ اس لئے ان لوگوں کو نئے پروانہ ہائے راہداری دئیے جاتے تھے حالانکہ پیرس کی پولیس ان باتوں کی تفتیش میں سرگرداں رہتی تھی۔ یہ نئے اجازت نامے کہاں سے آتے تھے ان پر فرانسیسی حکومت کی اصلی مہریں کس طرح ثبت ہوتی تھیں اور پرانے پروانہ ہائے راہداری کہاں چلے جاتے تھے؟ ان تمام باتوں کا تعلق ٹیٹو کے ریلوے نظام ہی کے ساتھ تھا۔

دو مثالیں

مجھے ٹیٹو کے 'ریلوے نظام' کو سمجھنے کا جس قدر موقعہ ملا میں اسی قدر زیادہ اس کی تعریف پر مجبور ہوتا گیا۔ آئیوان کا معاملہ ریلوے نظام

کے نقطۂ نظر سے صدہا آسان معاملات میں سے ایک تھا۔ اکثر اوقات مارسلیز کی بندرگاہ میں چینی جہاز آکر لنگر انداز ہوا کرتے تھے اور ان کے مسافروں نیز عملہ کے ارکان کو چینی ہی کی حیثیت سے سرکاری کاغذات میں درج کیا جاتا تھا لیکن ان میں سے ایک شخص بھی چین کا باشندہ نہ ہوتا تھا اور کوئی پوشیدہ قوت اس بات پر نظر رکھتی تھی کہ بندرگاہ کے حکام اس امر پر غور بھی نہ کریں کہ ان لوگوں میں سے کوئی شخص نہ تو چینی زبان میں گفتگو کرتا ہے اور نہ ان میں ایشیائی باشندوں کی کوئی خصوصیت یا علامت موجود ہے۔ اور وہی پوشیدہ قوت اس بات کا بھی خیال رکھتی تھی کہ کسی ایسے جہاز کے متعلق جس میں دوسو مسافر اور عملہ کے ساٹھ افراد آئے ہوں لیکن جس کے عملہ میں روانگی کے وقت صرف بیس اشخاص رہ گئے ہوں کوئی اعتراض نہ کیا جائے۔

مجھے یاد ہے کہ ایک موقعہ پر ٹیٹو کی اس خفیہ انجمن نے ایک ایسا کارنامہ انجام دیا تھا جس کی نظیر خود اس کے کارناموں میں بھی دستیاب ہونی دشوار ہے۔ جزیرہ نمائے بلقان کی ایک ریاست سے پچاس رضاکاروں کا ایک گروہ فرانس آیا تھا۔ ان رضاکاروں کے تمام کاغذات مصدقہ تھے اور چھ باوردی افسران کے ہمراہ تھے۔ رضاکاروں کا یہ دستہ ہسپانیہ جارہا تھا لیکن جنرل فرانکو کی امداد کے لئے۔ دستہ کا اعلیٰ افسر ٹیٹو کا ساتھی تھا اور پانچ افسروں کے علاوہ تمام رضاکار اس بہانہ سے جمہوریہ ہسپانیہ کی امداد کے لئے جارہے تھے۔ پیرس

میں داخل ہوتے ہی دستہ کے اعلیٰ افسر نے پوشیدہ طور پر ٹیٹو کے ساتھ ملاقات کی اور چند روز کے بعد یہ دستہ کئی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں تقسیم ہو کر ہسپانیہ روانہ ہو گیا۔ ایک ہفتہ کے بعد یہ سب لوگ فرانس کی سرحد کے پار ہسپانیہ کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں جمع ہوئے لیکن اب ان کے ساتھ وہ پانچ فاشی افسر نہیں تھے۔

واقعہ یہ تھا کہ ٹیٹو کا ایک رفیق کار کئی ماہ تک ایک پکے فاشی کی حیثیت سے ایک بلقانی ریاست میں مقیم رہا۔ اس عرصہ میں اس نے پچاس رضا کار جمع کئے جن میں سے ہر ایک کو اپنی منزل مقصود کا علم تھا لیکن بظاہر وہ فرانکو کی امداد کے لئے ہسپانیہ جا رہے تھے۔ اس ملک کی فاشی حکومت نے اپنے پانچ افسر بھی ان رضا کاروں کے ساتھ کر دیئے۔ اور چھپن ۵۶ آدمیوں کا یہ دستہ فاشی رضا کاروں کے ایک دستہ کی طرح فرانس میں داخل ہوا۔ اور اس کے بعد سب لوگ اپنی منزل مقصود پر پہونچ گئے۔ رضا کار جمہوریہ ہسپانیہ کی حدود میں اور پانچوں فاشی افسر قید خانہ میں، جہاں پہونچنے کا انہیں شبہ تک بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

ان مثالوں کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ ٹیٹو کی قائم کی ہوئی یہ جماعت بہترین طریقہ پر منظم اور بہترین کارکنوں پر مشتمل تھی۔

ٹیٹو کی قابلیت

ہسپانیہ کی خانہ جنگی کے زمانہ میں ٹیٹو کو جو تجربات حاصل ہوئے تھے

انہیں کی بدولت وہ اس بات سے واقف ہو سکا کہ عوام کی تحریکات کو کس طرح منظم کرنا اور چلانا چاہیئے۔ ٹیٹو کے قائم کئے ہوئے "ریلوے نظام" کو جو نمایاں کامیابی حاصل ہوئی تھی اس کی وجہ سے اسے ہسپانیہ میں انٹر نیشنل بریگیڈ کے جنرل اسٹاف کا رکن مقرر کر دیا گیا تھا لیکن اس تقرر کے بعد بھی، فرانس اور یورپ کے دوسرے ملکوں میں جمہوریہ ہسپانیہ کی حمایت میں اس کی شروع کی ہوئی تحریک اس کی دماغی قابلیت کی بدولت کامیاب ہوتی رہی۔ اس میں شبہ نہیں کہ انٹر نیشنل بریگیڈ کے کمانڈروں اور سپاہیوں کی فنی قابلیت، ہمت، بہادری اور کامیابیوں نے اس جماعت کو ایک ممتاز جنگ آزما جماعت بنا دیا تھا لیکن جہاں تک ہسپانیہ کے اندر اور ہسپانیہ سے باہر اس کی تنظیم اور استحکام کا تعلق تھا اسے بجائے خود ایک کامیابی کہنا چاہیئے اور اس کامیابی کا اگر تمام نہیں تو بیشتر انحصار ٹیٹو کی قابلیت پر تھا۔

اہم مکالمہ

ہسپانیہ کی خانہ جنگی کے زمانہ ہی میں ایک مرتبہ ہسپانیہ کی کمیونسٹ پارٹی کے سکرٹری کامریڈ ڈائسز نے ٹیٹو سے کہا تھا "ایک بات میرے لئے ہمیشہ پریشانی کا باعث بنی رہتی ہے اور وہ بات ہم سے (ہسپانیہ) نہیں بلکہ آپ سے (جزیرہ نمائے بلقان) تعلق رکھتی ہے یعنی آپ کے بلقانی رضا کاروں کا معاملہ" اِن کے متعلق تو آپ کی رائے ہمیشہ یہ رہی کہ وہ بہت اچھے رضا کار رہیں۔"

ٹیٹو نے جو ڈائنز کی رائے کو بہت اہمیت دیتا تھا اس کی اس بات کو بغور سنتے ہوئے کہا۔

"بلاشبہہ" ڈائنز نے جواب دیا" وہ بہت ہی اچھے رضا کار ہیں اور میرا خیال ہے کہ آپ اپنی تحریک میں شامل بہترین آدمیوں کو ہماری امداد کے لئے یہاں لے آئے ہیں"۔

ٹیٹو مسکرایا۔

"لیکن ایک وقت آئیگا جب آپ کو اپنے ملک کے لئے بھی ان لوگوں کی ضرورت محسوس ہو گی، ان میں سے ہر شخص بجائے خود ایک رہنما کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ بات مناسب نہیں معلوم ہوتی کہ ہم انہیں ہسپانیہ کے فائدہ کیلئے استعمال کرتے جارہے ہیں"۔

ٹیٹو نے اس گفتگو کا جو جواب دیا اس نے ڈائنز کو نہ صرف متاثر ہی کیا بلکہ مجھے یقین ہے کہ وہ اسے عرصہ دراز تک فراموش بھی نہ کر سکے گا ٹیٹو نے کہا

"آپ لوگ جو مغربی یورپ میں آباد ہیں ہم، بلقان کے باشندوں کے متعلق عجیب و غریب رائیں رکھتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ہم لوگ ۔ مثال کے طور پر یوگوسلاویہ ہی کو لے لیجئے ۔ سیدھے سادے اور بے تکلف واقع ہوئے ہیں۔ ہم کسان اور مزدور ہیں اور ہماری تعلیم و تمدن کو آپ کی تعلیم و تمدن کے مقابلہ میں ہیچ سمجھا جا سکتا ہے لیکن میرے دوست! مستقبل میں برپا ہونے والی جدوجہد خواہ وہ ہمارے ملک ہی میں کیوں نہ برپا ہو ان ہی لوگوں کی ہمت و جرأت سے فتح و کامرانی

کی منزل تک پہونچ سکے گی۔ اور ہمارے یہاں اس قسم کے لاکھوں افراد موجود ہیں۔ آپ کو اس بات کا افسوس ہے کہ ہمارے بہترین افراد بکثرت ہسپانیہ آکر اپنی جان دے رہے ہیں لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جو لوگ ابھی تک یہاں نہیں آئے وہ ان آنے والوں سے کسی طرح کم نہیں۔ اور ہماری قوت کا راز بھی یہی ہے ہمارے رہنما بھی ہماری ہی طرح سیدھے سادے افراد ہیں۔ جب کوئی شخص اپنا فرض ادا کرتے ہوئے مرجاتا ہے تو اس کی جگہ لینے کیلئے سو آدمی آگے بڑھتے ہیں۔ ہسپانیہ میں ہمیں کتنا ہی جانی نقصان کیوں نہ برداشت کرنا پڑے۔ لیکن مجھے اپنے ملک کے مستقبل کے متعلق ذرہ برابر بھی شبہہ نہیں جب وقت آئے گا تو عوام کے رہنما بھی انہیں کی صفوں میں سے نکل آئیں گے۔ ہماری قوت کا ذخیرہ کبھی ختم نہیں ہو سکتا"

ٹیٹو نے ڈائنز کو جو جواب دیا وہ محض دلچسپ ہی نہیں بلکہ الہامی بھی معلوم ہوتا ہے اور اس کے الہامی ہونے کی تصدیق، فاشی غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے یوگوسلاویہ آزادی کے راستہ پر چلنے والے یوگوسلاویہ، ٹیٹو کے عزیز وطن، یوگوسلاویہ اور ہر محب وطن یوگوسلاوی کے یوگوسلاویہ میں پیش آنے والے واقعات سے ہو سکتی ہے۔

تیسرا باب

فرار

ٹیٹو کا گاؤں

زغراب کے نواحی ضلع زغوری میں کلینٹس ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ لیکن اسے یوگوسلاوی دیہات، یا کروشیا میں آباد بلقانی مواضعات یا پھر زغراب کی نواحی دیہاتی بستیوں کا نمونہ نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ زغراب کے گرد وپیش یا مغرب میں واقع دیہات، اس کے مشرقی دیہات کے مقابلہ میں زیادہ خوش حال اور ترقی پذیر نظر آتے ہیں۔ یہ دیہات وسطی یورپ کے نزدیک واقع ہوئے ہیں اس لئے مشرقی دیہات کے باشندوں کے مقابلہ میں جہاں ابھی تک قدامت اور افلاس وجہالت کا اثر غالب ہے یہاں کے کسانوں کی زندگی کا معیار اور زاویہ نگاہ زیادہ بلند اور وسیع ہو گیا ہے۔ جغرافیائی اور ذہنی اعتبار سے مغربی کروشیا اور سالوینیا وسطی یورپ سے زیادہ قریب ہیں اور اسی لئے وہاں کے باشندے اپنے مشرقی بھائیوں کے مقابلہ میں زیادہ مہذب اور متمدن ہونے کے دعویدار رہیں۔

15496

ٹیٹو اٹھارہویں صدی کی آخری دہائی کے آغاز میں اسی موضع کلینٹس میں پیدا ہوا تھا۔ اس کا خاندان ضلع کے دوسرے خاندانوں سے بھی غریب تر تھا۔ اس کا باپ برونز کلینٹس میں لوہار تھا اور اسے اپنے کئی بچوں کے علاوہ اپنے والدین کی کفالت کا بار بھی برداشت کرنا پڑتا تھا۔ جس کی وجہ سے اس کے مالی حالات ہمیشہ خراب رہتے تھے۔

بچپن

ٹیٹو کا بچپن انتہائی افلاس میں بسر ہوا تھا یا صحیح تر الفاظ میں یہ کہنا چاہئے کہ اس کا بچپن بلقانی افلاس میں بسر ہوا تھا جو افلاس و غربت کے عام مفہوم سے بدتر مفہوم کا حامل ہوتا ہے اور جس کی گرفت میں آجانے کے بعد کوئی غیر معمولی طور پر سخت جان انسان ہی زندہ رہ سکتا ہے لیکن ٹیٹو زندہ رہا۔ وہ ایک سخت جان انسان واقع ہوا تھا۔ جب کسی بچّہ کو اس کی پیدائش کے پہلے ہی سال میں بھی طبی امداد اور مناسب غذا نہ مل سکے تو بعض حالات میں خود اس کا جسم مدافعت اور نشو نما کے اسباب فراہم کر دیتا ہے۔ ٹیٹو کے ساتھ بھی یہی واقعہ پیش آیا اور وہ کبھی ایک دن کے لئے بھی بیمار نہیں ہوا۔ اس کے بچپن میں اسے دیکھنے والے لوگ کہتے ہیں کہ پھٹے ہوئے کپڑوں میں ملبوس اور بھوکا رہنے کے باوجود وہ کامل طور پر تندرست اور خوش مزاج واقع ہوا تھا اور اپنی طبعی شرارت پسندی کے اظہار کے لئے موقع کی تلاش کرتا رہتا تھا۔

تعلیم

ٹیٹو کے متعلق اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ اسے کسی مدرسہ میں کب داخل کیا گیا اور اس نے کہاں تک تعلیم پائی لیکن اس میں شبہہ نہیں کہ اسے مدرسہ میں داخل کیا گیا تھا۔ اور مدرس اس کی شرارتوں سے ہمیشہ تنگ رہتا تھا۔ کلینٹس ایسے چھوٹے سے گاؤں میں ہر شخص ایک دوسرے ہی سے نہیں بلکہ ایک دوسرے کے حالات سے بھی اچھی طرح واقف تھا۔ اور سب کے ساتھ ٹیٹو کا باپ بروز بھی ان شکایات سے بے خبر نہیں تھا جو استاد کو اس کے شریر بیٹے ٹیٹو کے خلاف پیدا ہوتی رہتی تھیں۔ لیکن اس سلسلہ میں وہ اپنے شانوں کو جنبش دے کر ہمیشہ بے توجہی کے ساتھ کہہ دیا کرتا تھا کہ

"میں تو ہمیشہ ہی کہتا رہا ہوں کہ یہ لڑکا مدرسہ میں کسی قسم کی کامیابی حاصل نہیں کر سکتا ۔۔۔ اب میں کیا کروں ؟"

ان باتوں اور استاد کے ساتھ مسلسل کشمکش کے باوجود ٹیٹو نے مدرسہ میں پہلے چار سال کا زمانہ گذار دیا لیکن اس طرح کہ اس زمانہ کا بیشتر حصہ جماعت کے کمرہ سے باہر رہ کر اور کچھ وقت اس سزا کے طور پر ایک گوشہ میں کھڑے ہو کر جو ہر قسم کی شرارتوں کے لئے مقرر تھی وہ کبھی مدرسہ کا کام گھر پر انجام نہیں دیتا تھا۔ اور اگرچہ اس کے تمام دوست عمر میں اس سے بڑے تھے لیکن وہ ہمیشہ ان کے تمام کھیلوں اور جھگڑوں

میں شریک ہونے پر مصر رہنا تھا جس کی وجہ سے اس کے جسم پر جگہ جگہ چوٹوں کے نشانات پڑ گئے تھے۔ جب کبھی ٹیٹو زخموں سے چور چور اور خون میں شرابور گھر واپس آتا تھا تو اس کے باپ بروز کو ذرا بھی تعجب نہ ہوتا تھا۔ ٹیٹو کے جسم پر آج بھی طالب علمی کے زمانہ کے زخموں کے نشانات موجود ہیں، جن کے متعلق چالیس برس بعد ہسپانیہ میں ایک مرتبہ میں نے ازراہ تمسخر کہا تھا کہ

یہ زخم نہیں بلکہ میرے انقلابی جذبہ کی بدولت حاصل شدہ تمغے ہیں۔

دوکان پر

رفتہ رفتہ ٹیٹو کا باپ اس نتیجہ پر پہونچا کہ وہ مدرسہ میں تعلیم پانے کے بجائے اپنا وقت ضائع کر رہا ہے اور اگر اسے دوکان پر کام میں لگا لیا جائے تو نہ صرف اس کی شرارتوں ہی سے نجات مل جائے گی بلکہ اس کی موجودگی کاروبار کے لئے بھی مفید ہوگی۔ چنانچہ ابھی ٹیٹو گیارہ ہی سال کا تھا کہ اسے مدرسہ چھوڑ دینا پڑا۔ اس زمانہ میں بروز کو امداد کی شدید ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ اس طرح ٹیٹو نے اپنی زندگی کی سخت ترین منزلوں میں سے ایک منزل میں قدم رکھا اور اگرچہ دوکان میں کچھ زیادہ کام نہیں تھا مگر ایک گیارہ سالہ بچہ کے لئے یہ تھوڑا سا کام بھی بہت سخت اور دشوار ثابت ہونا ایک قدرتی بات تھی پھر

بھی اس نے اس سلسلہ میں کبھی کوئی شکایت نہیں کی۔ اصل مصیبت یہ تھی کہ صبح سے شام تک، کسی وقفہ کے بغیر اسے مسلسل کام کرنا پڑتا تھا یا صحیح تر الفاظ میں اس طرح سمجھنا چاہیئے کہ اسے تمام دن دوکان سے باہر جانے کی اجازت نہ دی جاتی تھی اور اس کے لئے یہ تصور ہی نہیں بلکہ یقین سخت پریشان کن تھا کہ وہ تو دوکان میں ایک قیدی کی حیثیت سے محنت کر رہا ہے اور دوسرے لڑکے اس کے بغیر ہی کھیلنے کودنے اور لڑنے جھگڑنے میں مصروف ہیں۔

نئی دلچسپیاں

دوکان پر کام کرتے ہوئے ٹیٹو کو چھ سال گذر گئے۔ اس عرصہ میں اگرچہ اسے اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ رہنے کا موقعہ نہیں ملا لیکن اس کے لئے دلچسپی کی نئی نئی راہیں بھی پیدا ہو گئیں کبھی کبھی بروز کی دوکان کے سامنے ایسی خوبصورت گاڑیاں جن میں شاندار اور چیست گھوڑے جتے ہوئے ہوتے تھے۔ گھوڑوں کی نعل بندی یا مرمت کے لئے آکر ٹھیرا کرتی تھیں۔ ایسے موقعوں پر اسے مسافروں کے لئے پانی کا ڈول بھر کر لانے کے لئے بھیج دیا جاتا تھا اور اس کام سے فارغ ہونے کے بعد وہ انہیں حیرت کے ساتھ دیکھتا رہتا تھا۔

یہ اجنبی مسافر اس کے گاؤں سے باہر آباد دنیا سے آیا کرتے تھے اس دنیا سے جس کے متعلق ٹیٹو کا علم محض اس کے تصورات ہی پر محمول

تھا۔ بڑے بڑے شہروں، خوبصورت مکانات اور عجیب وغریب ایجادات کی دنیا۔ ان مسافروں میں سے اکثر نے ریل گاڑیوں میں سفر کیا تھا، وہ اچھے لباس میں ملبوس اور مطمئن نظر آتے تھے اور ان کے ساتھ کھانے کی چیزوں اور شراب کی بوتلوں سے بھری ہوئی بید کی ٹوکریاں ہوتی تھیں۔ جب کبھی اس قسم کا کوئی مسافر دوکان کے سامنے آکر ٹھیرتا تھا تو بروزکی خوشی کی حد نہ رہتی تھی اس کا قول تھا کہ یہ لوگ اجرت دینے میں بے حد فیاض ہوتے ہیں اور ان میں سے ایک ایک شخص اس قدر معاوضہ دے جاتا ہے جس قدر مقامی طور پر ہفتہ بھر کام کرنے سے بھی حاصل نہیں ہوتا۔

پہلا سکہ

ٹیٹو کو اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ انہیں مسافروں کی بدولت کچھ رقم پس انداز کرنے کا موقعہ نصیب ہوا ایک مرتبہ کسی مسافر نے "بخشش" کے طور پر اس کی طرف ایک چھوٹا سا سکہ پھینک دیا ٹیٹو روپیہ پیسے کی اہمیت سے بے خبر نہیں تھا۔ اور اسے اپنے باپ کی یہ بات — جو وہ ہمیشہ کہا کرتا تھا — ہمیشہ یاد رہتی تھی کہ — روپیہ کے بغیر کوئی شخص بھی زندہ نہیں رہ سکتا — اسی مالی معاملات میں دخل دینے کا موقعہ بھی ملا تھا کیونکہ ایک مرتبہ اس کے باپ نے اسے اپنے ایک خوش حال ہمسایہ کے یہاں اجرت کی رقم وصول

کرنے کے لئے بھیجا تھا اور اسے تنبیہ کر دی تھی کہ ـــــ اگر رقم کا کوئی جزو بھی راستہ میں کھو یا گیا تو اس کا سر ہتوڑے سے پاش پاش کر دیا جائے گا ـــــ اس موقعہ پر اس نے وصول کی ہوئی رقم جلدی سے اپنے باپ کے حوالہ کرنے کے بعد اطمینان کا سانس لیا تھا۔ اور وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کے باپ کی نظر میں روپیہ کی کتنی وقعت ہے پھر بھی اپنی ذات کے لئے روپیہ پیسہ کی حقیقی قدر و قیمت اسے اس وقت محسوس ہوئی جب پہلی مرتبہ ایک چھوٹا سا سکّہ اس کے قبضہ میں آیا۔

اس پہلے سکّہ پر قابض ہونے کے بعد فوراً اسے یہ خیال آیا کہ۔ ـــــ یہ میرے لئے بے کار ہے اور مجھے اسے اپنے باپ کے حوالہ کر دینا چاہیئے کیونکہ اگر میں کوئی چیز خریدنے کے لئے جاؤں تو میرے باپ کو اس کا علم ہو جائے گا۔ دیہات میں رہنے والے بچّوں کی جیب میں روپیہ پیسہ کا کیا کام؟ وہ ناراض ہو گا۔ یہ دریافت کرے گا کہ اسے یہ سکہ کس طرح ملا اور جو کچھ میں کہوں گا اسے اس پر یقین نہ آئے گا۔ اس لئے یہ سکّہ باپ ہی کو دیدینا چاہیئے ـــــ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود اُس نے اسے اپنے ہی پاس رکھا۔

اسی وقت ٹیٹو کے ذہن میں، دوکان کے سامنے آکر رکنے والی شاندار گاڑی، اس کے خوبصورت گھوڑوں، گاڑی میں سوار خوش پوش اور خوش حال مسافروں اور اس شہر کا تصوّر قائم ہو گیا جہاں

وہ رہتے تھے۔ وہ اس بیرونی دنیا کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا خواہشمند تھا اس نے خیال کیا کہ مجھے کیوں کوشش نہ کرنی چاہیئے؟ وہ گاؤں کی زندگی اور لوہارے کے کام کو ناپسند کرتا تھا اور اگرچہ وہ کبھی اپنی افسردگی کے حقیقی سبب سے واقف نہ ہو سکا تھا۔ لیکن اس میں شبہ نہیں کہ اس کی وقتاً فوقتاً افسردگی کا سبب یہی ناپسندیدہ ماحول تھا۔ اور اس کی حالت اس پرندہ جیسی تھی جسے پنجرہ میں بند کر دیا گیا ہو۔ اس وقت سے اس کی تمام تر توجہ اور قوت اس سوال کو حل کرنے پر مرکوز ہو گئی کہ اسے اس قفس سے کس طرح نجات اور آزادی حاصل ہو سکتی ہے۔

سیب کا درخت

وقت گذرتا گیا' بروز کی دوکان پر مسافر آتے رہے اور ٹیٹو کے نقطۂ نظر سے یہ پر اسرار مسافر اسے بخشش کے طور پر چھوٹے چھوٹے سکّے دیتے رہے حتیٰ کہ ٹیٹو کے لئے انہیں جیب میں لئے لئے پھرنا دشوار ہو گیا۔
گھر کے صحن میں سیب کا ایک درخت تھا' ٹیٹو نے اس درخت کے نیچے زمین میں ایک گڑھا کھودا اور تمام سکّے اس میں دفن کر دیئے اسے یقین تھا کہ اس جگہ اس کی جمع کی ہوئی دولت پر کسی کی نظر نہ پڑ سکے گی۔ اور اس کا یہ خیال درست تھا۔
مہینے ہی نہیں بلکہ سال گذر گئے اور وقت کے ساتھ ٹیٹو کا یہ پہلا

اور آخری سرمایہ بھی بڑھتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ سیب کے درخت کے نیچے کھودے ہوئے گڑھے میں، چھوٹے چھوٹے سکوں کا ایک چھوٹا سا انبار جمع ہو گیا۔ اب اس کی خواہش کی تکمیل کا وقت آ گیا تھا۔

روانگی

ٹیٹو اپنے باپ بروز کے آنے سے پہلے ہی دوکان کو صاف کرنے کے لئے گھر سے چلا آیا کرتا تھا لیکن موسم گرما میں ایک روز وہ دوکان پر آنے کی بجائے علی الصبح پیدل شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کی پشت پر پڑے ہوئے جھولے میں چند روٹیاں، جوتوں کا وہ جوڑا جسے وہ چھٹیوں اور سردی کے دنوں میں پہنا کرتا تھا، ایک کوٹ اور اس کے جمع کئے ہوئے سکّے تھے۔ وہ عجیب و غریب سکّے جن کی بدولت نئی دنیا میں اسے زندگی کی نئی راہیں پیدا ہونیکی توقع تھی۔

تقریباً ایک گھنٹہ تک چلتے رہنے کے بعد وہ ٹھیرا اور اپنے گاؤں کلینٹس پر رخصتی نظر ڈالی اس نے خیال کیا کہ ——— اس وقت تک میرا باپ دوکان پر پہونچ گیا ہوگا اور مجھے وہاں موجود نہ پاکر آوازیں دے رہا ہوگا۔ اسے تعجب ہوگا کہ ٹیٹو کہاں چلا گیا ہے لیکن وہ میرے چلے آنے کا گمان بھی نہیں کرسکتا ——— یہ سوچتے ہوئے بلا ارادہ اس کی رفتار تیز تر ہو گئی اور اس کے جسم میں اطمینان اور شگفتگی کی ایک لہر سی دوڑ گئی۔

شہر

آخرکار ٹیٹو شہر میں پہونچ گیا۔ اب وہ خود مختار تھا اور اختیار و آزادی کا یہ احساس اسے بے حد مسرور بنا رہا تھا۔ اب دنیا کی وسعتیں اس کے روبرو تھیں اور کامیابی اس کے قدم چومنے کے لیے تیار تھی۔ اس نے شہر کی بلند عمارتوں کی طرف نظر اٹھائی اور اسے یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ ان کی تین تین منزلیں ہیں لیکن اسی وقت اسے سمندر کے پار واقع اس ملک کا خیال آیا جہاں —— اس کے چچا کا ایک رشتہ دار بھائی رہا کرتا تھا۔ اس ملک کے لوگ ان سہ منزلہ مکانات سے بھی بلند تر عمارتیں بناتے ہیں۔ طاقتور گاڑیاں ایک شہر سے دوسرے شہر تک دوڑتی رہتی ہیں جنھیں کھینچنے کے لئے گھوڑوں کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ وہ خود بخود چلتی ہیں۔ بڑے بڑے جہاز سمندر کی سطح کو چیرتے ہوئے ہزاروں میل کا سفر طے کرتے ہیں اور اسی قسم کے ایک جہاز میں اس کے چچا کا رشتہ دار بھائی امریکہ سے اپنے وطن واپس آیا تھا۔ ان جہازوں میں ہزارہا انسان سفر کرتے ہیں اور ایک ایک جہاز میں اس کے گاؤں کلینٹس کے باشندوں سے بھی زیادہ لوگ ہوتے ہیں —— ٹیٹو اس نتیجہ پر پہونچا کہ یہ تمام باتیں اس سحر کی بدولت ظہور میں آتی ہیں جس کا نام مشین ہے اور جس کے طفیل میں آج انسان زندگی کی اس منزل میں پہونچ گیا ہے جس کا ذکر الف لیلہ کی کہانیوں میں سُنا جاتا تھا۔

ٹیٹو ایک نئی دنیا اور نئی زندگی کا تصور کر رہا تھا۔ اس نے خیال کیا کہ
—— کچھ عرصہ کے بعد ایک دن آئے گا کہ جب میرا باپ اور کلینٹس میں
رہنے والے میرے باپ کے تمام دوست میرے کارناموں سے واقف
ہو کر تعجب کریں گے۔ میں ایک خوبصورت گاڑی میں سوار ہو کر اپنے
گھر جاؤں گا سب لوگ، گاؤں کے تمام باشندے میرے استقبال کے
لئے دوکان کے سامنے جمع ہوں گے اور میں اُن کے روبرو اس دنیا
کی عجیب و غریب باتیں بیان کروں گا جسے انہوں نے کبھی نہیں دیکھا۔
—— اس کی رفتار پھر تیز ہو گئی گویا کہ وہ اپنے تصور میں آباد کی ہوئی
دنیا میں جلد از جلد پہونچ جانے کا خواہش مند تھا۔

چوتھا باب

گاؤں اور شہر

شہر میں آنے کے چند ہی روز بعد ٹیٹو پر یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ اسکا وہ سرمایہ جسے پس انداز کرنے میں برسوں صرف ہوئے تھے اور جس کے بھروسہ پر وہ اپنے لئے ایک نئی دنیا بسانا اور نئی زندگی بسر کرنا چاہتا تھا چند ہفتوں سے زیادہ کفایت نہ کر سکے گا۔ اب اسے روپیہ کی قدر و قیمت معلوم ہوئی۔ اپنے گاؤں کلنیٹس میں ٹیٹو کو سخت محنت تو ضرور کرنی پڑتی تھی لیکن اسے کھانا بھی مل جاتا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ کبھی کبھی یہ کھانا اس کے لئے کفایت نہ کرتا تھا۔ لیکن ایک شخص دیہات میں بھوکا تو رہ سکتا ہے لیکن بھوک سے مر نہیں سکتا۔

زغراب میں کھانے ہی کی نہیں بلکہ ہر شے کی قیمت ادا کرنی پڑتی تھی۔ مقامی سرائے کے اصطبل پر واقع نیم تاریک، ہوا سے محروم اور غلیظ کمرہ میں میلے کچیلے بستر پر سونے کا معاوضہ بنیر بے ذائقہ اور نیم گرم کافی

اور روٹی کے چند خشک ٹکڑوں کی قیمت جسے ناشتہ کہا جاتا تھا! ٹیٹو کو دوپہر اور رات کے کھانے کے لئے اپنے دس دس قیمتی سکوں سے محروم ہونا پڑتا تھا اور ایک دن بعافیت گزر جانے کے بعد دوسرے دن کی فکر دامنگیر ہو جاتی تھی۔

تہی دستی

ایک رات کو جب ٹیٹو کھانے کی قیمت ادا کر رہا تھا اسے معلوم ہوا کہ اس کی تھیلی خالی ہو چکی ہے سرائے کا مالک اس غلیظ اور کھٹملوں سے پُر کمرہ میں بمشکل تمام رات بسر کرنے کا معاوضہ پیشگی وصول کر لیا کرتا تھا اور چونکہ ٹیٹو اس رات کو معاوضہ ادا کرنے سے قاصر تھا اس لئے اسے سرائے سے نکال دیا گیا۔

ٹیٹو اب بالکل تہی دست تھا اور زغراب ایسے بڑے شہر میں اسکا کوئی واقف کار بھی نہیں تھا وہ سرائے سے نکل کر اسٹیشن کی طرف چل دیا۔ شاید اس خیال سے کہ وہاں کی چہل پہل سے لطف اندوز ہونے کے لئے اسے کوئی قیمت ادا نہ کرنی پڑے گی۔ وہ آنے جانے والی گاڑیوں کو دیکھ سکے گا۔ انجنوں کی شی شی کی آواز سن سکے گا اور گاڑیوں میں سفر کرنے والے لوگوں کی نئی نئی صورتیں دیکھتے دیکھتے رات بسر کرلے گا چند روز قبل اسٹیشن ہی پر اسے اس کے گاؤں کے دو آدمی بھی نظر آئے تھے اور اسے خیال تھا کہ اسٹیشن پر بے شمار نئے اور ناواقف لوگوں

کے درمیان کبھی کبھی کوئی واقف کار شخص بھی نظر آجاتا ہے۔
ٹیٹو اسٹیشن کے سامنے سڑک کو عبور کر رہا تھا کہ اس نے کسی شخص کو کہتے ہوئے سنا
"کیوں بھائی! تم اس وقت کہاں جارہے ہو؟"
"اسٹیشن پر!" ٹیٹو نے فوراً جواب دیا "ایک دوست سے ملنے کے لئے!" لیکن فوراً ہی اسے محسوس ہوا کہ اس کا جواب خود اسے بھی مطمئن نہیں کر سکتا۔ اس کے روبرو دو کسان کھڑے ہوئے اسے ہمدردانہ نظر سے دیکھ رہے تھے
"تمہیں وہ مکان نظر آرہا ہے؟" ایک شخص نے ٹیٹو کیطرف دیکھ کر، سڑک کی دوسری طرف واقع ایک وسیع اور نامکمل عمارت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا "ہم اسی مکان میں کام کرتے ہیں۔ ٹھیکیدار اسے موسم خزاں کی آمد سے پہلے ہی مکمل کرا دینے کا خواہش مند ہے اور اسے مزدوروں کی ضرورت ہے۔ اگر تم بے کار ہو تو یہاں ہمارے ساتھ کام کرنے کے لئے کیوں نہیں آجاتے؟ یہاں مزدوری تو کام ختم ہونے پر دی جاتی ہے لیکن تمہیں کھانا مفت ضرور ملتا رہے گا۔"
"میں بیکار نہیں بلکہ اپنے اسی دوست کے ساتھ کام کرتا ہوں جس سے ملنے کیلئے اسٹیشن جارہا ہوں۔" ٹیٹو نے آہستہ سے جواب دیا ــــــ لیکن

جب اس سے اس جگہ کا پتہ دریافت کیا گیا جہاں وہ کام کرتا تھا تو
اُسے خاموش ہو جانا پڑا اور اسے خاموش پا کر ایک شخص نے کہا
"اس عمارت کو اچھی طرح پہچان لو۔ ممکن ہے کہ کبھی تمہیں یہاں
آنے کی ضرورت پڑ جائے۔ یہاں تمہیں ہر وقت کام مل سکتا ہے۔"
ٹیٹو نے اس جگہ کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیا۔ چاند کی روشنی میں عجلت
تمام بنائے ہوئے چوبی جنگلہ کے درمیان جیسے راہ گیروں کی مداخلت
مسدود کرنے کے لئے بنایا گیا تھا یہ وسیع عمارت بالکل سنسان اور
غیر آباد معلوم ہوتی تھی۔ احاطہ کا دروازہ بند تھا اور یہ بات ظاہر تھی
کہ اس عمارت میں رہنے والے مزدور سو گئے ہیں۔

ٹیٹو نے تمام رات سڑکوں پر گھومتے رہنے کا ارادہ کیا تھا اور وہ
دو تین گھنٹہ گھومتا بھی رہا لیکن وہ اس نامکمل عمارت سے بہت دور
نہ جا سکا۔ اس نامکمل عمارت سے دور چور رات کی تاریکی میں کسی زیر
تعمیر وسیع عمارت کے بجائے ایک کھنڈر معلوم ہوتی تھی اور جس کا
تاریک سایہ دیکھنے والے کو خوف زدہ کر دیتا تھا۔

صبح کے وقت جب اس عمارت میں کام کرنے والے مزدور بیدار
ہوئے تو انہوں دیکھا کہ ٹیٹو اپنی خالی ہتھیلی کو مٹھی میں دبائے جنگلے کے
باہر پڑا ہوا بے خبر سو رہا ہے۔ اور جب اسے بیدار کیا گیا تو اس نے محسوس
کیا کہ اب وہ اس عمارت کے دائرہ سے باہر نہیں نکل سکتا اور اسے
انہیں مزدوروں کے ساتھ مل کر کام کرنا پڑے گا۔

مزدور!

ٹیٹو مزدوروں میں شامل ہوگیا۔ زغراب میں یہ پہلی جگہ تھی جہاں اسے مزدور کی حیثیت سے کام کرنے کا موقعہ ملا۔ اسے یہ بات جتا دی گئی تھی کہ عمارتی مزدوروں کا کام بہت سخت ہے لیکن اسے انجام دینے میں ٹیٹو کو کوئی دشواری پیش نہ آئی اور وہ بہت جلد اس کا عادی ہوگیا۔ عمارت میں رہنے والے مزدور علی الصبح بیدار ہوکر پہلے ناشتہ کرتے تھے۔ اور اس کے بعد کام شروع کر دیتے تھے۔ ناشتہ کیوقت انہیں پیٹ بھر کر کھانا دیا جاتا تھا۔ دوپہر کو کھانا کھانے کی چھٹی ملتی تھی اور پھر شام تک کام کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ عمارت کی پہلی منزل مکمل ہو چکی تھی اور تمام مزدور اسی منزل میں سوتے تھے۔ کچھ لوگوں نے فرش پر کمبل بچھا رکھے تھے اور بعض ممتاز مزدوروں یعنی ان لوگوں نے جو گذشتہ کئی سال سے عمارتی مزدور کی حیثیت سے کام کرتے رہے تھے چوبی بنچوں پر کمبل بچھا کر سونے کے لئے جگہ بنا رکھی تھی۔ ان لوگوں کی تفریح کا واحد ذریعہ شام کا کھانا کھانے کے بعد سڑکوں پر ٹہلنا تھا لیکن بہت تھوڑی دیر کے لئے۔ کیونکہ اول تو دن بھر کی سخت محنت کے بعد وہ تھکے ہوئے ہوتے تھے دوسرے انہیں علی الصبح اٹھنا پڑتا تھا اور زیادہ عرصہ تک سیر و تفریح میں مشغول رہنے کے بعد ان کا ہر وقت بیدار ہو جانا بہت مشکل تھا۔ پھر اس حقیقت کو بھی نظر انداز

نہیں کیا جا سکتا کہ سیر و تفریح کے دوران میں اگر کوئی شخص چائے کی ایک پیالی، شربت یا سوڈا واٹر کا ایک گلاس یا پھر سگرٹ کا ایک پیکٹ بھی نہ خرید سکے تو اسے تفریح میں کوئی لطف حاصل نہیں ہو سکتا اور جہاں تک روپیہ پیسہ کا تعلق ہے پرانے اور تجربہ کار مزدوروں کے علاوہ سب لوگ اس سے محروم تھے۔ دوسرے نئے مزدوروں کی طرح ٹیٹو بھی بالکل تہی دست تھا اور چونکہ موسم خزاں سے پہلے اسے آمدنی کی کوئی توقع بھی نہیں تھی اس لئے اس نے وقتاً فوقتاً اسٹیشن پر جا کر ان ریل گاڑیوں کو جو کبھی اس کے لئے بے حد دلچسپی کا موجب تھیں دیکھتے رہنا ہی تفریح کا واحد ذریعہ قرار دے رکھا تھا۔

موسم خزاں کے ساتھ تعمیر کا کام بھی ختم ہو گیا۔ عمارت مکمل ہو چکی تھی اور وہ دن آ گیا تھا جس کے لئے مزدور عرصہ سے انتظار کر رہے تھے آخر کار مزدور صحن میں جمع ہوئے اور ٹھیکیدار نے روپیہ سے بھری ہوئی ایک بہت بڑی تھیلی تین ایسے مزدوروں کے حوالہ کی جو سنجیدہ اور معزز تصور کئے جاتے تھے اور جنھیں اس رقم کی تقسیم پر مقرر کیا گیا تھا۔ اس رقم کو دیکھ کر مزدوروں نے اس بات کی شکایت کی کہ انہیں طے شدہ اجرت سے کم رقم دی جا رہی ہے پھر بھی انہوں نے اسے قبول کرنے سے اس لئے انکار کرنا مناسب نہیں سمجھا کہ اول تو یہ رقم طے شدہ معاوضہ کے مقابلہ میں نصف سے زیادہ تھی دوسرے گذشتہ سال انہیں جو معاوضہ حاصل ہوا تھا وہ نہ ہونے کی برابر تھا اور اس کے

پیش نظر یہ رقم بہت زیادہ معلوم ہوتی تھی۔

ایسے مواقع پر رقم کی تقسیم کا ایک قاعدہ مقرر تھا۔ پرانے اور تجربہ کار مزدور سب سے زیادہ اجرت پانے کے مستحق سمجھے جاتے تھے۔ کم تجربہ کار لوگوں کو مقابلتاً کم معاوضہ دیا جاتا تھا اور ٹیٹو ایسے نئے مزدوروں کو سب سے کم رقم تقسیم کر دی گئی اور ٹیٹو کو جو اجرت ملی اس کی نظر میں وہ بہت ہی زیادہ تھی۔ اجرت کے طور پر اسے سونے کے چند بڑے سکّے اور نوٹ حاصل ہوئے تھے اور ابتداء میں اسے اس بات کا یقین نہ آتا تھا کہ وہ اس رقم کا واحد مالک ہے۔ ایک مرتبہ پھر ٹیٹو پر فخر اور مسرت کی وہی کیفیت طاری ہو گئی جو اس نے گاؤں میں سیب کے درخت کے سایہ میں بخشش کے طور پر حاصل شدہ سکّوں کو دفن کرتے ہوئے محسوس کی تھی۔

رقم کی تقسیم سے فراغت پانے کے بعد سب لوگ رخصتی دعوت میں شریک ہوئے۔ مذکورہ بالا قاعدہ کے مطابق ٹھیکہ دار کی طرف سے مزدوروں کو شراب پلائی گئی اور آخر میں عمارت کے مالک کی طرف سے پرانے مزدوروں کو سفید قمیصیں دی گئیں جنھیں خوش حالی کی علامت تصور کی جاتی تھی۔

جلسہ ختم ہو گیا۔ بہت سے مزدوروں نے موسم سرما بسر کرنے کے لئے اپنے اپنے گاؤں چلے جانے کا فیصلہ کیا۔ لیکن کچھ ایسے بھی تھے جو شہر میں رہ کر قسمت آزمائی کرنا چاہتے تھے۔ انہیں چند مزدوروں میں

ٹیٹو بھی شامل تھا اور باوجودیکہ اس کے گاؤں کے دو مزدوروں نے اسے بتادیا تھا کہ سردی کے زمانہ میں اول تو زغراب کی زندگی ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ دوسرے مزدوروں کو کام بھی نہیں ملتا اس لئے اسے گاؤں واپس چلنا چاہئے۔ لیکن ٹیٹو اپنے فیصلہ پر قائم رہا ـــــ اس نے زغراب ٹھیرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

کارخانہ میں ملازمت

زغراب کے اسٹیشن سے متصل ہی دہات کی چیزیں بنانے کا ایک کارخانہ تھا۔ ٹیٹو نے اس کارخانہ میں ملازمت حاصل کرنے کی کوشش کی اور جب منتظمین کو یہ بات معلوم ہوئی کہ وہ عرصہ دراز تک لوہار کی دوکان میں کام کرتا رہا ہے تو انہوں نے اسے فوراً ملازم رکھ لیا لیکن اس موقع پر اپنی عمر کے متعلق اسے جھوٹ بھی بولنا پڑا کارخانہ میں اٹھارہ سال سے کم عمر لوگوں کو ملازمت نہیں دی جاتی تھی اور اگر ٹیٹو اپنی صحیح عمر بیان کر دیتا تو اسے بھی ملازمت حاصل نہیں ہوسکتی تھی اس لئے اس نے اپنی عمر اٹھارہ سال بیان کی اور اس کارخانہ میں کام کرنے لگا

کارخانہ میں کام کرنے والے مزدور عام طور پر کسان تھے۔ جن میں سے بعض نے عرصہ دراز سے زغراب ہی میں سکونت اختیار کرلی تھی اور کچھ لوگ ٹیٹو کی طرح بالکل نو وارد تھے۔ عمارتی مزدوروں کی زندگی کے مقابلہ میں اس کارخانہ کے مزدوروں کی زندگی مختلف تھی۔

مثلاً یہاں ٹیٹو کو ہر ہفتہ تنخواہ مل جاتی تھی۔ لیکن اسے اپنے تمام کام خود ہی انجام دینے پڑتے تھے۔ یہاں مشترکہ طور پر کھانے کا کوئی انتظام نہیں تھا اور اپنے بہت سے دوسرے ساتھیوں کی طرح ٹیٹو کو بھی اسٹیشن کے ساتھ وابستہ ایک سرائے میں کھانا کھانا پڑتا تھا۔ سرائے کے قریب ہی ٹیٹو اور اس کے چند دوستوں نے ایک کمرہ کرایہ پر لے رکھا تھا۔ لیکن وہ اس قدر چھوٹا تھا کہ صبح کے وقت دروازہ کھولنے سے پہلے انہیں فرش لپیٹ کر ایک طرف رکھ دینا پڑتا تھا۔

ملازمت سے علیحدگی

ٹیٹو اس کارخانہ میں کم و بیش تین سال تک کام کرتا رہا۔ اس عرصہ میں 'مزدوروں کو مشتعل کرنے' کے الزام میں اسے دو مرتبہ ملازمت سے برطرف بھی ہونا پڑا۔ لیکن دونوں مرتبہ اسے بحال کر دیا گیا۔ اس سلسلہ میں پہلا واقعہ ایک ایسی جماعت کی تنظیم کے سلسلہ میں پیش آیا جو مزدوروں کے لئے کھانے کا انتظام کرنا چاہتی تھی۔ ان لوگوں کو سرائے میں جو کھانا ملتا تھا وہ مہنگا ہونے کے علاوہ نہایت خراب بھی ہوتا تھا۔ عمارتی مزدور کی حیثیت سے کام کرنے کے زمانہ میں ٹیٹو کو اس بات کا تجربہ حاصل ہو چکا تھا کہ اپنے زیر اہتمام کھانا تیار کرانے کی صورت میں مزدوروں کو اچھا اور سستا کھانا مل سکتا ہے اس لئے ایک اسکیم کے مطابق اس کارخانہ کے مزدوروں نے ایک ایسی جماعت بنانے کا فیصلہ کیا جو ان کے لئے

کھانے کا انتظام کر سکے۔ ان کی یہ تجویز سرائے کے مالک کے مفاد کے خلاف تھی اور کارخانہ کے منیجر کے ساتھ اس شخص کے تعلقات خوشگوار تھے اس لئے اس نے منیجر سے کہہ کر کھانے کا انتظام کرنے والی جماعت کے تمام حامیوں کو جنھیں چڑانے کے لئے 'باورچی' کے نام سے موسوم کر دیا گیا تھا ملازمت سے علیحدہ کرا دیا اور مزدور سرائے میں کھانا کھاتے رہنے پر مجبور ہو گئے۔ یہ پہلا موقع تھا جب ٹیٹو کو ملازمت سے برطرف کیا گیا۔

ملازمت سے ٹیٹو کی برخواستگی کا دوسرا واقعہ ۱۹۱۲ء کے موسم خزاں میں پیش آیا۔ اس زمانہ میں بلغاریہ، یونان اور سربیا نے ترکی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا تھا اور ہر شخص کو اس بات کا یقین تھا کہ سلطنت عثمانیہ کی فوجی قوت بلقان کی ان چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو بہت جلد شکست دیدے گی۔ لیکن شکست کی بجائے بلقانی اتحادیوں کی فتح کی خبریں آنے لگیں۔ بلغاریہ کی فوجیں تھیریس سے گذر کر قسطنطنیہ کے نواح میں جا پہنچیں سربی اور یونانی فوجوں نے مقدونیا پر قبضہ کر لیا اور چند ہی ہفتہ کی مدت میں تمام دنیا ان چھوٹی چھوٹی بلقانی قوموں کی تعریف پر مجبور ہو گئی۔

جزیرہ نمائے بلقان کی سرحد سے باہر آباد سلاوی جو سلاوینیا، کروٹیا، وائیوودیتیا، بوسنیا اور دلماتیا پر آسٹریا ہنگری کا قبضہ ہونے کے باعث غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے، ترکی کے خلاف بلقانی ریاستوں کی ان کامیابیوں پر مسرور تھے ہر تازہ کامیابی پر

زغراب میں اظہار مسرت کیا جاتا تھا۔ سڑکوں پر سلاوی اخبارات کے پھریرے بنا کر لہرائے جاتے تھے اور طالب علم زبردست مظاہرے کرتے رہتے تھے غرضکہ آسٹریا ہنگری میں آباد سلاوی اپنے بلقانی بھائیوں کی کامیابیوں پر پھولے نہ سماتے تھے۔

سرکاری طور پر آسٹریا ترکی کا حلیف تھا۔ آسٹروی اخبارات کو ہدایت کر دی گئی تھی کہ وہ بلقانی ریاستوں کی کامیابیوں کو کم سے کم کرکے شائع کریں۔ نہ صرف اسی قدر بلکہ ان کامیابیوں کو علی الاعلان 'خطرناک' قرار دیا گیا تھا اور اخبارات سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ بلقان میں قوت کے توازن کی تبدیلی کے معاملہ میں آسٹریا ہنگری کی حکومت زیادہ عرصہ تک خاموش اور غیر جانبدار نہیں رہ سکتی۔ لیکن آسٹریا میں آباد سلاوی اپنے بلقانی بھائیوں کی امداد کا فیصلہ کر چکے تھے اور اس فیصلہ پر استقلال کے ساتھ قائم تھے۔ ہر جگہ امدادی جماعتیں قائم کی جا رہی تھیں اور محکمۂ احتساب کی شدید نگرانی کے باوجود بلقانی ریاستوں کی امداد کے لئے بیانات اور اعلانات شائع ہوتے رہتے تھے۔ حتیٰ کہ آسٹروی پارلیمنٹ کے سلاوی نمائندوں نے پارلیمنٹ کے اجلاس میں بھی بلقانی ریاستوں کی کامیابیوں پر مسرت کا اظہار کیا تھا۔

اس سلسلہ میں سلاوی طلبا کا ایک وفد زغراب کے اس کارخانہ میں بھی آیا جہاں ٹیٹو ملازم تھا اور وہاں کے تمام مزدوروں نے متفقہ طور پر نہ صرف امداد کا وعدہ ہی کیا بلکہ اسی وقت ایک ایسی جماعت بھی قائم

کرلی جسکے زیر ہدایت بلقانی ریاستوں کو مدد دینے کی مختلف صورتیں اور تدبیریں اختیار کی جاسکتی تھیں۔ ٹیٹو بھی اس جماعت کا ایک رکن تھا۔ لیکن دوسرے ہی روز اس جماعت کے تمام اراکین کو ملازمت سے برطرف کر دیا گیا۔ مگر چند روز کے بعد اسے پھر ملازم رکھ لیا گیا۔

جنگِ عظیم اول کا آغاز

اس برخواستگی اور بحالی کے بعد دو سال تک کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا جس سے کارخانہ کے مزدوروں کی زندگی پر کوئی خاص اثر پڑتا لیکن اس کے بعد دفعتاً حالات میں تغیر پیدا ہوا اور وہ نہایت سرعت کے ساتھ تبدیل ہونے لگے۔ یورپ میں پہلی جنگ عظیم شروع ہوگئی تھی۔

جنگ کے ابتدائی زمانہ میں زغراب کے مذکورہ بالا کارخانہ کے عام مزدور یہ سمجھتے تھے کہ دوران جنگ میں وہ اسی جگہ کام کرتے رہینگے لیکن چند ہی روز کے بعد انہیں بجبر بھرتی کرکے کارخانہ سے براہ راست فوجی بارکوں میں بھیج دیا گیا اور ایک سال تک فوجی تربیت حاصل کرتے رہنے کے بعد یہ لوگ محاذ جنگ پر تھے۔

ان لوگوں کو مقدونیا کے محاذ پر نہیں بھیجا جا سکتا تھا۔ اسٹروی فوجی افسر اس قسم کی صریح غلطی کا ارتکاب نہیں کرنا چاہتے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ اسٹروی وردی میں ملبوس یہ سلاوی سپاہی ذرا سا موقع ملنے پر مفرور ہو جائیں گے۔ اس لئے انہیں اطالوی محاذ پر بھیجدیا گیا۔ لیکن جب

روسی فوجوں نے کوہستان کارپیتھیا کی طرف زبردست پیش قدمی شروع کی تو اس یلغار کو مسدود کرنے کے لئے آسٹروی ہائی کمانڈ کو مشرق میں امدادی فوج بھیجنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اطالوی محاذ سے فوج کے بہت سے ڈویژن واپس بلائے گئے اور انہیں اس فوج کے ساتھ جو ابھی تک آسٹریا میں مقیم تھی، روسیوں کے مقابلہ کے لئے بھیجد یا گیا۔

روسیوں کے ساتھ

اطالوی محاذ سے واپس شدہ فوج میں سلاوی سپاہیوں کے دستے بھی تھے اور ان میں سے ایک دستہ میں ٹیٹو بھی موجود تھا۔ موقع ملتے ہی یہ لوگ روسیوں سے جا ملے۔ لیکن ٹیٹو یا اس کے ساتھی ہی نہیں بلکہ عام طور پر تمام سلاوی سپاہیوں نے یہی رویہ اختیار کیا۔ آسٹروی فوج کی وردی پہنے ہوئے سلاوی سپاہی موقع ملنے پر خندقوں سے نکل نکل کر پہلے تو اپنے آسٹروی کمانڈروں کو گرفتار یا ہلاک کر دیتے تھے اور پھر روسیوں سے جا ملتے تھے۔ سلاوی سپاہیوں کی نظر میں آسٹروی افسر ظالم تھے اور اسی لئے ان کے دستے کے دستے آسٹروی صفوں سے نکل کر روسیوں کی طرف چلے گئے اور روسیوں نے گرم جوشی کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔

اس میں شک نہیں کہ روسیوں نے سلاوی سپاہیوں کا گرمجوشی کے ساتھ استقبال کیا تھا لیکن ان میں بعض ایسے گروہ بھی موجود تھے جن کے

خیالات نے زار کی فوجی پولیس کو ان کی جانب سے شک وشبہ میں مبتلا کر دیا تھا۔ بعض سلاوی سپاہی اسٹریا کے اقتصادی نظام پر نکتہ چینی کیا کرتے تھے اور بعض مزدوروں کے حقوق کا تذکرہ۔ پھر بیشتر سپاہی سیاسیات سے دلچسپی کا اظہار کرتے تھے۔ مثال کے طور پر ٹیٹو ہی کو لے لیجئے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اسے اسٹریوں اور جرمنوں سے شدید نفرت تھی اور اس واقعہ سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس نے اسٹرومی کمانڈر کے خلاف اپنے دستہ کی بغاوت کی رہنمائی بھی کی تھی اور کامیابی کے بعد وہی اس دستہ کو روسیوں کی طرف لایا بھی تھا۔ لیکن معاملہ اسی جگہ ختم نہیں ہو گیا تھا۔

قیدی

زار کی فوجی پولیس کی نظر میں ٹیٹو ایک خطرناک شخص تھا۔ وہ اسے نراجی یعنی ہر قسم کے نظام حکومت کا دشمن یا اسی طرح کے کسی عقیدہ کا انسان سمجھتے تھے۔ ان کی رائے میں وہ ایک مزدور رہنما تھا اور ہمیشہ جمہوریت، آزادی اور اسی قسم کے دوسرے مسائل پر اظہار خیال کرتا رہتا تھا۔ اور انہیں یہ اطلاع بھی ملی تھی کہ اس نے متعدد بار اپنے دوستوں سے کہا ہے کہ —— روس میں زار کا نظام حکومت فرسودہ اور بیکار ہو چکا ہے —— روسی افسروں کی رائے میں ایسے شخص کو آزاد چھوڑ دینا مذکورہ بالا خطرناک خیالات کی اشاعت کی اجازت دینے سے کسی طرح بھی کم نہ تھا اس لئے انہوں نے اسے خاردار تاروں کے عقب میں ہی رکھنا مناسب سمجھا۔

ٹیٹو اور اس کے بہت سے ساتھیوں کو اسیران جنگ کی حیثیت سے قید کر دیا گیا اور وہ اس ملک کے قید خانوں میں پڑے ہوئے سڑتے رہے جس کے دوش بدوش لڑنے کے لئے انہوں نے اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈالدیا تھا۔ ان میں سے بہت سے سپاہی قید خانہ ہی میں ہلاک ہو گئے۔ بہت سوں کی صحت خراب ہو گئی اور ان میں جوش اور جذبہ باقی نہ رہا۔ لیکن کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو قید کی ناقابل برداشت سختیوں کے باوجود آفتاب حریت کو طلوع ہوتے ہوئے دیکھنے کیلئے زندہ رہے اور انہوں نے ایک مرتبہ پھر اپنے نجات دلانے والوں کے دوش بدوش کھڑے ہو کر دشمن کا مقابلہ کیا ٹیٹو بھی انہیں نجات پانے والے لوگوں میں شامل تھا۔

سُرخ فوج کا سپاہی

روس میں اکتوبر ۱۹۱۷ء کا وہ تاریخی انقلاب برپا ہو چکا تھا جس نے زار، اسکے مظالم اور اسکی فرسودہ حکومت کو ختم کر دینے کے بعد حکومت کی باگ مزدوروں کسانوں اور سپاہیوں کی سوویتیوں کے حوالہ کر دی تھی۔ ٹیٹو اور اس کے ساتھی سرخ فوج میں شامل ہو کر خانہ جنگی کے زمانہ میں انقلاب اور سوویتوں کے دشمنوں کا مقابلہ کرتے رہے۔

خانہ جنگی کے زمانہ میں ٹیٹو کو اس کے ذاتی تجربات کی بنا پر اوّل تو فن جنگ اور حکمتِ جنگ کے متعلق وہ وسیع معلومات حاصل ہوئیں۔ جن کا مظاہرہ ہسپانیہ کی خانہ جنگی اور یوگوسلاویہ کی مدافعت کے مواقع

پر ہو چکا ہے اور دوسرے اسے وہ سیاسی تعلیم و تربیت بھی حاصل ہو گئی جس نے نہ صرف اس کی زندگی اور کردار ہی کو بدل ڈالا بلکہ اسکی قوم اور وطن کے افراد بھی آج اس کے اسی سیاسی شعور سے متاثر ہو رہے ہیں۔

زغراب میں مزدور کی حیثیت سے کام کرنے اور اس کے بعد فوجی ملازمت کے زمانہ میں ٹیٹو کو ہمیشہ 'بائیں بازو' سے تعلق رکھنے والا شخص سمجھا جاتا رہا تھا۔ حالانکہ آج 'بائیں بازو' کا جو مطلب سمجھا جاتا ہے آج سے تیس سال قبل ان الفاظ کا وہ مطلب نہیں سمجھا جاتا تھا۔

بہر حال سرخ فوج میں شامل ہونے سے قبل بائیں بازو کی طرف ٹیٹو کا رجحان سیاسی مسائل پر غور و فکر کا نتیجہ نہیں بلکہ اس کے ذاتی تجربات کا رہینِ منت تھا۔ اس کا بچپن سخت محنت و جفاکشی کے باوجود افلاس و غربت میں بسر ہوا تھا۔ اور اگرچہ وہ اپنے جذبات و خیالات کو الفاظ میں منتقل کرنے سے قاصر تھا لیکن ایک دھندلے نقش کی طرح یہ بات اس کے ذہن پر کندہ ہو چکی تھی کہ اس نظام حکومت میں جس کے ماتحت بے شمار انسان افلاس و بے چارگی کی زندگی گذارنے پر مجبور ہیں کوئی نہ کوئی نقص ضرور ہے۔

زغراب کے دہات کے کارخانہ میں کام کرنے کے زمانہ میں اس کا یہ خیال اور بھی پختہ ہو گیا۔ ابتداء میں ٹیٹو زندگی کے اس طریقہ کو سمجھنے سے قاصر تھا جس کے ماتحت وہ اور اس کے ساتھی زندگی بسر کرنے پر مجبور تھے لیکن رفتہ رفتہ زندگی کا یہ طریقہ اس کے لئے ناقابل برداشت

ہو گیا۔ ممکن ہے کہ ٹیٹو کے یہ خیالات اس کی اس غلط فہمی کا نتیجہ ہوں جس کے لئے خود اس کو مورد الزام قرار دیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ بلند توقعات اور وسیع امیدیں سچائیوں کو نہیں چھپا سکتیں۔

ٹیٹو اپنے گاؤں سے جن توقعات اور امیدوں کو دل میں لے کر زغراب آیا تھا وہ پوری نہ ہو سکیں لیکن بائیں بازو کی طرف اسکے رجحان کی کوئی وجہ بھی کیوں نہ ہو اس میں شبہ نہیں کہ گاؤں اور شہر غرضیکہ دونوں جگہ اس کے اولین تجربات نے اس کے دل میں بغاوت کی چنگاری روشن کر دی تھی اور بعد کے تمام واقعات وحالات اس چنگاری کے لئے ایندھن کا کام کرتے رہے۔

فوجی زندگی کے تجربات

اسٹرین فوج میں بجبر بھرتی کر لئے جانے کے بعد ٹیٹو کو اس نظام ریاست کی فرسودگی اور نقائص کا اندازہ لگانے کے اور بھی بہت سے مواقع ملے جس کے ماتحت وہ زندگی بسر کر رہا تھا۔ اسے غیر ملکی فوج میں بھرتی ہو کر غیر ملکی افسروں کے ماتحت لڑنے سے نفرت تھی۔ اسٹریا کی حکومت نے سلاؤ قوم کے افراد کو کبھی اسٹریا اور ہنگری کے باشندوں کے مساوی شہری نہیں سمجھا تھا اور انہیں دوسرے درجہ کا شہری اور حکومت کرنے کی قابلیت سے ناآشنا تصور کر کے ہمیشہ معمولی درجہ کے حق خود اختیاری سے بھی محروم رکھا گیا تھا۔ ٹیٹو کو بچپن ہی میں اس نسلی فوقیت اور ذلت کے تلخ تجربات

حاصل ہونے شروع ہو گئے تھے اور انہیں تجربات نے آئندہ کے لئے اسے ہر قسم کی نسلی امتیازات کا شدید ترین مخالف بنا دیا۔

ٹیٹو اور اس کے ساتھی سلاویوں کو سلاؤ قوم کے مفاد کے خلاف لڑنے کے لئے فوج میں بھرتی کیا گیا تھا۔ اسٹریا نے سربیا پر حملہ کیا تھا۔ اور اسٹریا کی سلطنت میں آباد تمام سلاویوں کو فطرتاً سربیا کے ساتھ ہمدردی تھی۔ اس کے علاوہ اسٹریا روس کے ساتھ بھی برسرِ جنگ تھا اور تمام سلاوی روس کو سلاؤ قوم کا سب سے بڑا محافظ اور ہمدرد تصوّر کرتے تھے۔

ٹیٹو ان تمام باتوں سے متاثر تھا لیکن صحیح معنی میں وہ اس زمانہ کے سیاسی سوالات کی اہمیت کو اس وقت سمجھا جب دو سال تک فوجی قیدخانہ میں رہنے کے بعد ۱۹۱۷ء میں رہا ہو کر اس نے سرخ فوج میں شمولیت اختیار کی۔ اس واقعہ کے بعد ایک مرتبہ ٹیٹو نے اپنے دوستوں سے کہا تھا۔

> فوجی قیدخانہ سے ہماری رہائی کا واقعہ بھی عجیب تھا۔ سُرخ فوج کے سپاہیوں نے قیدخانہ کے دروازے کھول دیئے اور ہم سے دریافت کیا کہ کیا ہم لوگ ان کی جدوجہد میں ان کے دوش بدوش کھڑے ہونیکے لئے تیار ہیں؟ انہوں نے ہم سے ہماری قومیت دریافت نہیں کی کیونکہ ان کی جدوجہد کسی قوم کے نام پر نہیں بلکہ زار کے ظالمانہ طرزِ حکومت کیخلاف تھی۔ اور ہم جو خود اپنی قید کے زمانہ میں اس ظالمانہ طرزِ

حکومت کا مزہ چکھ چکے تھے بلا تامل اپنے نجات دہندوں
کے ساتھ شریک ہونے پر آمادہ ہو گئے "

فیصلہ کن زمانہ

ٹیٹو سرخ فوج کے سپاہی کی حیثیت سے دو سال تک تقریباً ہر محاذ جنگ پر سفید روسیوں[1] کا مقابلہ کرتا رہا۔ روس کے انقلاب کو محفوظ رکھنے کی اس جدوجہد میں ٹیٹو کو ہر قوم اور عقیدہ کے افراد کے ساتھ مل کر انقلاب کے مخالفوں کا مقابلہ کرنے کا موقعہ ملا۔ انہیں سائبیریا، فن لینڈ، بحر بالٹک کی ریاستوں، کاکیشیا اور کریمیا میں دشمن سے جنگ آزما ہونا پڑا حتےٰ کہ انقلاب کے دشمنوں کو پورے طور پر شکست ہو گئی۔

[1] بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سفید روسیوں سے مراد روس کے اس علاقہ کی باشندوں سے ہے جو وہائٹ رشا یعنی سفید روس کہلاتا ہے۔ یا پھر چونکہ روس ایک بہت بڑا ملک ہے اور اس میں رنگ اور نسل کے اعتبار سے بہت سی قومیں آباد ہیں اس لئے کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ سفید روسی کی ترکیب ان روسیوں کے لئے استعمال کی جاتی ہے جن کا رنگ سفید ہے۔ مگر یہ دونوں قیاسات غلط ہیں۔ در اصل اس موقعہ پر سفید، "سرخ" کے مقابلہ پر استعمال کیا گیا ہے اور چونکہ لفظ سُرخ انقلابی رجحانات اور جدوجہد کا مظہر سمجھا جانے لگا ہے۔ اس لئے، روس کے ۱۹۱۷ء کے انقلاب میں جو لوگ اس کی مخالفت کرتے تھے انہیں 'سفید روسی' کے نام سے موسوم کر دیا گیا تھا ——— آزاد

اس تمام زمانہ میں کبھی کبھی حالات نازک بھی ہو جاتے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ تمام جدوجہد بے کار محض ثابت ہو گی لیکن انقلاب کی حفاظت کرنے والے کبھی مایوس نہ ہوئے اور برابر جدوجہد میں مصروف رہے۔ ٹیٹو کی زندگی میں یہ زمانہ فیصلہ کن زمانہ تھا۔

اس زمانہ میں ٹیٹو کو نہ صرف فوجی اور سیاسی اعتبار ہی سے بہت سے قیمتی سبق اور تجربے حاصل ہوئے بلکہ اسے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ اگر عوام اچھی طرح منظم اور مسلح ہوں اور ان میں حصول مقصد کا صحیح جذبہ بھی موجود ہو تو بے شمار مصائب و مشکلات کے باوجود انہیں اپنی آزادی کی لڑائیوں میں کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ ٹیٹو کے اسی یقین نے پچیس[۲۵] سال بعد اسے اپنے وطن یوگوسلاویہ کی آزادی حاصل کرنے کے لئے اس کے باشندوں کو منظم کرنیکی ہمت دلائی اور بے شمار مشکلات کے باوجود وہ اپنی اس جدوجہد میں بھی کامیاب ہو گیا۔

پانچواں باب

غلطیوں کا زمانہ

وطن میں واپسی

اگرچہ ٹیٹو نے سوویت روس ہی کو اپنا وطن بنا لینے کا ارادہ کیا تھا لیکن شاید اس کے وطن کی کشش نے اسے اس کے ارادہ پر ثابت قدم رہنے کی اجازت نہ دی اور وہ روس کے انقلاب کی تمام اہم منزلوں سے گذر کر ۱۹۳۲ء میں یوگوسلاویہ واپس آگیا۔ ٹیٹو نے ایک روسی لڑکی سے شادی بھی کر لی تھی اور اس کے بطن سے ماسکو میں اس کا ایک لڑکا بھی پیدا ہو چکا تھا۔ جس کا نام زارکو رکھا گیا تھا۔ وہی زارکو جو پچیس ۲۵ سال کے بعد فاشی جرمنوں کے مقابلہ میں ماسکو کی حفاظت کرتے ہوئے اپنے ایک بازو سے محروم ہو گیا اور آج سوویت یونین کا ایک ہیرو ہے۔

ٹیٹو نے اپنے قیام کے لئے زغراب کو منتخب کیا تھا اور اس کا خیال تھا کہ اس طرف سے مطمئن ہو جانے کے بعد ماسکو سے بیوی اور

بچہ کو بھی بلا لے گا۔ اسے توقع ہی نہیں بلکہ یقین بھی تھا کہ اب جبکہ اس کا وطن آسٹریا کی غلامی سے آزاد ہو چکا ہے وہ وہاں اپنی زندگی امن اور سکون کے ساتھ بسر کر سکے گا۔ لیکن یہ رائے قائم کر لینا اس کی غلطی تھی۔ اور اسے بہت جلد معلوم ہو گیا کہ اس کا وطن آسٹریا کی غلامی سے تو ضرور آزاد ہو گیا ہے لیکن محض اس لئے کہ وہ اس گروہ کا غلام بنا دیا جائے جو سرب قوم کے عام اتحاد کے پردہ میں اسے فاشیت کے راستہ پر چلانا چاہتا تھا اور یوگوسلاویہ کا بادشاہ الکزینڈر اسی گروہ سے وابستہ لوگوں میں گھرا ہوا تھا۔

حالات کا پس منظر

یوگوسلاویہ کے اہم سیاسی مسائل اور خود ٹیٹو کے کردار کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے اس امر کی ضرورت ہے کہ ان سیاسی اور اقتصادی حالات کو بھی مدِ نظر رکھا جائے جو پہلی عالمگیر جنگ کے ختم ہونے کے بعد یوگوسلاویہ میں پیدا ہو گئے تھے۔ جنگ کے دوران میں آسٹریا میں آباد سلاؤ اقوام کے نمائندوں نے لنڈن اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں اپنے ملک کی آزادی حاصل کرنے اور وہاں جنوب میں آباد سلاؤ قوم کی ایک جمہوری ریاست قائم کرنے کے مطالبہ کے لئے مجالس قائم کی تھیں لیکن جہاں تک اس مجوزہ جمہوری ریاست کے نظام کا تعلق تھا اس پر اتفاق رائے نہ ہو سکا۔

یوگوسلاویہ کی جمہوریت پسند جماعتیں ایک ایسی حقیقی جمہوری ریاست قائم کرنے کی حامی تھیں جس کے ماتحت مختلف اقوام پورے طور پر آزاد رہ کر وفاقی دستور اساسی کی حدود میں دوسری قوموں کے ساتھ اتحاد عمل کر سکیں۔ سربیا کے پرانے سیاسی رہنماؤں نے جو اس نئی جمہوری ریاست کا مفہوم محض سرب قوم کے اثر و اقتدار کی توسیع ہی سمجھتے تھے اس تجویز کی شدید مخالفت کی۔ وفاقی ریاست یعنی ایک ایسی ریاست کا تخیل جس میں یوگوسلاویہ کی تمام اقوام حقوق اور ذمہ داریوں کے اعتبار سے مساوی سمجھی جا سکتی تھیں ان کے لئے تشویش کا موجب بن گیا۔ وہ نئی ریاست کو سرب قوم کی فوقیت و برتری کی بنیاد پر قائم کرنا چاہتے تھے اور ان کی خواہش تھی کہ سیاسی، اقتصادی اور فوجی اعتبار سے بلغراد ہی کو تمام ملک پر اقتدار حاصل رہے۔ یہ تھا عالمگیر سرب اتحاد کا نظریہ۔ لیکن اس نظریہ سے سرب قوم کی اکثریت متفق الرائے نہ تھی البتہ سربیا کے وہ سیاسی رہنما اس اصول پر متفق الرائے ضرور تھے جو اس وقت اور اس کے بعد بیس سال تک یوگوسلاویہ کی قسمت کے مالک بنے رہے۔

"بالاتر قوم پرور" کہلانے والے کروٹ رہنماؤں کی طرح مذکورہ بالا نظریہ رکھنے والے سرب رہنما بھی سرب قوم کے حقیقی نمائندے نہیں تھے اس کے باوجود چھوٹی سی اقلیت کے بھروسہ پر یہ لوگ پہلی اور دوسری عالمگیر لڑائیوں کے مابین عرصہ میں مسلسل برسرِ اقتدار رہے۔ بالاتر قوم

بر ورکروٹ رہنماؤں کا بھی یہی حال رہا حتی کہ انہوں نے اپریل ۱۹۴۱ء میں ہٹلر کی قائم کی ہوئی "کروٹیا کی آزاد ریاست؟" میں برائے نام اقتدار حاصل کرنے کے لئے اپنی روح کو نازیوں کے ہاتھ فروخت کر دیا۔

بہر حال بے شمار مشکلات پر غالب آجانے کے بعد جب ۲۸ ر نومبر ۱۹۲۰ء کو عام انتخابات عمل میں آئے تو یوگوسلاویہ کے باشندوں نے جمہوری وفاقی حکومت کے قیام کے حق میں رائے دی۔ وزیر اعظم پاشک کی پارٹی کو جو وفاقی حکومت کی بجائے بلفراد میں مرکزی حکومت قائم کرنے کی حامی تھی دو لاکھ پچاسی ہزار ووٹ ملے۔ اس کے برعکس ملک میں وفاقی جمہوری حکومت کے قیام کی حامی جماعتوں یعنی ڈیما کریٹک پارٹی کو تین لاکھ بیس ہزار کسانوں کی نمائندہ جماعت کو دو لاکھ تیس ہزار کمیونسٹ پارٹی کو ایک لاکھ نوے ہزار زمینداروں کو ایک لاکھ باون ہزار سالوینیا کے پادریوں کی جماعت اور بوسینیا کے مسلمانوں کو ایک ایک لاکھ اور سوشلسٹ پارٹی کو ۵۳ ہزار رائیں حاصل ہوئیں۔

یوگوسلاویہ میں وفاقی جمہوری حکومت کے قیام کی حمایت میں اس واضح اکثریت کے باوجود یا پھر محض اسی لئے حکومت نے پہلے تو کمیونسٹ پارٹی کے ۵۹ نمائندوں کو اور ان کے بعد کروٹیا کی کسان جماعت کے نمائندوں کو اس الزام میں پارلیمنٹ سے نکال دیا کہ یہ لوگ حکومت کے مخالف ہیں پارلیمنٹ سے ان لوگوں کے اخراج کے بعد نئی ریاست کے لئے جو دستور اساسی مرتب کیا گیا وہ وفاقی

نہیں ہوسکتا تھا۔ دوسرے عام انتخابات کے موقع پر پارلیمنٹ کی دوسو چورانوے نشستوں میں سے ایک سو اکیاون حکومت کی مخالفوں کے قبضہ میں آئیں اور اس کے بعد بھی ان لوگوں کی طاقت میں اضافہ ہی ہوتا رہا لیکن ملک کی زمام حکومت سرب اقوام کے اتحاد کی حامی سیاسی رہنماؤں ہی کے ہاتھ میں رہی۔

سنہ ۱۹۲۸ء میں جب کہ حکومت کے مخالفین قانون کی حدود میں رہتے ہوئے اپنی پوری قوت کا مظاہرہ کر رہے تھے پارلیمنٹ کے اجلاس کے دوران میں حکومت کے ایک حامی نمائندہ نے ریوالور سے مخالفین پر گولی چلادی۔ حزب مخالف کا ایک رہنما استیفان راڈک اسی جگہ ہلاک ہوگیا اور پانچ اراکین زخمی ہوئے جن میں سے تین کے زخم مہلک تھے۔ یوگوسلاویہ کے بادشاہ الکزینڈر نے جو حامیانِ حکومت کے اعمال و افعال میں ان کی امداد و اعانت کیا کرتا تھا ۶ر جنوری سنہ ۱۹۲۹ء کو اپنے مختار کل ہونے کا اعلان کردیا اور اس کی آمریت کے زمانہ میں ملک کو جن جن مصیبتوں، مشکلوں اور مظالم سے گذرنا پڑا ریاست ہائے بلقان میں ان کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

غلطیاں

ظلم اور تعدی کا یہی زمانہ تھا جب ٹیٹو زغراب میں واپس آیا اور امن وسکون کی زندگی شروع کرنے کی بجائے اسے پھر سیاسی کام

ہیں مصروف ہونا پڑا لیکن اسے بہت جلد معلوم ہو گیا کہ ملک کی موجودہ حالات میں اس کے لئے جدوجہد جاری رکھنا تقریباً ناممکن ہے۔ اس لئے اس نے اپنے ساتھی کارکنوں کو مشورہ دیا کہ جب تک وہ پورے طور پر منظم جماعت بناکر اپنے حقوق کے لئے جدوجہد نہیں کرینگے ان کی مصیبتیں دور نہ ہوں گی۔ سوویت روس میں اپنے تازہ ترین تجربات کی بناء پر جہاں ایک طویل اور سخت جدوجہد کے بعد مزدور طبقہ کو کامیابی حاصل ہو گئی تھی ٹیٹو نے انقلاب کی تبلیغ شروع کر دی اس نے حکومت کی مخالف دوسری جماعتوں کے ساتھ کسی قسم کی مصالحت اور مفاہمت کرنے سے انکار کر دیا۔ جس کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ اسے یوگوسلاویہ کے باشندوں کے انقلاب پسندانہ رجحانات پر بہت زیادہ بھروسہ تھا۔ اور سوویت روس میں انقلاب کی کامیابی کو دیکھ کر اسے یقین ہو گیا تھا کہ اس کا ملک بھی اس راستہ پر ضرور چلے گا۔

منطقی اعتبار سے ٹیٹو کی رائے پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یوگوسلاویہ میں بھی بالکل وہی حالات موجود تھے جن کی بدولت عہد زار کے روس نے انقلاب کا راستہ اختیار کیا تھا اور کامیابی حاصل کی تھی زار کی حکومت کی طرح یوگوسلاویہ کی حکومت بھی بے رحم، ناانصاف اور ظلم پسند افراد کے ہاتھ میں تھی۔ اور ملک کے باشندوں کی اکثریت ظلم و ستم، جبر و ناانصافی اور افلاس و تنگدستی

کے باعث حکومت کی شدید مخالف تھی۔ پھر کمیونسٹ پارٹی جسے عام انتخابات کے موقعہ پر دولاکھ رائیں ملی تھیں یوگوسلاویہ کی دوسری سیاسی جماعتوں کے مقابلہ میں کہیں زیادہ طاقتور جماعت تھی حتیٰ کہ یوگوسلاوی کمیونسٹوں کی تعداد ان کمیونسٹوں سے بھی بہت زیادہ تھی جنہوں نے روس میں انقلاب برپا کرنیکی جدوجہد شروع کی تھی لیکن جہاں تک عمل کا تعلق ہے۔ ٹیٹو کی رائے غلط تھی۔

ٹیٹو کو اپنی رائے کی غلطی کئی سال کے بعد محسوس ہوئی لیکن اس احساس کے بعد اس نے حکومت کی مخالف دوسری جماعتوں کے متعلق کمیونسٹ پارٹی کے نظریہ اور طرزِ عمل کو بالکل بدل دیا اور اس طرح ملک کی تمام جمہوریت پسند جماعتوں کے اشتراک عمل سے جمہوری قومی محاذ قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن اگر ٹیٹو اپنی پہلی ہی رائے پر قائم رہتا تو جمہوری قومی محاذ کا قیام ناممکن تھا۔ بہر حال ابتدا ہی میں تمام جمہوریت پسند جماعتوں کے عام اتحاد کی اہمیت کو نہ سمجھنا ٹیٹو کی پہلی غلطی تھی۔

اس زمانہ میں ٹیٹو بین الاقوامی سیاسیات کی اہمیت کو بھی نہیں سمجھتا تھا۔ ٹیٹو اور اس کے دوست اس بات کو سمجھنے سے قاصر تھے کہ ـــــ مغربی یورپ کی حکومتیں بلغراد کی آمریت کو جمہوریت کے نام سے کیوں موسوم کرتی ہیں اور الکزینڈر ایسے مختار مطلق حکمران کو جزیرۂ نمائے بلقان میں مغربی جمہوریت کا بہترین دوست کس لئے تصور کیا جاتا ہے

——— اس وقت تک ٹیٹو وسطی اور مشرقی یورپ کے متعلق فرانس کی اس خارجی حکمت عملی کو بھی نہیں سمجھ سکا تھا جس کی بنیاد سوویت روس کے خلاف شکوک وشبہات اور اس کی مخالفت پر قائم تھی اسی کم فہمی کے باعث اسے اس بات پر بھی یقین نہ آتا تھا کہ ——— فرانس الکزینڈر کی سخت گیرانہ اور ظالمانہ حکمت عملی کی نہ صرف حمایت ہی کرے گا بلکہ اسے سخت تر بنانے میں اس کی امداد بھی کرے گا ——— اس وقت اس کا ذہن بین الاقوامی سیاسیات کے ماتحت ان تعلقات کو سمجھنے سے معذور تھا جو اثر و اقتدار پیدا کرنے کے لئے قائم کئے جاتے ہیں اور اسوقت اس کے تمام نظریوں کی بنیاد یوگوسلاویہ کے اندرونی حالات ہی پر قائم تھی اور چونکہ ملک کے اندرونی حالات نازک تھے اس لئے اس نے یہ رائے قائم کر لی تھی کہ ——— اس حکومت کا زوال ایک مسلمہ حقیقت ہے ——— لیکن اسے اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ ——— یورپ کی بڑی بڑی حکومتیں اس زوال پذیر حکومت کو قائم رکھنے میں کس قدر امداد کریں گی۔

نفع اور نقصان

بہرحال موجودہ صدی کی دوسری دھائی کا وہ ابتدائی زمانہ جس میں یوگوسلاویہ کے مزدوروں کی تنظیم عمل میں آئی اور جسے بعد میں خود ٹیٹو نے "غلطیوں کے زمانہ" کے نام سے موسوم کیا۔ جہاں بہت

سے نقائص کا حامل ہے وہیں فوائد سے بھی خالی نہیں ۔ اسی زمانہ میں یوگو سلاویہ کے مزدور طبقہ کی تحریک میں وہ قوت پیدا ہوئی جسے بعد میں نازیوں کے خلاف ایک قیمتی ہتھیار کی حیثیت سے استعمال کیا گیا۔ اور اسی زمانہ میں وہ جفاکش اور مستقل مزاج رہنما پیدا ہوئے جنہیں دوسری سیاسی جماعتوں کی بے تعلقی اور بلغراد پولیس کی ناقابل بیان ایذارسانی غرضیکہ کوئی امر بھی ان کے نصب العین سے منحرف نہ کرسکا۔

اس زمانہ میں صرف کمیونسٹ ہونا ہی پانچ سال سے پندرہ سال تک کی سزا پانے کے لئے کافی تھا۔ روس ہو کر واپس آجانے کی سزا پانچ سال مقرر تھی اور کمیونسٹ تحریک کو منظم کرنے والوں کو موت کی سزا دی جاتی تھی لیکن گولی مار کر یا پھانسی کے تختہ پر لٹکا کر نہیں بلکہ قیدخانہ میں شدید ترین اور ناقابل بیان و برداشت اذیتیں دے کر۔

جہانتک آزادی کا تعلق ہے اس لفظ کا مفہوم فاقہ کشی، غربت، خانہ بدوشی اور مستقل طور پر خطرات میں مبتلا رہنے سے زیادہ نہیں تھا۔ ٹیٹو ۱۹۲۳ء میں یوگوسلاویہ واپس آیا تھا اور ۱۹۲۸ء میں اسے گرفتار کیا گیا۔ لیکن اس تمام زمانہ میں وہ اپنے لئے کوئی ایسی جگہ نہ بنا سکا جسے مکان کے نام سے پکارا جاسکے یا جسے اس کی مستقل قیام گاہ کی حیثیت حاصل ہو۔ وہ ہمیشہ ایک خانہ بدوش کی طرح پھرتا ہی رہتا تھا۔ آج ایک گاؤں میں ہے تو کل دوسرے میں۔ اس کی صبح ایک دوست کے گھر میں بسر ہوتی تھی تو شام دوسرے کے مکان میں اور پولیس ہمیشہ اس کے

تعاقب میں مصروف رہتی تھی۔ پھر قدم قدم پر اسے جان جانے کا خطرہ بھی لاحق رہتا تھا۔ کیونکہ پولیس اور مزدوروں کے درمیان مسلح جھڑپیں روزمرہ کی بات ہو گئی تھی۔ حتیٰ کہ مکانات کو اڑا دینا بھی کوئی غیر معمولی واقعہ نہیں سمجھا جاتا تھا اور ضمانت کے طور پر گرفتار کئے ہوئے لوگوں کو ذرا ذرا سی بات پر گولی کا نشانہ بنا دیا جاتا تھا۔

گرفتاری

انجام کار ۱۹۲۸ء میں جب کہ ٹیٹو اور اس کے ساتھی شام کے وقت بلغراد کے ایک کیفے میں جو مزدوروں کے جمع ہونے کی ایک ممتاز جگہ تھی بیٹھے ہوئے تھے پولیس اسے گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ اس کیفے میں دو کمرے اور باہر نکلنے کے لئے سامنے اور عقب میں دو دروازے تھے۔ پولیس اس کیفے پر عموماً چھاپے مارا کرتی تھی اور جب کبھی ایسا موقعہ پیش آتا تھا تو مزدور عقبی دروازہ سے نکل کر جو ایک تاریک صحن میں کھلتا تھا آسانی کے ساتھ مزدوروں کی ان جھونپڑیوں میں پہونچ جاتے تھے جو ریلوے اسٹیشن کے نواح میں بنی ہوئی تھیں۔ اور اس جگہ پولیس کے لئے ان کا سراغ لگانا دشوار ہو جاتا تھا۔ اس آبادی میں پہونچکر مزدور بالکل محفوظ ہو جاتے تھے۔ وہاں کا ہر مکان ان کے لئے پناہ گاہ کی حیثیت رکھتا تھا اور ہر شخص خواہ وہ عورت ہو یا مرد ان کا دوست تھا۔

ٹیٹو کی گرفتاری کے دن پولیس نے غیر معمولی احتیاط سے کام لیا

تھا۔ عام دروازہ سے کیفے میں داخل ہونے کے علاوہ انہوں نے اپنی ایک جماعت کو کیفے کی چھت پر بھیج کر ہلکی مشین گنوں سے عقبی راستہ کو مسدود کردینے پر بھی متعین کردیا تھا اور پیش بندی کے طور پر عقبی صحن میں کچھ بم بھی کرادیئے تھے۔ بموں کے دھماکے سے کیفے کی چھوٹی سی عمارت ہل تو گئی لیکن اس کی کھڑکیوں کے شیشے نہیں ٹوٹے۔ ان کھڑکیوں میں شیشے تھے بھی نہیں۔ پولیس کے ایک گذشتہ حملے میں شیشے ٹوٹ جانے کے بعد انہیں دوبارہ لگانے کی ضرورت بھی نہیں سمجھی گئی تھی اور صرف پرانے اخبارات کے کاغذ چپادیئے گئے تھے۔

ٹیٹو اپنے دو دوستوں کے ساتھ کیفے کے دوسرے کمرہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ پولیس کا پہلا سپاہی جب اس کمرہ میں داخل ہوا تو ان لوگوں نے اس پر گولی چلائی اور دھماکوں کی پرواہ کئے بغیر صحن کی طرف دوڑے لیکن اب چھت پر چڑھے ہوئے سپاہیوں نے ان پر مشین گنوں سے گولیاں چلانی شروع کردی تھیں کیفے کے اندر سے بھی گولیوں کی بوچھار ہورہی تھی۔ اور ان کے ساتھ خود ان کے ریوالوروں کی آواز نے مل کر فضا میں ایک خوف ناک شور برپا کردیا تھا۔

خون میں شرابور تین آدمی صحن میں پڑے ہوئے تھے، ایک مردہ اور دو سخت زخمی ان کے ریوالور بھی اسی جگہ پڑے تھے۔ لیکن یہ لوگ ان سے کام لینے کے قابل نہیں رہے تھے۔ پولیس نے دونوں زخمیوں کو ہسپتال پہونچادیا اور کسی قدر صحت یاب ہوجانے پر ایک ماہ کی

بعد انہیں عدالت میں پیش کیا گیا۔ لیکن انتہائی کوشش اور جدوجہد کے باوجود پولیس یہ بات ثابت نہیں کر سکی کہ ٹیٹو کمیونسٹ تحریک کی تنظیم کا کام کرتا ہے اس لئے اسے محض کمیونسٹ ہونے کے جرم میں پانچ سال کیلئے قید سخت کی سزا دے دی گئی۔

چھٹا باب

بھوک ہڑتال

گورنر بہادر کی پریشانی

یوگوسلاویہ کے مشہور قید خانہ لیپوگلاوا کا گورنر ولاد امیلک اپنے دفتر میں کچھ اس درجہ برہم و افسردہ بیٹھا ہوا تھا کہ سرجنٹ ٹومک نے دفتر میں قدم رکھتے ہی اسے دیکھ کر یہ رائے قائم کرلی کہ گورنر کو ملازمت سے علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ دوسرے قیدخانوں کے عملہ کی طرح لیپوگلاوا کا عملہ بھی نہ تو میلک کو پسند کرتا تھا اور نہ اس کی عزت ہی کرتا تھا۔ ٹومک کا بھی یہی حال تھا۔ لیکن دوسرے ملازمین کی طرح وہ بھی گورنر سے خوف زدہ رہتا تھا اور اس کے ہر حکم کی تعمیل کرتا تھا دفتر میں داخل ہو کر وہ ادب کے ساتھ گورنر کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اس کے حکم کا انتظار کرنے لگا۔ لیکن دل ہی دل میں وہ اس کی پریشانی سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ "اسے بڑھو" گورنر نے ایک کاغذ اس کے حوالہ کرتے ہوئے تلخ انداز میں کہا۔

یہ کاغذ وزارت عدل کی طرف سے ایک ایسا حکم نامہ تھا جس کی رو سے چھ نئے سزا یافتگان کو بلغراد سے لیپوگلاوا کے قید خانہ منتقل کیا گیا تھا۔ اس حکم نامہ میں بظاہر کوئی خصوصیت نہیں تھی کیونکہ اس قید خانہ میں قیدیوں کے گروہ کے گروہ آتے ہی رہتے تھے۔

"آنے والے قیدیوں کے ناموں کو غور کے ساتھ دیکھو۔" گورنر نے دوبارہ کہا "کیا ان میں سے کوئی نام گوش آشنا معلوم ہوتا ہے؟"

"نہیں جناب!" ڈومک نے غور کرنے کے بعد جواب دیا۔

ڈومک نے اس معاملہ میں غلط بیانی سے کام نہیں لیا تھا۔ لیکن اگر وہ کسی شخص سے واقف بھی ہوتا تو گورنر کو اس حقیقت سے مطلع کرنے سے قبل کئی مرتبہ غور ضرور کرتا۔

"فہرست میں لکھے ہوئے نام بروز کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا تم نے یہ نام بھی نہیں سنا؟" گورنر نے دریافت کیا۔

"نہیں جناب! میں نے آج سے قبل یہ نام نہیں سنا!" سرجنٹ نے جواب دیا۔

"کیا ملازمت کے تمام زمانہ میں تم گھاس ہی کھودتے رہے ہو؟ یہ شخص ہم سب کو ملازمت سے برخواست کرا سکتا ہے۔" گورنر ایک لمحہ کے لئے خاموش ہو گیا۔ لیکن ڈومک اسی طرح خاموش کھڑا رہا۔ گورنر نے پھر کہا "یہ ملعون شخص کمیونسٹوں کا رہنما ہے!"

"جناب میرے خیال میں کمیونسٹوں کا رہنما تو ہلاک ہو چکا ہے!"

سر جنٹ نے جواب دیا۔ "ایک ہی رہنما تو ہلاک ہوا ہے!" گورنر نے کہا "مگر یہ لوگ تو شہد کی مکھیوں کی طرح پیدا ہوتے ہیں۔ تم انہیں جسقدر زیادہ ہلاک کروگے یہ اسی قدر زیادہ پیدا ہوتے رہیں گے۔"

"درست ہے جناب!" سر جنٹ نے گورنر کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

"بیوقوف!" گورنر نے کہا "تمہیں معلوم نہیں کہ ان تمام باتوں کا انجام کیا ہوگا؟ اس بدمعاش کی آمد سے تمام قیدخانہ میں ہلچل بپا ہو جائے گی۔ قیدی خوشیاں منائیں گے اور ممکن ہے کہ کچھ لوگ کوئی شرارت بھی کریں۔ ہمیں بہت زیادہ ہوشیار رہنا چاہیئے اور اگر وہ کسی معاملہ پر اصرار کریں تو ہمیں ان کی مدافعت کی قوت کو ابتدا ہی میں کچل دینا چاہیئے۔ یاد رکھو اگر یہاں خفیف سی ہلچل اور بدامنی بھی پیدا ہوئی تو بلغراد کی حکومت فوراً ہی ہم سب کو ملازمت سے برطرف کردے گی۔"

گورنر اور سر جنٹ دونوں کم و بیش ایک گھنٹہ تک ان تدابیر پر غور اور بحث کرتے رہے۔ جن پر عمل کرنے سے ان کی ملازمت سے علیحدگی کا خطرہ دور ہو سکتا تھا۔ انہوں نے یہ بات طے کی کہ نئے قیدیوں کی آمد کے وقت گورنر کو خود موجود رہنا چاہیئے اور حسب معمول اسے وہ تقریر بھی کرنی چاہیئے جو دھمکیوں اور تنبیہوں کا ایک ایسا مرکب ہوا کرتی تھی جسے نہایت احتیاط کے ساتھ تیار کیا جاتا تھا اور اسی تقریر کے دوران میں اسے قیدیوں پر یہ بات بھی واضح کر دینی چاہیئے کہ ——

اس قیدخانہ سے آج تک کوئی شخص بھی فرار ہونے میں کامیاب نہیں

ہو سکا اور یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کرنا اقدام خودکشی سے کم نہیں ـــــــ " میں ان سے یہ بات بھی کہدوں گا کہ اگر کوئی شخص خودکشی کا خواہش مند ہے تو اسے یہاں سے بھاگنے کی کوشش کرنی چاہیئے اس صورت میں انہیں معلوم ہو جائے گا کہ خودکشی کا یہ کتنا اچھا طریقہ ہے۔" گورنر نے اپنی تقریر کو ختم کرتے ہوئے بطور مذاق کہا۔

لیپوگلاوا!

لیپوگلاوا کا قید خانہ دو عمارتوں پر مشتمل تھا جن میں سے ایک نئی تھی اور دوسری پرانی۔ پرانی عمارت جس میں گورنر اس کا عملہ اور قید خانہ کے محافظ رہا کرتے تھے دراصل اٹھارویں صدی میں تعمیر شدہ ایک خانقاہ تھی اور نئی عمارت جو قیدیوں کے لئے مخصوص تھی پہلی عالمگیر جنگ کے بعد تعمیر کی گئی تھی۔ ان دونوں عمارتوں کے درمیان ایک وسیع صحن تھا اور قیدی روزانہ اسی صحن میں چہل قدمی کیا کرتے تھے۔ ان دونوں عمارتوں کے چاروں طرف ایک بلند دیوار قائم تھی جس پر نگرانی کے لئے چار مینار بنائے گئے تھے۔ ان میناروں میں مشین گنیں نصب تھیں اور قید خانہ کی حفاظت کے لیئے وہاں دن رات "خاص محافظین" کا پہرہ لگا رہتا تھا۔

لیپوگلاوا کا قید خانہ یوگوسلاویہ کے طول و عرض میں مستحکم ترین قید خانہ تصور کیا جاتا تھا۔ اور یہ بات مشہور تھی کہ وہاں سے کسی قیدی

کا فرار ہو جانا قطعاً ناممکن ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اس قید خانہ میں سب سے زیادہ خطرناک قیدیوں ہی کو بھیجا جاتا تھا۔

قیدیوں کی آمد

۱۹۲۸ء کے موسم خزاں میں ایک روز صبح کے وقت چھیالیس قیدیوں کا ایک گروہ لیپوگلاوا کے قید خانہ میں وارد ہوا۔ حفاظت کے لئے ایک سو سپاہی بھی ان قیدیوں کے ہمراہ تھے۔ قیدیوں کو فوراً قدیم عمارت کے اس وسیع کمرہ میں پہونچا دیا گیا جہاں ضرورت کے وقت سب لوگ جمع ہوا کرتے تھے۔ طے شدہ تجویز کے مطابق گورنر نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے ایک تقریر کی اور چونکہ وہ اس قسم کی تقریروں کا عادی ہو گیا تھا اس لئے اس کی یہ تقریر نہایت مختصر اور موقع کے اعتبار سے بالکل موزوں تھی تقریر ختم کرنے کے بعد اس نے دریافت کیا کہ ــــــ تم لوگوں میں سے یوسپ بروز کون ہے؟ ــــــ اس سوال پر ٹیٹو قیدیوں کی صف سے نکل آیا اور گورنر اسے اپنے دفتر میں لے گیا۔

دفتر میں پہونچکر گورنر نے ٹیٹو سے کہا کہ ــــــ میں اس بات سے اچھی طرح واقف ہوں کہ تم ایک کمیونسٹ رہنما ہو۔ بلاشبہ تمھیں کمیونسٹ رہنما کی حیثیت سے سزا نہیں ہوئی۔ لیکن یہ کوئی بات نہیں۔ عدالتوں میں صرف قانونی نکات پر نظر کی جاتی ہے۔ لیکن لیپوگلاوا کا قید خانہ عدالت نہیں اس لئے یہاں ان بے معنی باتوں کا کوئی خیال نہیں کیا جاتا اور نہیں بہت

جلد اس بات کی تصدیق ہو جائے گی۔ میں نے ایک کہانی سُنی ہے جس میں ایک ایسے شخص کا ذکر کیا گیا ہے جو اپنے ملازم کو اس وقت سزا دیا کرتا تھا جب وہ برتن دھونے کے لئے تیار ہوتا تھا تاکہ وہ برتن نہ توڑے میں اس شخص کی دانش مندی کا قائل ہوں۔ برتن ٹوٹ جانے کے بعد سزا دینے سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔۔۔

نئی اذیّت

گورنر نے ٹیٹو کو اذیت دینے کے لئے ایک نہایت سادہ مگر پرانا طریقہ اختیار کیا جسے زار کے زمانہ کی روسی پولیس کی ایجاد کہا جاتا ہے۔ ٹیٹو کو ایک کمرہ میں لے جا کر ایک آرام دہ کرسی پر بٹھا دیا گیا اور ایک شخص اس کے قریب بیٹھ گیا۔ ٹیٹو کا خیال تھا کہ کوئی شخص تفتیش کے لئے اس جگہ آئیگا۔ لیکن ایک گھنٹہ تک بیٹھے رہنے کے باوجود جب کوئی شخص نہ آیا تو اس نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے شخص سے دریافت کیا۔

"ہم لوگ یہاں کس لئے بیٹھے ہوئے ہیں؟"

"مجھے معلوم نہیں!" اس کے ساتھی نے جواب دیا

ٹیٹو سفر کے باعث تھکا ہوا تھا اور اسے نیند آرہی تھی۔ اس جگہ بیٹھے ہوئے جب ایک گھنٹہ اور گذر گیا تو اس پر غنودگی طاری ہو گئی لیکن اس کے قریب بیٹھے ہوئے شخص نے فوراً ہی اسے بیدار کر دیا ٹیٹو نے اس شخص کی اس حرکت پر کوئی توجہ نہیں کی۔ اس نے خیال کیا کہ۔۔۔

بہرحال ہم لوگ کسی شخص کی آمد کا انتظار کر رہے ہیں اور یہ بات مناسب نہیں معلوم ہوتی کہ وہ شخص یہاں پہونچ کر قیدی کو سوتا ہوا پائے ــــــ لیکن بیس منٹ تک کوئی شخص نہ آیا اور ٹیٹو پر پھر غنودگی طاری ہوگئی۔ اسے پھر بیدار کر دیا گیا اور چار پانچ مرتبہ یہی واقعہ پیش آیا حتیٰ کہ ٹیٹو مزید صبر نہ کر سکا اور اس نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے شخص سے کہا۔

"کیا اذیت دینے کا یہ کوئی نیا طریقہ ہے؟"

"نہیں! یہ تو بہت پرانا ہے اور ہم خود کئی سال سے اسے استعمال کر رہے ہیں!" اس کے ساتھی نے جواب دیا۔

ٹیٹو اس قدر کسل مند تھا کہ اس کے لئے اظہار ناراضگی کرنا بھی دشوار تھا لیکن اس کے باوجود چند منٹ کے بعد جب اسے پھر بیدار کیا گیا تو اس نے اپنے ساتھی کو بہت برا بھلا کہا۔ اس شخص نے اس کی باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا اور وہ ایک مرتبہ پھر سو گیا۔ اب ٹیٹو کے محافظ نے محسوس کیا کہ سفر کے باعث تھکے ہوئے اس قیدی کو سونے سے باز رکھنے کے لئے کسی نئی تدبیر پر عمل کرنے کی ضرورت ہے چنانچہ پانی سے بھری ہوئی ایک بالٹی اس کے سر پر الٹ دی گئی۔ ٹیٹو بیدار ہونے کے بعد پھر سو گیا حتیٰ کہ اس کے ساتھی نے ایک گھنٹہ کے اندر کرسی بھی ہٹالی اور اسے کھڑا رہنے کا حکم دیدیا۔ کچھ دیر کے بعد ٹیٹو کو غش آگیا لیکن یہ مختصر سی بے ہوشی بھی اس کے لئے سود مند ثابت نہ ہوئی اور ہوش آنے کے بعد وہ پھر نیند کے آغوش میں تھا۔ غرضیکہ دو روز تک یہی جد و جہد جاری رہی اور اس

دوران میں اسے بیدار رکھنے کے لئے ہر ممکن تدبیر پر عمل کیا گیا۔

بھوک ہڑتال کا آغاز

لیپوگلاوا میں قیدیوں کی بھوک ہڑتال کا واقعہ ٹیٹو کی آمد کے تین ماہ بعد پیش آیا۔ اس سلسلہ میں اس نے قیدیوں کے ایک خفیہ جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا۔

" ہمارے لئے حصول مقصد کا یہ پہلا اور آخری موقعہ ہے۔ اگر ہم متحد رہ سکے اور کسی شخص نے بھی ہمت نہ ہاری تو ہماری کامیابی یقینی ہے۔ گورنر کے لئے دو ہزار انسانوں کو بھوک سے ماردینا ناممکن ہے۔ وہ اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے کہ اگر بلغراد سے کوئی انسپکٹر آ گیا تو یا تو اسے اپنا طرز عمل تبدیل کر دینا پڑے گا یا پھر وہ ملازمت سے مستعفی ہو گا۔ اسے اس کی من مانی کارروائیوں کے لئے اس وجہ سے آزاد چھوڑا گیا ہے کہ حکومت اسے ایک قابل منتظم سمجھتی ہے لیکن اگر ایک مرتبہ ہم یہ بات ثابت کرنے میں کامیاب ہو گئے کہ وہ قابل منتظم نہیں تو وہ ضرور برخواست کر دیا جائے گا اور جہانتک ہمارا تعلق ہے ہمارا حال موجودہ حال سے بدتر نہیں ہو سکتا۔"

قیدیوں نے بھوک ہڑتال شروع کر دی اور جب گورنر کو اس واقعہ کی اطلاع دی گئی تو ٹیٹو کے اندازہ کے مطابق اس پر ناقابل بیان

بدحواسی طاری ہو گئی۔ اور جب ناشتہ سے انکار کر دینے کے بعد انہوں نے دوپہر کا کھانا کھانے سے بھی انکار کر دیا تو گورنر نے سرجنٹ ٹومک کی معرفت قیدیوں کو یہ اطلاع دی کہ —— اگر انہوں نے بھوک ہڑتال ترک نہ کر دی تو ان میں سے دس ایسے افراد کو جو تحریک کے رہنما ہیں بطور یرغمال علیحدہ کر لیا جائے گا اور انہیں ایسی سخت سزا دی جائے گی کہ عذاب کے فرشتے بھی گھبرا اٹھیں گے —— سرجنٹ ٹومک نے گورنر کا پیغام پہونچانے کے بعد کہا کہ —— اگر تم لوگوں کی جگہ میں ہوتا تو اپنے اس ارادہ کو ضرور ترک کر دیتا کیونکہ گورنر نے اپنے پیغام میں سزا کے جن طریقوں کی جانب اشارہ کیا ہے وہ اس درجہ ہولناک ہیں کہ —— آج تک اسے خود، انہیں اختیار کرنے کی جرأت نہیں ہوئی —— لیکن قیدیوں نے اس کے مشورہ پر کوئی توجہ نہیں دی اور اپنے فیصلہ پر قائم رہے۔

گورنر کے حکم سے دس آدمیوں کو دوسرے قیدیوں سے علیحدہ کر لیا گیا۔ ٹیٹو نہ صرف ان میں شامل ہی تھا بلکہ اسے اپنے باقی ساتھیوں کی رہنمائی کا فخر بھی حاصل تھا۔ شام کے وقت ان لوگوں کو ان کی کوٹھڑیوں میں بند کرنے کے لئے واپس لایا گیا۔ اس روز انہیں ایذا رسانی کے جس طریقہ کا شکار ہونا پڑا تھا اسے غیر معمولی طریقہ نہیں کہا جا سکتا۔ ان کے ناخنوں کے نیچے تیز نوکیلی سلائیاں داخل کی گئیں تھیں۔ اس طرح انہیں سخت اذیت تو ضرور پہونچی تھی لیکن ان کے لئے یہ اذیت غیر متوقع نہیں ثابت ہوئی۔

دوسرے روز علی الصبح پھر انہیں دس اشخاص کو ان کی کوٹھڑیوں سے لے جایا گیا اور دوپہر کے وقت اعلان کیا گیا کہ ـــــ ان میں سے دو آدمیوں نے خودکشی کر لی ہے ـــــ قیدی اس جملہ کا مطلب اچھی طرح سمجھتے تھے دوپہر کے بعد باقی ماندہ آٹھ افراد کو واپس لا گیا لیکن وہ بالکل بیہوش تھے۔ اس روز انہیں ریت سے بھری ہوئی بوریوں سے زدوکوب کیا گیا تھا کیونکہ اس طرح زدوکوب کرنے سے مجرم کی ہڈیاں تو ٹوٹ جاتی ہیں۔ لیکن اس کے جسم پر کوئی نشان نظر نہیں آتا۔ زدوکوب کرنے والوں کی ناتجربہ کاری کے باعث دو آدمیوں کے سینہ پر شدید ضربات لگی تھیں جن کی وجہ سے اُن کی موت واقع ہو گئی تھی اور یہ تھی اس خود کشی کی حقیقت جس کا ذکر سرکاری اعلان میں کیا گیا تھا۔

سورج غروب ہو جانے کے بعد انہیں پھر کوٹھڑیوں سے نکالا گیا۔ اب چونکہ یہ لوگ نقل و حرکت کرنے سے قطعاً معذور تھے اس لئے سپاہیوں نے انہیں فرش پر گھسیٹ کر اذیت دینے کی جگہ تک پہونچایا اور چند گھنٹہ کے بعد جب اسی طرح انہیں واپس لایا گیا تو ان کے سر خون سے شرابور تھے۔ ابتدا میں تو کوئی شخص بھی یہ بات نہیں سمجھ سکا کہ ان پر کیا گذری ہے۔ لیکن پھر ان کی سمجھ میں آیا کہ ان کے سروں کا ایک ایک بال جڑ سے اکھاڑ لیا گیا ہے۔ اس سزا کے بعد ان کے سروں پر چھوٹے چھوٹے بال بھی جنہیں جیل کے قواعد کے مطابق قیدیوں کے سروں پر موجود ہونا چاہئے تھا۔ کئی ماہ کے بعد نمودار ہوئے۔

تیسرے روز صبح کے وقت پھر انہیں کھینچتے ہوئے سزا دینے کے مقام پر لے جایا گیا اور جب وہ پھر واپس لائے گئے تو وہ بے ہوش تھے ان کی حالت پر رحم آتا تھا اور ان کی صورت دیکھ کر خوف معلوم ہوتا تھا۔ انکی آنکھیں شیشہ کے ٹکڑوں کی طرح جذبات کے اظہار سے قاصر اور بے حس و حرکت تھیں، منہ سے جھاگ برآمد ہو رہے تھے اور ان کی انگلیاں نہ صرف مڑی ہوئی تھیں بلکہ اس طرح کانپ رہی تھیں کہ انہیں دیکھ کر دہشت معلوم ہوتی تھی۔ دوسرے دن اسی بے ہوشی کی حالت میں پانچ آدمیوں کا انتقال ہو گیا لیکن تین زندہ رہے انہیں بھی مزید دو دن اور رات موت اور زندگی کی کش مکش میں مبتلا رہنا پڑا۔

آخر کار جب ان لوگوں کو ہوش آیا اور وہ بات چیت کرنے کے قابل ہوئے تو ان کے ساتھیوں کو اس بات کا اندازہ ہو سکا کہ سرجنٹ ٹومک نے گورنر کا پیغام پہونچانے کے بعد سزا کے ہولناک طریقوں کا ذکر کرتے ہوئے غلط بیانی نہیں کی تھی اور اس کی یہ بات بالکل درست تھی کہ ان طریقوں پر عمل کرنے کا حکم دیتے ہوئے گورنر بھی ہچکچاتا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد جب ٹیٹو کو بعض ڈاکٹروں کے روبرو سزا کے اس ہولناک طریقہ کی تفصیل بیان کرنے کا موقعہ ملا تو انہوں نے ٹیٹو اور اس کے ساتھیوں کے زندہ رہ جانے کو معجزہ سے تعبیر کیا۔

ٹیٹو اور اس کے ساتھیوں کو سزا دینے کی جگہ لے جانے کے بعد پہلے تو اس قدر زدوکوب کیا گیا کہ وہ بالکل بے ہوش ہو گئے تھے اصل سزا دینے

سے قبل انہیں بے ہوش کر دینے کا مطلب یہ تھا کہ ضعف اور کمزوری کے باوجود سزا دینے کے وقت کہیں یہ لوگ مدافعت نہ شروع کر دیں اور اس طرف سے مطمئن ہو کر گورنر کے حکم سے ان قیدیوں کو وہ دہشت ناک سزا دی گئی تھی جس کا تصور ہی انسان کو لرزہ براندام کر دینے کے لئے کافی ہے۔ مختصر یہ کہ ان لوگوں کو بے ہوش کر دینے کے بعد انیما کے ذریعے سے ان کی آنتوں میں اس پانی کی ایک بہت بڑی مقدار داخل کر دی گئی جسے بہت سا نمک ملا کر تقریباً تیزاب بنا دیا گیا تھا۔ ایک مرتبہ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے ٹیٹو نے اپنے بعض دوستوں سے کہا تھا کہ ــــــ ہوش آجانے کے بعد میں نے اپنی آنتوں میں جو سوزش اور جلن محسوس کی تھی اسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا ــــــ

قیدیوں نے جب اپنے باقی ماندہ تین رہنماؤں کو اس قابل رحم اور ناقابل برداشت حالت میں دیکھا تو انہوں نے بھوک ہڑتال ختم کر دینے کا فیصلہ کر لیا۔ انہوں نے خیال کیا کہ ــــــ زیادہ سے زیادہ گورنر یہی تصور کرے گا کہ اسے فتح نصیب ہوئی۔ لیکن یہ کوئی بات نہیں۔ قیدخانہ کے شرمناک اور انسانیت سوز قوانین کے خلاف ہم نے اپنی ہمت کے مطابق جد و جہد کی لیکن اگر گورنر سب کو موت کے گھاٹ اتار دینے پر تُل گیا ہے تو اس کا کوئی علاج نہیں ــــــ پھر انہیں یہ بھی بتا گیا تھا کہ ــــــ اگر ٹیٹو اور اس کے ساتھیوں کی جان بچ سکتی ہے تو صرف بکثرت دودھ پینے سے ورنہ ان کی موت واقع ہونے میں کوئی شبہ نہیں ــــــ

اور بھوک ہڑتال ترک کئے بغیر دودھ دستیاب نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر بھوک ہڑتال جاری رہی۔ اس نیم بے ہوشی کی حالت میں ٹیٹو نے اس فیصلہ سے شدید اختلاف کا اظہار کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا۔ اس سے زیادہ سختی ناممکن ہے میرا دل گواہی دیتا ہے کہ ہم زندہ رہیں گے اور اگر ہم نے اس وقت کمزوری کا اظہار نہ کیا تو ہمیں کامیابی حاصل ہو گی۔

ٹیٹو کا اندازہ غلط نہیں تھا۔ انہیں کامیابی نصیب ہوئی۔ گورنر بلغراد کی حکومت کو اس بھوک ہڑتال کی اطلاع دینے پر مجبور ہو گیا۔ اور بھوک ہڑتال شروع ہونے کے گیارہویں روز تفتیش حالات کے لئے دو انسپکٹر لیپو گلاوا میں آ پہونچے۔ اصل حالات سے مطلع ہونے کے بعد گورنر کو برخاست کر دیا گیا۔ بھوک ہڑتال ختم ہو گئی اور اس واقعہ کے بعد نہ صرف لیپو گلاوا ہی کے قیدیوں کیساتھ اچھا سلوک ہونے لگا۔ بلکہ ٹیٹو اور اس کے ساتھیوں کی قربانیوں کی بدولت یوگوسلاویہ کے طول و عرض میں سیاسی قیدیوں کی حالت بہتر ہو گئی۔ بہت سے ناقابل برداشت اور توہین آمیز قوانین اور قاعدوں کی گرفت کو نرم کر دیا گیا۔ قیدیوں کو انکے عزیزوں اور دوستوں کی طرف سے بھیجے ہوئے پارچات اور اشیاء خوردنی کے پارسل وصول کرنے کی اجازت دیدی گئی۔ ان کے کام کا وقت کم کر دیا گیا اور اس طرح انہیں آرام کرنے کے لئے زیادہ وقت ملنے لگا۔ انہیں ایک لائبریری قائم کرنے، خطوط لکھنے اور ایک ماہ میں ایک مرتبہ

اپنے رشتہ داروں سے ملاقات کرنے کی اجازت بھی حاصل ہوگئی۔ اور اگرچہ سزا دینے کے خوفناک طریقوں کو ترک نہیں کیا گیا۔ لیکن ان کے استعمال کو بہت ہی خطرناک حالات تک محدود کر دیا گیا۔

یہ دعوہ کرنا غلط نہ ہوگا کہ ــــ لیپوگلاوا کے سیاسی قیدیوں کی بھوک ہڑتال نے یوگوسلاویہ میں سیاسی اسیروں کی قید و بند کی نظام کو بہت بڑی حد تک تبدیل کر دیا ــــ اور اگرچہ اس تغیر کے بعد بھی سیاسی اسیروں کو اپنی قید کی میعاد پوری کرنے کے لئے جسمانی اور ذہنی طور پر بہت زیادہ طاقت اور قوت برداشت کی ضرورت باقی رہی لیکن ان تبدیلیوں سے کم از کم یہ فائدہ ضرور ہوا کہ جفاکش اور مستقل مزاج قیدی زندہ رہکر اپنی میعاد قید ضرور پوری کر لیا کرتے تھے لیکن ماضی میں یہ امر تقریباً ناممکن تھا ــــ اس واقعہ کے بعد جب کبھی کوئی شخص قید ہو کر لیپوگلاوا میں آتا تو اسے گیارہ دن کی بھوک ہڑتال کا یہ قصہ ضرور سنایا جاتا۔ ٹیٹو کی بھوک ہڑتال کا قصہ جسے محض ٹیٹو کے استقلال کی بدولت کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ اور اگرچہ ہر شخص اس واقعہ کی تفصیل سے واقف تھا۔ لیکن یہ بات صرف ٹیٹو ہی کو معلوم تھی کہ اسے گیارہ روز تک نہیں بلکہ پورے چار سال تک جد و جہد کرنی پڑی تھی۔ کیونکہ اسے جو سزا دی گئی تھی اس نے اس کی قوت ہاضمہ کو بے کار بنا دیا تھا اور اس مصیبت سے اسے چار سال کے بعد نجات حاصل ہو سکی تھی۔

ساتواں باب

رُوپوشی

آمریت کے نتائج

لیپوگلاوا میں پانچ سال گذارنے کے بعد جب ۱۹۳۲ء میں ٹیٹو بلغراد واپس آیا تو ملک کے حالات بے حد خراب ہو چکے تھے۔ یوگوسلاویہ پر اقتصادی جمود طاری تھا، کسانوں کو غلّہ سے بھری ہوئی ایک گاڑی کی قیمت جوتوں کے ایک جوڑے کی قیمت سے زیادہ نہ ملتی تھی۔ دن بھر کام کرنے کے بعد ایک معمولی مزدور حاصل شدہ معاوضہ سے ایک روٹی اور پنیر کا ایک ٹکڑا تک نہ خرید سکتا تھا۔ الگزینڈر کی آمریت نے ملک پر پوری گرفت حاصل کر لی تھی اور اس کا طرزِ عمل روز بروز زیادہ جابرانہ اور ظالمانہ ہوتا جا رہا تھا حتیٰ کہ پولیس کی "خاص اجازت" حاصل کئے بغیر ریل گاڑیوں میں سفر کرنا بھی ناممکن ہو گیا تھا۔ اور حکومت کے طرزِ عمل سے معمولی سا اختلاف رکھنے والوں کو بھی مخالف حکومت قرار دے کر چند سال کی سزائے قید دے دی جاتی تھی۔

الکزینڈر کی حکومت سے اختلاف رکھنے والوں کے خلاف "قانون تحفظ حکومت" کو سخت بے رحمی کے ساتھ استعمال کیا جاتا تھا۔ امن کے قیام اور قانون کی حفاظت کے نام پر اس زمانہ میں یوگوسلاویہ کی آزادی کو کچل دینے کے لئے حکومت کی جانب سے جن قابل نفرت جرائم کا ارتکاب کیا جاتا تھا میں یہاں مثال کے طور پر ان میں سے کسی جرم کی تفصیل بیان کرنے کی بجائے اس قانون ہی کی بعض دفعات پیش کر دینا زیادہ مناسب سمجھتا ہوں۔

اس سلسلہ میں میں قانون کی ان دفعات کا ذکر نہیں کرنا چاہتا جن میں حکومت کی مخالفت میں تقریریں کرنے، مخالف حکومت تحریکات کی تنظیم اور حکومت کی منظوری کے بغیر اخبارات یا اشتہارات طبع اور شائع کرنے ایسے جرائم کے لئے قید محض، قید بامشقت یا سزائے موت کا تعین کیا گیا تھا۔ کیونکہ بدقسمتی سے یورپ کے دوسرے ممالک میں بھی اس قسم کے قوانین نافذ تھے اور اس لئے ان میں کوئی خصوصیت باقی نہیں رہی تھی۔ لیکن یوگوسلاویہ کے تحفظ کے قانون کی دفعہ تین کی رو سے کمیونسٹ بدمعاشوں کے پورے خاندان، رشتہ داروں حتیٰ کہ دوستوں کو بھی سزا کا مستوجب قرار دیا گیا تھا۔

نامنصفانہ قانون

سطور بالا میں "قانون تحفظ ریاست" کی جس دفعہ کا ذکر کیا گیا ہے اس کے الفاظ یہ تھے۔

"حکومت کے کارپرداز کسی بدمعاش' کی براہ راست چار نسلوں سے تعلق رکھنے والے افراد یا اس بدمعاش کے ہم جد افراد کی چار نسلوں کو کسی دوسرے ضلع میں جلا وطن کر سکتے ہیں۔ انہیں ایسے لوگوں کو جلا وطن کرنے کی بھی اجازت ہے جن کے متعلق انہیں اس بات کا قوی شبہ پیدا ہو گیا ہو کہ ان کے مکان میں اسلحہ یا گولہ بارود چھپایا جاتا ہے۔ یا پھر وہ لوگ مسلح افراد' باغیوں یا مجرموں کو پناہ دیتے ہیں........"

دوسرے الفاظ میں قانون کی اس دفعہ کا مطلب یہ ہوا کہ اگر کسی جگہ کی پولیس کو کسی شخص کے متعلق یہ شبہ پیدا ہو جائے کہ اس کے یہاں اسلحہ چھپے ہوئے ہیں تو اس بات پر غور کئے بغیر کہ شبہ کی تائید میں کوئی دلیل بھی موجود ہے یا نہیں یا یہ شبہ محض کسی ذاتی کاوش کا نتیجہ ہے پولیس اس شخص کو جلاوطن کر سکتی تھی۔ یا اگر کسی شخص کے کسی چچا زاد بھائی کے خلاف کمیونسٹ ہونے کا الزام عائد ہو جائے تو وہ شخص اور اس کے خاندان کے تمام افراد جلا وطنی کی سزا کے مستوجب ہو جاتے تھے۔

مذکورہ بالا فقرات کے بعد اسی دفعہ میں یہ جملے بھی موجود تھے۔

"اگر مذکورہ بالا طریقوں پر عمل کرنے کے بعد بھی بدمعاشوں کی بیخ کنی نہ ہو سکی یا انہوں نے اطاعت قبول نہ کی اور اس بات کی شہادت موجود ہوئی کہ کسی شہر یا گاؤں کے باشندے ان بدمعاشوں کی مدد کرتے ہیں تو ایسے مقامات کے تمام باشندوں

کو جلاوطنی کی سزا دی جائیگی۔ یہ سرٹیفکیٹ (اس جگہ کا اعلیٰ سرکاری
حاکم) دے سکیگا اور اس طرح جو بستی خالی ہوگی اس میں حکومت کے
وفادار لوگ آباد کئے جائیں گے۔"

اس سلسلہ میں میں صرف اس قدر کہدینا کافی سمجھتا ہوں کہ یوگوسلاویہ کی
شہنشاہیت پر مبنی آمریت نے ملک میں جو قوانین نافذ کئے تھے وہ ہملر کیلئے بھی
سبق آموز ثابت ہو سکتے تھے۔

قیدخانہ کے تجربات

یوگوسلاویہ کے یہ حالات تھے جنہیں، پانچ سال کے بعد واپس آکر ٹیٹو کو از سر نو
مزدور تحریک کی تنظیم شروع کرنی پڑی۔ اب ٹیٹو زیادہ احتیاط پسند اور مصلحت اندیش
بنگیا تھا۔ اب وہ بلا ضرورت خطرات میں مبتلا ہونیکو ناپسند کرنے لگا تھا اور پانچ
سال تک قیدخانہ میں زندگی گذارنیکے بعد اسے بہت سے سبق حاصل ہو گئے تھے۔ ایک
مرتبہ بلقانی ریاستوں کے ایک سیاسی مبصر نے کہا تھا کہ۔

بلقان کے تمام ممتاز اور دانش مند سیاسی رہنماؤں کیلئے قیدخانے ہمیشہ
اعلیٰ سیاسی تعلیم گاہ ثابت ہوئے ہیں۔

اور یہ بات درست بھی ہے کیونکہ انہیں سے بیشتر افراد کی سیاسی قابلیت کے جوہر قیدخانوں
سے واپس آنیکے بعد ہی کھلے ہیں اور ٹیٹو بھی اس قاعدہ سے مستثنیٰ نہیں رہ سکا۔ قیدخانہ
میں جہاں ٹیٹو کو غور و فکر کرنیکے علاوہ اور معاملات کیطرف توجہ مبذول کرنیکی بہت ہی کم
ضرورت پیش آتی تھی اس نے دو اہم سبق حاصل کئے تھے۔ پہلا سبق تو یہ تھا کہ۔ ایک

چھوٹی سی منظم اور مرتب جماعت ہزارہا غیر منظم اور بے قاعدہ مقلدین کے مقابلہ میں کہیں بہتر ہے۔ اور دوسرا یہ کہ۔ اگرچہ مزدور طبقہ فاشیت کی مخالف جنگ میں پیش رو فوج کی حیثیت رکھتا ہے لیکن محض یہ طبقہ ہی اس جنگ میں فتح حاصل نہیں کر سکتا۔ اس مہم کو سر کرنے کیلئے ملک کے تمام جمہوریت پسند عناصر کے اتحاد کی ضرورت ہے۔ یوگوسلاویہ میں ان عناصر کا بیشتر حصہ کسانوں پر مشتمل تھا۔ اسلئے اب ٹیٹو نے اپنی توجہ دو کاموں پر مرکوز کر دی پہلا کام پوشیدہ طور پر مزدوروں کی مضبوط اور معقول تنظیم تھا اور دوسرا کام ملک کی تمام جمہوریت پسند عناصر اور ترقی پسند جماعتوں کو ایک مقصد پر متحد کرنا۔ یہاں میں ایک بات کی تفصیل بیان کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ متحدہ محاذ کی تحریک جو مغربی یورپ میں دوسری عالمگیر جنگ سے چھ یا سات سال قبل جاری ہوئی تھی بلقانی ملکوں میں بہت پہلے شروع کی جا چکی تھی۔ اور اسی تحریک کی بدولت دوسری عالمگیر جنگ کے دوران میں کمیونسٹ اور دوسری جمہوریت پسند جماعتوں کے درمیان قابل عمل سمجھوتہ ہونے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ ریاستہائے بلقان میں متحدہ محاذ کے بنیادی ادارے موجود تھے اور اگرچہ انکا کوئی اثر اور نتیجہ ظاہر نہیں ہوا تھا لیکن انکی پوشیدہ طور پر موجودگی سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس تحریک کے نتائج ظاہر نہ ہونے کی اصل وجہ یہ تھی کہ حکومت نے تمام جمہوریت پسند جماعتوں کو خلاف قانون قرار دیا تھا۔ یہاں اس بات کو بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ متحدہ محاذ کا تخیل ایک بلقانی کمیونسٹ یعنی بلغاریہ کے کمیونسٹ رہنما جارج ڈمٹروف (بلغاریہ کا موجودہ وزیر اعظم) ہی کا پیش کیا ہوا تھا۔ اس شخص نے ۱۹۳۵ء میں یورپ کے تمام ملکوں کو اس تحریک پر غور اور عمل کرنے کی جانب توجہ دلائی تھی اور اگرچہ مغربی یورپ کے لئے متحدہ محاذ کے قیام کی یہ تحریک بالکل نئی تھی۔ لیکن

ڈمٹروف نے اسے اپنے وطن بلغاریہ میں ۱۹۲۳ء ہی میں شروع کر دیا تھا۔

حالات کا اثر

یوگوسلاویہ میں متحدہ محاذ کی تحریک کے اجرا اور توسیع و کامیابی میں ایک اور واقعہ نے بھی امداد کی اور وہ واقعہ تھا ـــــ جرمنی میں ۱۹۳۳ء میں ہٹلر کا برسر اقتدار آنا اور جرمنی کے لئے توسیع اثر و اقتدار کو خارجی حکمت عملی کی بنیاد قرار دینا ـــــ جسے کامیاب بنانے کے لئے جرمنی ابتدا میں اقتصادی اور اس کے بعد سیاسی ذرائع سے کام لیتا رہا۔ ٹیٹو نے ابتدا ہی میں اس حقیقت کو سمجھ لیا تھا کہ ـــــ نازی خطرہ کا مقابلہ کرنا ایک ایسی ضرورت ہے جسے تمام ضرورتوں سے مقدم سمجھنا چاہئے اور قوم کی تمام تر قوت کو ایک ایسے متحدہ محاذ کے قیام پر مرکوز کر دینا چاہئے جسے عوام کی تائید و حمایت حاصل ہو ـــــ کیونکہ جرمن شہنشاہیت کی اقتدار پسندانہ مذموم مقاصد کو شکست دینے کا یہی واحد ذریعہ ہے۔

ٹیٹو نے غیر معمولی محنت و جفاکشی کے ساتھ اس کام کو شروع کر دیا لیکن اس کے ساتھ وہ پوشیدہ طور پر کمیونسٹ پارٹی کو بھی مضبوط بناتا رہا۔ وہ اس بات سے اچھی طرح واقف تھا کہ ضرورت کے وقت صرف کمیونسٹوں ہی کو یوگوسلاویہ کے باشندوں کے روبرو وہ وسیع سیاسی نظام پیش کرنا پڑے گا جس کے بغیر عام مدافعت کی کوئی تحریک بھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔

مشکلات

اس قسم کی وسیع اور مضبوط بنیادوں پر کسی جماعت کی تشکیل و تنظیم بظاہر بہت ہی دشوار تھی حکومت کی سختیوں اور پولیس کے مظالم میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ اس سلسلہ میں یوگوسلاویہ کی جمہوری جماعت کے رہنما سوئٹوزار پریبی شیوچ نے جسے حکومت نے جلاوطن کرکے فرانس بھیج دیا تھا لکھا ہے۔

بلغراد ظلم، رجعت پسندی اور استبداد کا مرکز بن گیا تھا......
اور وہاں جو جو ظلم اور سختیاں کی جاتی تھیں بلقان کے کسی ملک میں ان کی مثال نہیں ملتی یوروپ کے مہذب ملکوں کا تو ذکر ہی کیا ہے......"

۱۹۳۴ء میں بادشاہ الکزینڈر پر قاتلانہ حملہ اور اس کی موت کے بعد بھی حالات میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوا۔ اس کا جانشین شہزادہ پال کردار کے اعتبار سے ایک کمزور شخص تھا اور زار کے زمانہ میں بہت زیادہ دولت مند رہ چکا تھا۔ ۱۹۱۷ء کے انقلاب کی بدولت اس کی جائداد اور دولت چھن گئی تھی جس کے بعد وہ روس کی سوویت حکومت ہی سے نہیں بلکہ ہر اس شے سے شدید نفرت کرنے لگا تھا جس میں اسے اشتراکیت کا رنگ جھلکتا ہوا نظر آتا تھا۔

اشتراکیت کے ساتھ پال کی یہ نفرت آہستہ آہستہ جنون کی حد

تک پہونچ گئی اور رفتہ رفتہ وہ بھی یوروپ کی حکومتوں کی نئی ترتیب اور تشکیل کے سوال کو اسی زوایہ نظر سے دیکھنے لگا تھا جو نازیوں کے لئے مخصوص تھا۔ جنگ سے چند سال قبل ہی مشرقی یوروپ میں فرانس اور برطانیہ کا اثر کم ہونا شروع ہو گیا تھا۔ ممکن تھا کہ اگر مغربی یوروپ فاشی اثر و اقتدار کو مسدود کرنے کے لئے عزم و استقلال سے کام لیتا تو جرمن شہنشاہیت کو بلقان میں قدم جمانے کا موقع نہ ملتا اور وہاں کے حالات بالکل ہی مختلف ہوتے لیکن اس وقت یوروپ کی جمہوری حکومتیں جرمنی کو خوش کرنے پر تلی ہوئی تھیں۔ جمہوری حکومتوں کی یہ حکمت عملی بلقان کے لئے تباہ کن تھی اور اس تباہی کا تمام فائدہ جرمنی کو حاصل ہوا۔

یوگوسلاویہ کے باشندے اس معاملہ میں قابل تعریف ہیں کہ ان کے قدم کسی موقعہ پر بھی نہیں ڈگمگائے اور کسی موقعہ پر بھی جرمنی اور فاشیت کے بارہ میں کسی جمہوری جماعت کی رائے نہیں بدلی۔ لیکن حکومت کے مقابلہ میں ان کا طرز عمل واضح طور پر معترضانہ اور مخالفانہ رہا۔ انکا یہ طرز عمل پال اور اس کے زمانہ میں قائم ہونے والی متعدد حکومتوں کے لئے خطرہ کا ایک ایسا اشارہ تھا جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا اس لئے حکومت نے اپنے جبر و تشدد کی تمام تر قوت ان تمام انجمنوں اور افراد کو کچل دینے پر مرکوز کر دی جو اس کی نظر میں غیر معمولی طور پر خطرناک جمہوریت پسند واقع ہوئے تھے۔ اس زمانہ میں کمیونسٹ ہی نہیں بلکہ تمام جمہوریت پسند گرفتاری، قید، اذیت اور ہلاکت کے خطرات سے دوچار رہتے تھے۔

"حکومت کے تمام مخالفین، کیساتھ یکساں سلوک کیا جاتا تھا اور "مخالفین حکومت" ایسی بے معنی اور مہمل ترکیب کے دائرہ سے بلغراد یونیورسٹی کے طلباء بھی باہر نہ رہ سکے تھے۔

جرمنی کے ساتھ یوگوسلاویہ کی مصالحت ومفاہمت کا پہلا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ ملک کے اندرونی معاملات کو طے کرنے کے لئے بلغراد کی حکومت نے بھی وہی طریقے اختیار کرنے شروع کر دیئے جو نازی جرمنی میں رائج تھے۔ اس سلسلہ میں ۱۹۴۳ء میں 'آزاد یوگوسلاویہ' کی جانب سے لندن میں "یوگوسلاویہ کی قومی آزادی کی تحریک" کے زیر عنوان جو رپورٹ شائع کی گئی تھی اس کے صفحہ ۹ پر لکھا ہے۔

حکومت کا یہ دور پولیس اور جندارمہ کے مسلسل ظلم اور دہشت انگیزی کا دور تھا۔ اس زمانہ میں پس ماندہ قوموں کے ہزارہا افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔ ابتدائی شہری حقوق اور جمہوریت کے بنیادی احساسات کو کچل دیا گیا تھا اور ان بدطینت اور حریص افراد کے لئے جو برسر اقتدار ہونے کے باعث اختیارات حکومت کو اپنی اغراض اور خواہشات کی تکمیل کے لئے استعمال کرتے تھے یوگوسلاوی اقوام کی آزادی کی خواہش اور جمہوری احساسات کو کچلنے کیلئے ملک کے طول وعرض میں خون کی ندیاں بہائی جاتی تھیں۔"

نازیت کی ترقی اور ہٹلر کی فوجی تجاویز کی کامیابی کے اسباب وعلل پر

غور کرنے سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ ناتسی جرمنی نے کسی موقعہ پر بھی دوسرے ملکوں میں پیدا شدہ سیاسی بےچینی اور اقتصادی بدحالی سے فائدہ اٹھانے کے موقع کو ہاتھ سے نہیں دیا۔ چنانچہ یوگوسلاویہ کے ناگفتہ بہ حالات سے بھی سب سے پہلے جرمنی نے ہی فائدہ اٹھایا اور حکمران طبقہ کی بدطینتی اور لوٹ کھسوٹ کے باعث جرمنوں کو یوگوسلاویہ کی سیاسی اور اقتصادی زندگی میں کامل دسترس حاصل ہوگئی۔

حکمت عملی میں تبدیلی

ان حالات میں قومی جمہوری محاذ کے قیام کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ گئی تھی اور اسی لئے ٹیٹو نے کمیونسٹ پارٹی اور دوسری جمہوری جماعتوں کی عام حکمت عملی کو تبدیل کر دینے کی تجویز پیش کی تھی۔ حکومت نے سیاسی رواداری کا نقاب اتار دیا تھا' پولیس کے ظلم اور جبر کے طریقے زیادہ وحشیانہ ہوتے جا رہے تھے اور اب حکومت کی براہ راست مخالفت ناممکن ہوگئی تھی۔ حکومت کی براہ راست مخالفت کرنا' قید اور موت کو دعوت دینا تھا اور اس وقت یوگوسلاویہ کی قومی تحریک کو شہیدوں کی نہیں بلکہ کام کرنیوالوں کی ضرورت تھی اسی لئے یہ ضروری سمجھا گیا کہ علی الاعلان جدوجہد شروع کرنیکی بجائے پوشیدہ طور پر تحریک کی تنظیم اور مقابلہ کی تیاری کی جائے۔

ٹیٹو کی مذکورہ بالا تجویز اصولی تبدیلی پر مبنی نہیں تھی بلکہ اسمیں طریقہ

کارکو بدلنے کی سفارش کی گئی تھی۔ اس تجویز کی رُو سے کمیونسٹ، زمیندار اور جمہوریت پسند غرضیکہ یوگوسلادیہ کے تمام جمہوریت پسند عناصر اپنے اپنے اصول پر قائم رہنے کے باوجود ایک ہی طریقۂ کار پر متفق الرائے ہوگئے تھے اور وہ طریقۂ کار یہ تھا کہ آئندہ وہ اپنی تمام جدوجہد کو پوشیدہ رکھینگے۔

تحریک کے ممتاز رہنماؤں کو نئی ہدایات دی گئیں جنکا مفہوم یہ تھا کہ — آئندہ حکومت کے تمام اداروں کو حقارت کی نظر سے دیکھنے یا ان سے تمام تعلقات منقطع کر لینے کی بجائے ان میں شامل ہوکر انکی مفصل حالات معلوم کرنے چاہئیں۔ حکومت کی سرپرستی میں قائم شدہ برائے نام عوامی انجمنوں مثلاً ٹریڈ یونین وغیرہ کو باہر سے کمزور اور تباہ کرنیکی بجائے ان میں شریک ہونا چاہئے اور فوج کے چھوٹے بڑے افسروں سے علیحدہ رہنے کی بجائے ان کا اعتماد اور دوستی حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے —

نئے طریقہ کار کا نتیجہ

ٹیٹو کی یہ نئی تجویز کامیاب ثابت ہوئی۔ اس طریقہ کار سے پہلا فائدہ تو یہ حاصل ہوا کہ — پولیس مفلوج سی ہو کر رہ گئی اور اس کی تمام تجویزیں درہم برہم ہوگئیں۔ اب حکومت کے مخالفین کا مرکز مزدوروں کا گھر اور کارخانوں کی چہاردیواری ہی نہیں رہا بلکہ وہ ہر جگہ پھیل گئے۔ فوج، حکومت کے محکمے اور ریاست کے انتظامی شعبے غرضیکہ کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں حکومت کے مخالفین موجود نہ ہوں — دوسرا فائدہ یہ پہونچا کہ — ابتک حکومت

کے جبر و تشدد کے باعث ترقی پسند اور جمہوریت خواہ عناصر کو جو جانی نقصان برداشت کرنا پڑتا تھا اور جس کی وجہ سے ان کی قوت روز بروز کم ہوتی جارہی تھی وہ مسدود ہوگیا ——— اور تیسرا فائدہ جو سب سے بڑا فائدہ تھا یہ ہوا کہ ——— مختلف الخیال عناصر کو ایک دوسرے کے ساتھ ربط و ضبط قائم کرنیکا موقع مل گیا۔ انتہا پسند، اعتدال پسندوں سے ملے اور جمہوریت پسندوں کو اشتراکیت پسندوں کے ساتھ ملنے کا موقع ملا۔ جس کی بدولت باہمی رواداری اور تعاون کا جذبہ پیدا ہوا اور طبیعتوں میں وہ اعتدال پیدا ہوگیا۔ جو جمہوریت کا سنگِ بنیاد ہے ——— اس ربطِ باہمی کی بدولت یوگوسلاویہ کی مختلف جمہوریت پسند انجمنوں اور افراد کے درمیان جو دوستی اور اعتماد پیدا ہوا آئندہ آزادی کی تمام تحریک کی بنیاد اسی پر رکھی گئی۔

ٹیٹو کی نئی تجویز کی بدولت ایک طرف تو پولیس الجھن میں پھنس گئی اور دوسری طرف خفیہ جماعتوں کو نہایت اطمینان کے ساتھ اپنا کام کرتے رہنے کا موقع مل گیا حتیٰ کہ ٹیٹو بھی جسے گرفتاری کے خطرہ سے کسی زمانہ میں بھی نجات نہیں مل سکی تھی اس زمانہ میں آزادی کے ساتھ تمام ملک کا دورہ کرتا رہا

گرفتاری کے پندرہ ہزار وارنٹ

اسی زمانہ میں چند روز ایسے بھی گذرے جب پولیس کے پندرہ ہزار کارکن ٹیٹو کی گرفتاری کے وارنٹ لئے اس کی تلاش میں پھرتے رہتے تھے اور انہیں یہ ہدایت تھی کہ ——— زندہ یا مردہ جس طرح بھی ہو اسے عدالت میں

حاضر کیا جائے ـــــ اس کے باوجود ٹیٹو نہ صرف ان کی گرفت سے آزاد ہی رہا بلکہ یوگوسلاویہ سے باہر چلے جانے میں بھی کامیاب ہو گیا۔ ہسپانیہ کی خانہ جنگی کے دوران میں ٹیٹو تین مرتبہ یوگوسلاویہ میں آیا اور پولیس کی انتہائی تلاش کے باوجود واپس جاتا رہا۔

قومی جمہوری محاذ کی مکمل اور وسیع تنظیم کے پیش نظر اس امر پر تعجب کا اظہار نہیں کیا جا سکتا کہ ـــــ یوگوسلاویہ پر جرمنوں کے قبضہ کے بعد ٹیٹو کی رہنمائی میں قائم شدہ خفیہ انجمن نے فوراً ہی اپنا کام شروع کر دیا ـــــ یوگوسلاویہ پر جرمنوں کے قبضہ کے دوران میں ٹیٹو اور اس کے نائبوں کو کچھ نئی مشکلات پیش نہیں آئیں کیونکہ بلغراد کی حکومت پہلے ہی سے قومی تحریک کو کچلنے کیلئے وہ تمام ذرائع استعمال کر رہی تھی جو جرمن اختیار کر سکتے تھے انہیں ذرائع کو بے کار بنانے کیلئے ٹیٹو اور اس کے ساتھیوں نے پوشیدہ طور پر کام کرنا شروع کیا تھا۔ اور برسوں تک اس طرح کام کرتے رہنے کے باعث اب وہ لوگ خفیہ تحریکات کے ماہر بن گئے تھے۔ جرمنوں کی امداد سے قبل برلن کی ہدایت کیمطابق گسٹاپو نہیں بلکہ بلغراد کی زیر ہدایت خود یوگوسلاویہ کی پولیس ان کے تعاقب میں مصروف رہتی تھی اور وہ ان تمام خطرات ہی سے نہیں جو خفیہ کارکنوں کو لاحق رہتے ہیں بلکہ ان سے بچنے کے طریقوں سے بھی واقف ہو گئے تھے۔ چنانچہ یوگوسلاویہ پر جرمنی کے قبضہ کے بعد ٹیٹو اور اسکے رفقار کار نے بلغراد سے اسلحہ کو قریب کے ایک جنگل میں منتقل کرنے کے سلسلہ میں جو طریقہ کار اختیار کیا تھا وہ ان کی معاملہ فہمی احتیاط اور دور اندیشی کی بہترین دلیل ہے۔

نیا دور

یوگوسلاویہ پر جرمنوں کے قبضہ کے بعد ٹیٹو اور اس کے ساتھیوں کی تحریک بھی ایک نئی منزل میں داخل ہوئی۔ اب براہ راست مقابلہ کا دور شروع ہوگیا تھا۔ ٹیٹو نے ایک مرتبہ پھر طریقۂ کار کو تبدیل کرنے کی تجویز کی اور یہ تجویز منظور کرلی گئی۔

تبدیل شدہ حالات کا تقاضہ تھا کہ علی الاعلان بغاوت کی جائے۔ مسلح بغاوت! یوگوسلاویہ کے باشندوں کی یہ بغاوت فاشیت کیخلاف تھی اس لئے اس بغاوت کا نصب العین اور مفہوم بھی وہی قرار دیا گیا جس کی تبلیغ واشاعت ٹیٹو نے اب سے دس سال قبل یعنی اس وقت شروع کی تھی جب وہ قید خانہ سے چھوٹ کر آیا تھا اور ملک کے تمام جمہوری عناصر کو متحدہ طور پر خفیہ جدوجہد کیلئے آمادہ کیا تھا۔ چنانچہ فاشیت کے خلاف اس لڑائی میں جن لوگوں نے حصہ لیا ان کے نعرے بھی وہی رہے جو ٹیٹو نے دس سال قبل وضع کئے تھے۔ یعنی

"فاشیت مردہ باد"

اور

"ہر قوم کو آزاد رہنے کا حق حاصل ہے"

آٹھواں باب

ویرانہ سے باہر

ہوائی حملہ

فضا ہوائی جہازوں کی گونج سے معمور ہو گئی۔ اس سے پہلے کبھی بلغراد پر اس قدر طیاروں نے پرواز نہیں کی تھی۔ لوگ راستوں پر کھڑے ہو کر ان طیاروں کو دیکھنے لگے وہ لوگ بھی جو ابھی تک بستروں پر دراز میٹھی نیند کے مزے لے رہے تھے بیدار ہو کر نیم برہنگی ہی کی حالت میں گھروں سے باہر نکل آئے۔

ابتدا میں ہر شخص کو اس بات کا یقین تھا کہ یہ طیارے یوگوسلاویہ ہی کے ہیں اور انہیں جرمنوں کو مرعوب کرنے کی غرض سے پرواز کا حکم دیا گیا ہے۔ ایک شخص نے کہا۔

"وزیر جنگ شموووچ نے ہمارے تمام فضائی بیڑہ کو بلغراد پر پرواز کا حکم دیا ہے۔"

اور دوسرے لوگوں نے اس کی رائے سے اتفاق کا اظہار کرتے ہوئے یہ رائے ظاہر کی کہ اب ہٹلر یوگوسلاویہ پر حملہ نہیں کرے گا۔ کچھ بھی سہی یوگوسلاویہ جرمنی کے دوسرے شکار ملکوں کی طرح بے یار و مددگار اور بے بس تو نہیں ہے لیکن اسی وقت ایک شخص نے چیخ کر کہا۔

"یہ تو جرمن طیارے ہیں!"

کہنے والے کی آواز بجلی جیسی سرعت کے ساتھ چاروں طرف گونجنے لگی — "جرمن طیارے! بلغراد پر؟ ناممکن ہے!" — ہر شخص کی زبان پر یہی الفاظ تھے لیکن خوش فہمی سچائیوں کو نہیں چھپا سکتی۔ بلغراد پر جرمن طیارے پرواز کر رہے تھے۔

یوگوسلاویہ ایک آزاد ریاست تھی، بلغراد کو کھلا شہر قرار دیا گیا تھا۔ اور لڑنیوالی تمام قوموں نے اس اعلان کی تصدیق بھی کر دی تھی۔ لیکن صبح کی دھندلی روشنی میں نظر آنے والے طیاروں کے نشانات سے ظاہر تھا کہ وہ جرمن طیارے ہیں۔ اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ اور اب دیکھنے والوں کے دل میں شبہ باقی بھی نہ رہا تھا۔ اب وہ متعجب تو ضرور تھے۔ لیکن ہراساں اور خوفزدہ نہیں۔

بم باری شروع ہو گئی۔ ہوائی جہازوں نے ہوشیاری کے ساتھ ریلوے اسٹیشن کو گھیرنا شروع کر دیا۔ اور غوطے لگا لگا کر بم پھینکنے لگے۔ اسٹیشن کے باہر میدان میں ہوائی جہازوں کو دیکھنے کیلئے لوگوں کی بھیڑ لگ گئی تھی۔ پہلا بم گرا لیکن لوگ بھاگے نہیں۔ غالباً وہ موقعہ کی نزاکت کو

محسوس ہی نہیں کر سکے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ بلغراد ایک کھلا شہر ہے اور پھر جنگ کا کوئی اعلان بھی نہیں کیا گیا تھا۔

بم گرتے رہے اور اس کے ساتھ ہی میدان میں کھڑے ہوئے لوگوں پر موت اور ہلاکت بھی نازل ہوتی رہی لیکن اس مصیبت سے محفوظ رہنے کی کوئی صورت بھی نظر نہ آتی تھی۔ کچھ لوگوں نے بھاگ کر اسٹیشن کی عمارت میں پناہ لینے کی کوشش کی لیکن وہاں بھی موت ان کا انتظار کر رہی تھی۔ عمارت لرزی، پھٹی اور اس غیر متوقع حملہ کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنیکے بعد دھم سے زمین پر آرہی۔ عمارت کو گرتا ہوا دیکھ کر لوگوں نے ایک مرتبہ پھر کسی پناہ گاہ کی تلاش میں چاروں طرف نظر ڈالی حتیٰ کہ انہوں نے اپنے ساتھیوں کی نعشوں کے نیچے چھپنے کی بھی کوشش کی لیکن بیکار، موت کا فرشتہ وہاں بھی موجود تھا۔ غرضکہ میدان میں موجود ایک متنفس بھی زندہ نہ بچ سکا۔ میدان میں تازہ انسانی خون کا ایک چشمہ اُبلنے لگا اور کچھ دیر کے بعد ایک الٹی ہوئی ٹرام سے جس کے پہئے ابھی تک آہستہ آہستہ گھوم رہے تھے ٹکرا کر جم گیا۔

اس واقعہ کو دیکھنے والے جو لوگ ابھی تک زندہ ہیں وہ آج بھی اس بات کا اندازہ نہیں کر سکتے کہ انہوں نے کیا دیکھا تھا۔ ان کے چہروں پر خوف وہراس کی علامات نظر نہیں آتیں۔ بلکہ ان کی آنکھوں سے وہ وحشت ٹپکتی ہے جو مخبوط الحواس اور دیوانوں کی آنکھوں سے ٹپکا کرتی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اسٹیشن اور بازاروں پر بم باری کرنے اور زخمیوں کو

مشین گنوں کا شکار بنانے سے فراغت پاکر چند گھنٹوں کے بعد جب جرمن طیارے واپس گئے تو صدہا افراد پاگل ہو چکے تھے۔ اس بمباری میں جانی نقصان کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے بلغراد میں ہوائی حملوں سے بچنے کیلئے ایک پناہ گاہ بھی موجود نہیں تھی۔

نجات!

"ہمیں جلد از جلد اس علاقہ سے نکل جانا چاہیئے" بوڑھے پیادی نے اپنے ساتھیوں سے کہا "لیکن پہلے ٹیٹو کو باہر نکالنا بھی ضروری ہے جرمن طیارے اسٹیشن پر ضرور دوبارہ حملہ کریں گے!" مائل اور والادو بوڑھے پیادی کے پیچھے پیچھے ایک ایسے چھوٹے سے مکان کی طرف چلے جو بمباری کی بدولت گر چکا تھا۔ پیادی نے کہا

"دھماکا اسی کو کہتے ہیں، ہم تو سڑک پر گرے تھے۔ لیکن مکان پتے کی طرح ہلنے لگا اور آخر کار زمین پر آرہا"

"شاید ٹیٹو بھی ہلاک ہو گیا ہوا" ایک شخص نے کہا۔

"مجھے یقین نہیں!" دوسرے نے جواب دیا "تمہیں معلوم ہے کہ تہ خانہ کنکریٹ کا بنا ہوا ہے، ہم نے بہت عرصہ ہوا اسے پناہ گاہ کے طور پر بنایا تھا اور اسلحہ بھی وہیں جمع کئے جاتے رہے ہیں!"

"لیکن اگر اسوقت پولیس آجائے تو......؟" پہلے نے پھر کہا۔

—"فی الحال یہ ممکن نہیں!" دوسرے نے جواب دیا "اس وقت تو

وہ خود ہی سراسیمہ اور پریشان ہیں لیکن جرمن یہاں ضرور جلد آنے والے ہیں۔ ہمیں جلدی کرنی چاہیئے !"

تہ خانہ محفوظ تھا لیکن گرے ہوئے مکان کے ملبہ نے اس کا دروازہ بند کر دیا تھا۔ ٹیٹو کے تینوں ساتھیوں نے جلد جلد ملبہ ہٹا کر دروازہ کھولا اور ٹیٹو کے پاس پہونچے۔

"میں اکثر یہ بات سوچا کرتا تھا کہ کہیں میری موت اسی تہ خانہ میں تو واقع نہیں ہو گی۔" ٹیٹو نے اپنے ساتھیوں کو دیکھ کر کہا۔ "لیکن یہ امید نہیں تھی کہ کوئی وقت ایسا بھی آئے گا جب ہوائی حملہ کی بدولت مجھے یہاں موت کا انتظار کرنا پڑے گا۔"

ٹیٹو نے باہر نکل کر اپنے چاروں طرف نظر ڈالی اور ابھی وہ سڑک کے دوسری طرف پیدا ہو جانے والے ایک بڑے سے غار کو دیکھ ہی رہا تھا کہ فاصلہ پر بم پھٹنے کی آواز آنے لگی۔

اسٹیشن کے اردگرد ابھی تک بم پھٹ رہے ہیں!" پیادی نے اسے بتایا۔ "انہیں آئے ہوئے ایک گھنٹہ گذر چکا ہے اور تمام بلغراد تباہ ہو گیا ہے۔ ہمیں جلد یہاں سے روانہ ہو جانا چاہیئے۔ یہ علاقہ ان کے حملہ کا نشانہ معلوم ہوتا ہے، بہت ممکن ہے کہ وہ پیراشوٹ کے ذریعہ سے یہاں اتر آئیں۔"

"آخر کار ہونے والی بات ہو کر ہی رہی!" ٹیٹو نے افسوس کیساتھ مسکراتے ہوئے کہا۔ "دوسرے ساتھیوں کا کیا حال ہے ان پر کیا گذری؟"

"مجھے ... کچھ معلوم نہیں!" پیادی نے اپنے شانوں کو جنبش دیتے ہوئے جواب دیا "میں مائل کے یہاں پڑا ہوا سو رہا تھا کہ دفعتہً میری آنکھ کھل گئی۔ اس وقت میں نے یہ سمجھا تھا کہ کوئی توپ چلی ہے اور شاید پولیس کو ہماری نقل و حرکت کا علم ہو گیا ہے لیکن ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اب کیا کرنا چاہیئے کہ ایک زور کے دھماکے نے مجھے بستر سے الگ پھینک دیا۔ مکان کی تمام کھڑکیاں ٹوٹ گئیں اور ہم نے بروقت وہاں سے بچ نکلنے ہی میں خیریت سمجھی"۔

"اچھا ہی ہوا کہ ہم فوراً وہاں سے نکل آئے!" مائل نے کہا "ہم نے ابھی سڑک کو عبور ہی کیا تھا کہ اس مکان پر ایک بم گرا اور اب وہاں مٹی اور اینٹوں کے ڈھیر کے علاوہ کچھ بھی نہیں"۔

"ہم نے یہاں جلد از جلد پہونچنے کی کوشش تو بہت کی لیکن کامیاب نہیں ہو سکے' پھٹنے والے بموں کے اثر سے بچنے کے لئے ہمیں قدم قدم پر پیٹ کے بل لیٹ جانا پڑتا تھا اور زمین کے قریب آکر مشین گنوں سے گولیاں برسانے والے ہوائی جہازوں کی زد سے محفوظ رہنے کے لئے چھپ چھپ کر آگے بڑھنا پڑتا تھا۔ لیکن نہ معلوم ہم کیوں انہیں نظر نہ آسکے اور یہاں تک آپہونچے"۔ پیادی نے ٹیٹو کو حالات کی تفصیل سنانے کے بعد کہا "لیکن کیا مکان میں کوئی اور بھی تھا؟"۔

"مجھے معلوم نہیں" ٹیٹو نے جواب دیا "میں خود آدھی رات کے قریب یہاں آیا تھا اور سیدھا تہ خانہ میں چلا گیا تھا مگر ہمیں دیکھ ضرور لینا چاہیئے!"۔ ٹیٹو کی یہ بات سنکر یہ لوگ شکستہ مکان کی طرف روانہ ... ہو گئے

بلغراد سے روانگی

اس مکان کے مالک کا نامماندرچ تھا اور ہوائی حملہ کے وقت وہ اور اس کا بھائی، دونوں بالائی منزل میں سوئے ہوئے تھے۔ بمباری کی بدولت اس کا بھائی تو وہیں ہلاک ہو گیا لیکن خوش قسمتی سے ماندرچ زندہ رہ گیا۔ اور ٹیٹو اور اس کے ساتھی اسے ملبہ کے نیچے سے نکال لینے میں کامیاب ہو گئے۔

اس کام سے فراغت پانے کے بعد سب ساتھیوں نے اس بات کا فیصلہ کیا کہ انہیں فوراً بلغراد سے باہر چلا جانا چاہیئے۔ اس سلسلہ میں ٹیٹو نے کہا۔

"ایک بار جنگل میں پہنچ جانے کے بعد اول تو ہم اپنے مستقبل کا فیصلہ کر سکیں گے۔ دوسرے مجھے یقین ہے کہ ہمارے بہت سے ساتھی بھی وہاں پہنچ گئے ہوں گے بہر فی الحال سب سے اہم کام یہ ہے کہ ہم یہاں سے نکل جائیں۔"

بیلوپول

ٹیٹو نے جس جنگل کا ذکر کیا تھا وہ بیلوپول کے نام سے مشہور ہے۔ یہ جنگل گذشتہ دس سال سے بلغراد آنے جانے والے تمام روپوش سیاسی کارکنوں کا مرکز بنا رہا تھا۔ اس جنگل کے وسط میں ان لوگوں نے ایک چھوٹا سا مکان بنا رکھا تھا اور اگرچہ یہ مکان بہت ہی معمولی اور پہاڑیوں پر بنے ہوئے ان مکانات ہی کی طرح کا تھا جن میں راہ گیر اور سیاح ٹھہر جایا کرتے ہیں لیکن اس کے ایک گوشہ

میں سے ایک راستہ ایک بہت بڑے پختہ تہ خانہ تک جاتا تھا۔ یہ تہ خانہ بھی تمام ماندیج کے گھر والے اس تہ خانہ کی طرح جس نے ٹیٹو کی جان بچائی تھی، کنکریٹ ہی کا بنا ہوا تھا۔ اس تہ خانہ میں خفیہ تحریک سے متعلق اہم ترین دستاویزات اور کاغذات رکھے رہتے تھے اور ایک شخص ہمیشہ پہرے دار کی حیثیت سے وہاں موجود رہتا تھا۔ جسے ہدایت تھی کہ اگر کبھی پولیس کو اس جگہ کا سراغ لگ جائے تو وہ فوراً مکان کو بارود سے اُڑا دے اور اسکے ساتھ خود بھی ہلاک ہوجائے۔

یوگوسلاویہ پر ہٹلر کا حملہ کچھ اس درجہ غیر متوقع اور اچانک تھا کہ جب ٹیٹو اور اس کے ساتھی جنگل والے مکان میں پہونچے تو محافظ کو بھی اس بات کا علم نہیں ہوسکا تھا کہ اس کے ملک کو بھی لڑائی کی آگ میں جھونکا جاچکا ہے۔ اس سے قبل بھی وہ ٹیٹو اور بہادی کو بارہا اس جگہ چھپاچکا تھا اور اس وقت بھی ان کی آمد کو روزمرہ کا کام تصور کرتا تھا لیکن جب تہ خانہ میں داخل ہونے کے بعد ٹیٹو نے اپنے اردگرد جمع ہونے والے ساتھیوں کے ساتھ بات چیت شروع کی تو اس کا لہجہ بدلا ہوا تھا۔ اور اس وقت محافظ اس بات کو سمجھ سکا کہ کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آیا ہے۔

اس نازک ترین موقعہ پر ٹیٹو کا انداز گفتگو تو ضرور بدلا ہوا معلوم ہوتا تھا مگر اس کی حرکات وسکنات، اضطراب، مایوسی اور احساس شکست خوردگی کی جھلک سے بالکل پاک تھیں اور اس کے اسی استقلال کی بدولت اس کے ساتھیوں کے ذہن سے ان تمام مشکلات اور مصیبتوں کا احساس کافور ہوگیا

تھا جو اس کی تجویز کو کامیاب بنانے کی صورت میں پیش آنے والی تھیں۔ اس وقت ٹیٹو کے ساتھیوں میں سے کسی شخص نے بھی معاملہ کے نشیب و فراز پر غور کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی اور سب لوگ خاموشی کے ساتھ ٹیٹو کے حکم کا انتظار کرنے لگے۔

مدافعت کی تیاریاں

ٹیٹو کی تجویز یہ تھی کہ ملک کے طول و عرض میں فوراً مدافعت کی تیاریاں شروع کر دی جائیں اس سلسلہ میں سب سے پہلا کام خبر رسانی اور نقل و حمل کے ذرائع کی تنظیم اور اسلحہ کی فراہمی تھی۔ ان میں سے کوئی کام بھی آسان نہیں تھا لیکن ان کی تکمیل میں تاخیر کی گنجائش بھی نہیں تھی خبر رسانی اور نقل و حمل کے ذرائع کی عدم موجودگی میں مدافعت کی کوئی تحریک بھی کامیاب نہیں ہو سکتی تھی اور اسلحہ کے بغیر دشمن کا مقابلہ ناممکن تھا۔

ٹیٹو کا جلد از جلد بلغراد واپس جانا ضروری تھا تاکہ وہ نئے حالات کی روشنی میں دوسرے فاشیت دشمن رہنماؤں سے تبادلۂ خیالات کر سکے اور ماندریچ بھی اس جگہ نہیں ٹھہر سکتا تھا کیونکہ اسے اسلحہ کی فراہمی کا کام سپرد کیا گیا تھا۔ اس لئے یہ فیصلہ کرنے کے بعد کہ بیلو پول والے مکان میں عارضی طور پر اسلحہ جمع کئے جائیں گے۔

یہ دونوں بلغراد کی طرف روانہ ہو گئے۔ اگرچہ اس موقعہ پر ان کا بلغراد جانا موت کو دعوت دینا تھا لیکن ٹیٹو کو اپنی ذہانت پر اعتماد تھا اسے یقین تھا کہ وہ گرفتار نہ ہو سکے گا۔

آگ بجھانے کے انجن

ماندچ ابھی بلغراد کے قریب ہی پہونچا تھا کہ اسے بلغراد فائر بریگیڈ کا ایک انجن اسی کی طرف آتا ہوا نظر آیا۔ بلغراد فائر بریگیڈ میں کام کرنے والوں کی انجمن بلغراد کی تمام ٹریڈ یونینوں سے زیادہ مضبوط اور منظم تھی۔ یہ معلوم کرنے کیلئے کہ فائر بریگیڈ یونین کے اراکین محفوظ بھی ہیں یا نہیں ماندچ نے انجن کو ٹھیرایا اور اسے یہ دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی کہ اس انجن کو چلانے والا میچک کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ اور میچک نوعمر ہونے کے باوجود بلغراد میں خفیہ تحریک کا پرجوش اور جفاکش کارکن تھا۔

بلغراد پر جرمن طیاروں کی بمباری کے باعث پانی کے تمام ذخیرے تباہ ہوگئے تھے۔ شہر میں پینے کے پانی کا ایک قطرہ بھی باقی نہ رہا تھا۔ لوگ دریائے ڈینیوب کا میلا پانی پینے پر مجبور ہوگئے تھے۔ اور خصوصیت کے ساتھ شفاخانوں میں پینے کے پانی کی شدید ضرورت محسوس کی جارہی تھی۔ میچک نے ماندچ کو بتلایا کہ میں اور میرے تمام ساتھی جرمنوں کی اجازت سے پینے کا پانی حاصل کرنے کے لئے بلغراد کے گرد و نواح میں جارہے ہیں اور جرمنوں نے زیادہ سے زیادہ لاریاں اور ٹرک میٹھا پانی لانے کے لئے آس پاس کے دیہات میں بھیج رکھے ہیں۔ اس نے ماندچ کو جرمن کمانڈر کا دستخط کردہ اجازت نامہ بھی دکھایا جس کی رُو سے اسے اپنی مرضی کے مطابق شہر میں آنے جانے کی آزادی حاصل تھی جسے دیکھ کر ماندچ کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوگئی۔

اس ملاقات کے تین ہفتہ بعد تک میچک کا آگ بجھانے کا انجن مسلسل دن اور رات بلغراد آنے اور وہاں سے واپس جانے میں مصروف رہا۔ جرمن اسے حسب ضرورت پٹرول دیتے رہے اور وہ چوبیس گھنٹہ میں چار چار، پانچ پانچ مرتبہ دیہات سے پانی بھر کر بلغراد لاتا رہا۔ بلغراد فائر بریگیڈ پچیس انجنوں پر مشتمل تھا۔ ان سب انجنوں کے چلانے والوں نے بھی میچک ہی کی طرح جوش اور سرگرمی کا مظاہرہ کیا اور تین گروہ بنا کر باری باری سے دن رات پانی لانے میں مصروف رہے۔

جرمن ان لوگوں کی سرگرمی کو دیکھ کر خود اپنی کمر تھپکتے تھے انہیں خواب میں بھی اس بات کی امید نہیں ہو سکتی تھی کہ یوگوسلاویہ پر قبضہ کرنے کے بعد پہلے ہی چند ہفتوں میں وہاں کے لوگ ان کے ساتھ اس درجہ تعاون کریں گے۔ پانی کی تقسیم خود جرمن ہی کرتے تھے اور اس کی فراہمی کا انتظام بھی ان کا ذاتی معاملہ تھا لیکن اس مخلصانہ تعاون کو دیکھ کر انہیں اس بات کا یقین ہو گیا کہ یوگوسلاویہ میں فاشیت کا مستقبل روشن ثابت ہو گا۔

انکشاف راز

بلغراد کی نواح میں ایک چھوٹی سی ندی پر جرمنوں نے کشتیوں کا ایک پل بنایا تھا۔ میچک کا ایک ساتھی ایک روز اپنے انجن کو اس پل پر سے لے جا رہا تھا کہ بدقسمتی سے پل کا کچھ حصہ ٹوٹ گیا اور اس وقت اس بات کا انکشاف ہوا کہ فائر بریگیڈ کے کارکن جرمنوں کے ساتھ اس درجہ پر جوش

تعاون کیوں کررہے تھے جس نے خود جرمنوں کو ان کا شکرگذار بنا رکھا تھا۔ پل کا ٹوٹ جانا بجائے خود کوئی اہمیت نہ رکھتا تھا لیکن جب قریب کے جرمن سپاہی انجن کو ندی سے نکالنے میں ڈرائیور کی مدد کرنے کے لئے آئے تو سارا حال کھل گیا۔

انجن حسب معمول دیہات سے پانی لانے کے لئے جارہا تھا اس لئے اُسے خالی ہونا چاہیئے تھا لیکن جب جرمن سپاہیوں نے اُسے دھکیلنے کی کوشش کی تو انھوں نے محسوس کیا کہ وہ پانی سے بھرا ہوا ہونے کے مقابلہ میں بھی وزنی ہے۔ جرمن افسر نے تحقیقات کا حکم دیا اور جب سپاہیوں نے دیکھا تو ٹینک، رائفلوں، مشین گنوں اور بموں سے بھرا ہوا تھا۔

اسلحہ کی فراہمی ایک منظم کوشش کا نتیجہ تھی۔ ٹیٹو کو اسلحہ کی فراہمی میں کوئی دشواری پیش نہ آتی تھی۔ اس وقت بلغراد پر انتشار اور بدنظمی کا عالم طاری تھا اور فوجی اسلحہ کے بہت سے ایسے ذخیرے موجود تھے جن کا حال اس وقت تک جرمنوں کو بھی معلوم نہ ہوسکا تھا۔ ایسی صورت میں اس کا کام صرف یہی تھا کہ وہ ان ذخیروں کا پتہ لگا کر وہاں تک پہنچ جائے۔ باقی کام اس کے ساتھی خود کر لیتے تھے اور چونکہ پانی فراہم کرنے کی تجویز خود جرمنوں کی تجویز تھی اس لئے فائر بریگیڈ کے کارکنوں کی سرگرمیوں پر کسی قسم کا شبہ بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔

گستاپو کی سرگرمیاں

جرمن خفیہ پولیس نے فوراً تحقیقات شروع کردی اور فائر بریگیڈ کے تقریباً بیس ڈرائیوروں کو فوراً گرفتار کرکے گولی سے اُڑا دیا گیا۔ اتفاق سے اس روز ٹیٹو بلغراد

میں موجود نہیں تھا۔ اسے اس حادثہ کی بروقت اطلاع مل گئی اور وہ اپنے انجن کو تباہ کرنے کے بعد پیدل بیلو پول کی طرف روانہ ہوگیا۔ یہاں اس بات کو بھی مدِنظر رکھنا چاہیئے کہ گرفتار شدہ ڈرائیوروں کو گولی کا نشانہ بنانے سے پہلے گستاپو نے اس سازش کا حال معلوم کرنے کے لئے انھیں سخت ترین اذیتیں پہنچائی تھیں لیکن ان وحشیانہ مظالم کے باوجود کسی ایک شخص نے بھی اپنی زبان نہیں کھولی اور بیلوپول کے مکان کے متعلق انھیں ایک لفظ بھی نہیں بتایا۔ یوگوسلاویہ کے یہ بہادر فرزند اپنے لبوں پر خاموشی کی مُہر لگائے ہوئے موت کے آغوش میں چلے گئے لیکن اسلحہ محفوظ رہے۔ وہ اسلحہ جو مدافعت کی لڑائی کے اوّلین اسلحہ تھے۔

ماندرج جو اسلحہ کی فراہمی کا ذمّہ دار تھا بیلو پول واپس نہیں آسکا چند روز کے بعد جو اطلاعات موصول ہوئیں ان سے معلوم ہوا کہ وہ بھی جرمنوں کے ہاتھ آگیا تھا اور اسے بھی ہلاک کردیا گیا تھا۔ ان دنوں ٹیٹو بھی بلغراد ہی میں موجود تھا اور اگرچہ وہ شہر میں آزادی کے ساتھ گھومتا پھرتا تھا لیکن وہ محض اپنی خوش قسمتی کی بدولت گرفتار ہونے سے محفوظ رہا تھا۔

مئی میں ٹیٹو، ڈاکٹر آئیوان ریبارسے جو یوگوسلاویہ کے پرانے سیاست دانوں میں معزز ترین سمجھا جاتا تھا اور جو ۲۰ سال قبل یوگوسلاویہ کی دستور ساز مجلس (کنسٹیٹیونٹ اسمبلی) کا پہلا جمہوریت پسند صدر رہ چکا تھا ملنے اور تبادلۂ خیالات کرنے میں کامیاب ہوگیا اور ان دونوں نے یوگوسلاویہ کی مدافعتی تحریک کا پہلا سیاسی لائحہ عمل (پروگرام) مرتّب کیا۔ اس کام سے فراغت پانے کے بعد ان لوگوں نے ملک کے دوسرے جمہوریت پسند رہنماؤں کا پتہ چلا کر ان سے گفتگو کی اور نتیجہ یہ برآمد

ہوا کہ جون کے ختم ہونے سے پہلے ہی یوگوسلاویہ کی تمام جمہوریت پسند انجمنیں، حکمت عملی اور لائحہ عمل کے بارہ میں متفق الرائے ہو گئیں۔

تحریک مدافعت کے عسکری پہلو پر بھی غور کیا گیا ۔ ناتسیت، فاتسیت کے حامیوں اور مادر وطن کے غداروں کے خلاف جنگ شروع کرنے کے لئے عوام کو منظم ہونے کی دعوت پر مشتمل اعلانات کی طباعت عمل میں آئی اور یہ اعلانات یوگوسلاویہ کے مختلف شہروں کی دیواروں پر چسپاں نظر آنے لگے۔

الزامات

ٹیٹو اور اس کے ساتھیوں کے خلاف ایک عام اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ — انھوں نے اس وقت تک جرمنوں کے خلاف مسلح جدوجہد شروع نہیں کی جس وقت تک ہٹلر نے سوویت روس پر حملہ نہیں کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۲۲ جون ۱۹۴۱ء تک دنیا کے دوسرے کمیونسٹوں کی طرح جرمنی کے ساتھ ان کے تعلقات بھی خوشگوار رہے اور اس طرح وہ جرمنوں کے ہاتھوں سے یوگوسلاویہ کی بربادی کو خاموشی کے ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھتے رہے۔

میں دنیا کے دوسرے ملکوں کے کمیونسٹوں کے اس طرز عمل کے متعلق کوئی رائے ظاہر کرنے کا حق نہیں رکھتا جو انھوں نے ۲۲ جون ۱۹۴۱ء سے قبل جرمنی کے ساتھ اختیار کیا لیکن میں جانتا ہوں کہ یوگوسلاویہ اور دوسری بلقانی ریاستوں کے کمیونسٹ اور ان کے ہمدرد دوسری عالمگیر جنگ کے روز اوّل ہی سے ناتسیت کے خلاف جنگ آزما طاقتوں کی پہلی صف میں شامل رہے ہیں۔ انھوں نے ۱۹۴۰ء ہی میں

جرمنی کے خلاف اپنی سرگرمیوں کو تیز تر کر دیا تھا۔ ٹیٹو کے خلاف یہ الزام کہ ——
—— اس نے کمیونسٹ کی حیثیت سے ۲۲ جون ۱۹۴۱ء کے بعد جرمنی کے خلاف مسلح جدوجہد شروع کی۔

ایک احمقانہ الزام ہے اس کے برعکس ٹیٹو اور اس کے ساتھیوں نے جن میں سے بیشتر کمیونسٹ تھے مدافعت کی تحریک کی تنظیم اسی وقت شروع کر دی تھی جب یوگوسلاویہ کی فوجیں جرمن فوجوں کے مقابلہ میں شکست کھا کر بیٹھ گئی تھیں۔

اس میں شبہ نہیں کہ سوویت روس پر جرمن فوج کشی شروع ہونے کے بعد یوگوسلاویہ کی تحریک مدافعت کی توسیع و تنظیم میں کچھ آسانیاں پیدا ہو گئی تھیں جس کی وجہ صرف یہ تھی کہ یوگوسلاویہ میں متعین بہت سی جرمن افواج کو وہاں سے واپس بلا کر مشرقی محاذ جنگ پر بھیج دیا گیا تھا۔ جرمنوں کی تجویز یہ تھی کہ وہ یوگوسلاویہ کے چند اہم شہروں میں صرف انتظام کے لئے جرمن فوج کے کم سے کم دستے رکھیں اور زیادہ سے زیادہ فوج کو وہاں سے واپس بلا لیں اسی لئے انھوں نے اپنے پوپٹ کی سرکردگی میں کروشیا کی ایک آزاد ریاست قائم کرنے کی تجویز کی ہمت افزائی کی تھی یہی وجہ تھی کہ انھوں نے مسولینی کی حریفانہ اور خود غرضانہ خواہشات کو پورا کرنے کے لئے اسے وہ علاقے دے دیئے تھے جنھیں اس نے طلب کیا تھا، اسی لئے انھوں نے بلغاریہ کی بادشاہ بورس کو نہ صرف تمام مقدونیا ہی جسے صوفیا کے قوم پرور ہمیشہ بلغاریہ کا حق سمجھتے رہے تھے دیدیا تھا بلکہ مشرقی سربیا کا ایک بہت بڑا علاقہ بھی جسے کبھی صوفیا کے انتہا پسند ترین قوم پروروں نے بھی اپنا حق نہیں سمجھا تھا اس کے حوالہ کر دیا تھا، ہنگری کو وائی وو دینا - - - - - -

کا علاقہ دیدینے کی بھی یہی وجہ تھی اور اسی لئے انھوں نے اطالیہ کو یونان پر تسلط کر لینے کی اجازت دیدی تھی۔ مشرقی محاذ پر جرمن سپاہیوں کی شدید ضرورت محسوس ہو رہی تھی اور بلقانی ریاستوں سے ہٹلر جس قدر سپاہیوں کو واپس بلا کر سوویت روس کی فوجوں کے مقابلہ میں بھیج سکتا اسے وہاں اسی قدر کامیابی کی توقع ہو سکتی تھی۔

بغاوت کا آغاز

یوگوسلاویہ کی فوجوں کی شکست کے چند ہی روز بعد ۲۰ اپریل کو "سلوینیا کا متحدہ محاذ" کے نام سے یوگوسلاویہ میں پہلی چھاپہ مار جماعت قائم ہوئی اور مدافعتی تحریک کے ماتحت ۵ جون ۱۹۴۱ء کو سربیا میں وال جیود کے مقام پر پہلی زبردست بغاوت عمل میں آئی۔ اس موقعہ پر چھاپہ مار سپاہیوں کے دستوں نے بلغراد میں رہنے والے ٹیٹو کے دوستوں کی قیادت میں جرمن اور ان کی حامی یوگوسلاوی فوجوں پر حملہ کیا تھا اور جب جرمن امدادی فوج پہنچی تو چھاپہ مار دستے پہاڑوں میں چلے گئے تھے۔ چھاپہ ماروں کے لئے ٹیٹو نے اس جدوجہد کے آغاز میں یہ قاعدہ بنایا تھا کہ ——— انھیں جرمنوں پر اس وقت حملہ کرنا چاہیئے جب جرمنوں کو حملہ کی کوئی توقع نہ ہو لیکن جب وہ حملہ کریں تو چھاپہ مار سپاہیوں کو پسپا ہو جانا چاہیئے ———

ظاہر ہے کہ مذکورہ بالا چھاپہ کار مہم میں اسی قاعدہ پر عمل کیا گیا تھا۔

وال جیو میں جو کچھ پیش آیا تھا اس کی خبر بجلی کی طرح سربیا کے طول و عرض میں پھیل گئی اور جون کے ختم ہونے سے پہلے ہی جبکہ ٹیٹو ابھی بلغراد ہی میں موجود تھا۔ سربیا چھاپہ مار سپاہیوں کے پانچ بڑے بڑے دستے قائم ہو گئے۔ وسط میں جولائی

میں، یوگوسلاوی فوج کے سابق اسٹاف آفیسر میجر آربو جوا نوچ کی زیر قیادت مانٹینگرو میں زبردست بغاوت برپا ہوئی ۔ میجر آربو کچھ عرصہ کے بعد ٹیٹو کے ساتھ شریک ہو گیا اور میجر جنرل کے عہدہ پر فائز ہو کر ٹیٹو کا چیف آف اسٹاف مقرر ہوا ۔ اسی طرح کروشیا کے مزدور اور کسان بھاگ کر جنگل میں پہنچے لیکن وہاں جرمنوں کی گرفت سے محفوظ رہنے کے لئے بہت سے سرب پہلے ہی آ پہنچے تھے یہ سب لوگ چھاپہ مار فوج میں شامل ہو گئے اور چند ہی روز کے عرصہ میں تمام یوگوسلاویہ میں جرمنوں کے خلاف بغاوت کے شعلے بھڑکنے لگے ۔

اسوقت تک جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں ان کے پیش نظر یوگوسلاویہ کی چھاپہ مار فوج کے کارناموں کو ان محدود صفحات میں تفصیل کے ساتھ بیان کرنا ناممکن امر ہے مجھے اُمید ہے کہ جنگ ختم ہونے کے بعد کوئی اور شخص جو ان کارناموں کو قلمبند کرنے کا میری نسبت زیادہ اہل ہوگا اس سلسلہ میں ان کامیابیوں کو تفصیل کے ساتھ پیش کرے گا جو ٹیٹو کی رہنمائی میں یوگوسلاویہ کی چھاپہ مار فوج نے حاصل کی ہیں ۔ لیکن جہاں تک میرا تعلق ہے میں اس موقعہ پر ان کارناموں میں سے دو چار واقعات کو بیان کرنے کے بعد یوگوسلاویہ کی جنگ آزادی کے اس اہم پہلو کو واضح کرنے کی کوشش کروں گا جو ان لوگوں کی روحِ مدافعت سے متعلق ہے جو اس جنگ میں حصہ لے رہے ہیں ۔ کیونکہ ان لوگوں کی اس مستقل مزاجی اور ناقابل شکست ہمت سے واقفیت حاصل کئے بغیر جس نے انھیں فتح و کامرانی سے ہم آغوش کیا ہے یوگوسلاویہ کی صحیح صورت حالات سمجھ میں نہیں آ سکتی ۔ اور نہ اس امر کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ حصول مقصد کے لئے ان لوگوں کو کیا کیا مصیبتیں برداشت کرنی پڑی..... ہیں

پسپائی کی داستان

سنہ ۱۹۴۲ء کے موسم خزاں اور اس کے بعد سنہ ۱۹۴۳ء کے اواخر میں یوگوسلاویہ کے دو تہائی علاقہ پر ٹیٹو کا قبضہ رہا تھا اور بوسینیا نیز اس کے گرد و نواح میں جو سوئٹزرلینڈ سے بھی بڑا علاقہ ہے نہ صرف اس کا قبضہ ہی تھا بلکہ اس علاقہ کا انتظام بھی ٹیٹو اور اس کے ساتھی ہی کرتے تھے لیکن اس جنگ کے دوران میں ان لوگوں نے پسپائی کے موقع پر جس نظم و ضبط اور عزم و استقلال کا مظاہرہ کیا وہ ان کے حقیقی جذبات و خیالات کا آئینہ دار ہے اور دوران پسپائی کے واقعات کے مقابلہ میں ٹیٹو اور اس کے ساتھیوں کے دوسرے کارنامے ماند پڑ جاتے ہیں۔

سنہ ۱۹۴۳ء کے اوائل میں جرمن فوج کے چار ڈویژنوں نے اطالوی اور دو مستاشی[1] افواج نیز بہا نوج کی مشہور فوج چٹنکس کے چند دستوں کی معیت میں ٹیٹو کے خلاف ایک زبردست حملہ شروع کیا تھا، یہ جارحانہ حملہ ٹیٹو کے اہم اور مستحکم ترین فوجی مرکز، مشرقی بوسینیا پر کیا گیا تھا اور اس حملہ سے پہلے جرمن طیاروں نے زبردست بمباری بھی کی تھی۔ اس زمانہ میں ٹیٹو کی چھاپہ مار فوج کے پاس نہ تو طیارہ شکن توپیں موجود تھیں اور نہ ہوائی حملوں سے محفوظ رہنے کے لئے پناہ گاہیں۔ جس کی وجہ سے اس فوج کو پسپا ہونا پڑا تھا۔

---

[1] کروشیا کے وہ فسطائی فوجی گروہ جو کروشیا کی آزاد ریاست کے قیام کا نعرہ بلند کر کے جرمنی کے اشارہ پر یوگوسلاویہ کی آزاد قومی فوج سے برسر پیکار رہتے تھے اور جرمنوں کے ساتھ مل کر ملک میں خوف و ہراس پھیلاتے رہتے تھے۔ آزاد

اس جارحانہ حملہ کے دوران میں ایک مرتبہ جرمن ہائی کمانڈ نے فخر کے ساتھ اعلان کیا تھا کہ۔

ٹیٹو کی فوج کو محصور کر لیا گیا ہے۔

اور یہ اعلان حقیقت پر مبنی بھی تھا لیکن جرمنوں کا یہ فخر زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکا۔ ٹیٹو اپنی فوج کے پانچ بہترین ڈویژن ساتھ لے کر لڑتا بھڑتا محاصرہ سے نکل گیا اور اس طرح خوں ریز مقابلے کرتا اور پسپائی کے دوران میں پیدل سفر کرتا ہوا جنوب کی سمت مانٹی نگرو کے قریب جا پہنچا۔ اس پسپائی کے دوران میں ٹیٹو کی فوج اپنے چار ہزار زخمی سپاہیوں کو بھی ساتھ لائی تھی کیونکہ انہیں دشمن کے ہاتھوں میں پڑنے کے لئے چھوڑ دینے کا نتیجہ ان کی ہلاکت، کے علاوہ کچھ نہیں برآمد ہو سکتا تھا ــــــ

بیس میل کے اس پیدل سفر کے دوران میں ٹیٹو کی فوج کے سپاہیوں کو قدم قدم پر دشمن کا مقابلہ کرنے کے علاوہ جو خوراک ملی تھی وہ کچا گوشت اور درختوں کے پتے تھے چار ہزار زخمی سپاہیوں میں سے صدہا ایسے زخمی تھے جنھیں اسٹریچر پر بٹھا کر یہ سفر طے کیا گیا تھا لیکن اس حال میں بھی ان کی رائفلیں ان کی بغل میں رکھی ہوئی تھیں تاکہ ضرورت کے وقت وہ انھیں استعمال کر سکیں۔ عام حالات میں بہت سے زخمی صحت یاب ہو سکتے تھے لیکن اس وقت اس فوج کے پاس نہ تو ضروری دوائیں موجود تھیں اور نہ زخمیوں کو آرام ہی پہنچایا جا سکتا تھا جس کی وجہ سے بہت سے زخمی بخار اور نمونیا کا شکار ہو گئے لیکن جرمن ان میں سے محض پچاس سپاہیوں کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہوئے اور اس طرح یوگوسلاویہ کے چھاپہ مار سپاہیوں نے صبر، برداشت اور جرأت و ہمت کی ایک ایسی مثال قائم کر دی جس کی نظیر تاریخ میں مشکل ہی سے دستیاب ہوتی ہے۔

ٹیٹو اور اس کی فوج کی مشکلات اسی جگہ ختم نہیں ہوئیں بلکہ پسپائی اور لڑائی کے دوران میں اسلحہ کی قلت نے جو روز بروز بڑھتی ہی جا رہی تھی انھیں اور بھی پریشان کر دیا تھا حتیٰ کہ ٹیٹو کو اسلحہ حاصل کرنے کے لئے جنوبی مغربی بوسینیا میں اطالوی فوج کے دو ڈویژنوں پر حملہ کرنا پڑا اور اس طرح اسلحہ حاصل کر کے اس نے جرمنوں کی پیشقدمی کو روکنے کے لئے جرمن افواج پر حملہ کیا اور دو ہفتہ کی خونریز لڑائیوں کے بعد آخر کار انھیں پسپائی پر مجبور کر دیا لیکن اسی وقت مہائیلووچ کی فوج نے جسے دشمن نے اچھی طرح مسلح کیا تھا عقب سے ٹیٹو کی چھاپہ مار فوج کو آ دبایا لیکن ٹیٹو کے لئے مہائیلووچ کی فوج کو شکست دینا کوئی مشکل کام نہ تھا۔ مہائیلووچ کے سپاہیوں میں بیشتر کسان تھے اور موقعہ ملتے ہی وہ ٹیٹو کے ساتھ آ ملے۔

برطانوی فوجی مشن

اس تاریخی پسپائی کے بعد ۲۸ مئی کو چھ افراد پر مشتمل برطانیہ کا فوجی مشن ٹیٹو کے فوجی ہیڈ کوارٹر میں وارد ہوا اس مشن کے صدر کا نام لیفٹیننٹ کرنل ڈیکن تھا اور ایک زبردست طوفانِ باد کے دوران میں انھیں پیراشوٹ کے ذریعہ سے یوگوسلاویہ میں اتارا گیا تھا اور اسی نے ان لوگوں کو منزلِ مقصود پر پہنچنے میں چند روز کی تاخیر بھی ہوئی تھی۔

ان لوگوں کے پہنچنے کے بعد ہی جرمنوں نے ٹیٹو کے خلاف پانچویں زبردست پیشقدمی شروع کر دی اور ان لوگوں کو بھی چوبیس گھنٹے تک مسلسل پسپا ہوتے رہنا پڑا اور آئندہ تین ماہ تک یہ حالت رہی کہ ٹیٹو کے اسٹاف اور برطانوی فوجی مشن کے

اراکین میں سے کسی شخص کو بھی کسی ایک جگہ ایک رات سے زیادہ سونے کا موقعہ نہیں ملا۔ ان لوگوں کا کھانا جڑی بوٹیوں اور گھوڑے کے گوشت کی بہت ہی قلیل مقدار پر مشتمل ہوتا تھا اور بیشتر مواقع پر انھیں یہ گوشت بھی کچا ہی کھانا پڑتا تھا حتیٰ کے دو ماہ تک انھیں روٹی کی صورت تک دیکھنی نصیب نہیں ہوسکی۔

۶ رجون کو جرمنوں کے ایک غیر معمولی طور پر سخت ہوائی حملہ کے دوران میں ٹیٹو کی قیام گاہ پر جو ہمیشہ میدان جنگ کے قریب ہی ہوتی تھی ایک بم گرا جس کی وجہ سے برطانوی فوجی مشن کا ایک افسر ہلاک ہوگیا اور بم کے ایک ٹکڑے نے ٹیٹو کے بازو اور ڈیکین کی ٹانگ کو زخمی کردیا۔ مسٹر چرچل نے اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ

"اس نے ہماری دوستی کو پختہ کردیا ہے"

حیرت انگیز بہادری

اسی ہوائی حملہ کے دوران میں ٹیٹو کا قدیم ترین دوست کرنل ولادیمر دیدیر اور اس کی بیوی میجر ادلنگا بھی شدید طور پر زخمی ہوگئے تھے۔ یوگوسلاویہ کے طول و عرض میں آج بھی ادلنگا کو عزت و احترام کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے۔ دیدیر کا سر پھٹ گیا تھا لیکن اسے سر پر باندھنے کے لئے پٹی تک نصیب نہ ہوسکی۔ اس نے درختوں کی نرم پتیاں جمع کیں اور ان میں لعاب دہن ملا کر زخم پر تھوپ دیا اور اسی حالت میں چوبیس گھنٹہ تک دشمن کا مقابلہ کرتا رہا۔

ادلنگا کے بائیں بازو کی دھجیاں اڑ گئی تھیں اور برابر خون بہہ رہا تھا۔ دو سپاہیوں نے اپنی قمیص اتار کر ڈاکٹر کے حوالہ کیں اور ڈاکٹر نے ان قمیصوں سے اس کے زخم کو

باندھ کر خون بند کیا۔ اولگا اسی حالت میں دوسروں کی طرح نو دن تک سفر کرتی رہی۔ اولگا ڈاکٹر بھی تھی، نو روز کے بعد اس نے محسوس کیا کہ اس کا زخم سڑ گیا ہے اور اس نے بازو قطع کرا دینے کا فیصلہ کر لیا اور اولگا ایک پتھر پر بیٹھ گئی، اس کا شوہر جو خود بھی شدید تکلیف میں مبتلا تھا اس کے قریب کھڑا ہو گیا اور ڈاکٹر نے اس کے شانے کو قطع کر دیا لیکن اس حال میں کہ بازو سُن کرنے اور جراثیم کو مارنے کی کوئی دوا تک موجود نہ تھی۔ اولگا پر بے ہوشی طاری نہیں ہوئی لیکن بازو قطع ہو جانے کے بعد پہلی مرتبہ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور وہ خاموشی کے ساتھ رونے لگی۔

اس واقعہ کے بعد ابھی ایک گھنٹہ بھی نہ گذرا تھا کہ انھیں پھر سفر شروع کر دینا پڑا اولگا کے لئے کسی طرح ایک گھوڑے کا انتظام کیا گیا اور اسے گھوڑے پر سوار کر کے دیدیر اس کے ساتھ پیدل روانہ ہوا۔ شام کے قریب نہ معلوم کس طرح ایک شخص دو مقویِ قلب گولیاں لایا لیکن اولگا نے یہ کہہ کر انھیں استعمال کرنے سے انکار کر دیا "انھیں ان لوگوں کے لئے رکھ چھوڑو جن کے زندہ رہنے کا امکان ہے"۔

صبح کو اولگا کا انتقال ہو گیا۔ انتقال کے وقت اس کی عمر ۲۸ سال تھی۔

اولگا کے شوہر کرنل دیدیر اور ایک دوسرے افسر نے قبر کھودی لیکن دیدیر کا بہترین دوست ٹیٹو اولگا کی تدفین میں شریک نہ ہو سکا وہ فوج کے ساتھ رہنے پر مجبور تھا۔ جس وقت یہ دونوں شخص قبر پر مٹی ڈال رہے تھے ایک جرمن طیارہ نے نمودار ہو کر مشین گن سے گولیاں چلائیں۔ اولگا کی قبر پر چند گولیاں لگیں لیکن یہ دونوں شخص معجزانہ طور پر ان کی زد سے بچ گئے۔ دیدیر نے اپنی رفیقۂ حیات کا ریوالور اپنی جیب میں رکھا اور سب لوگ پھر اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔

اونگا یوگوسلاویہ پر قربان ہو گئی تھی لیکن جو لوگ زندہ رہے وہ اس بہادر خاتون کو کبھی فراموش نہ کر سکیں گے اور یوگوسلاویہ کی تاریخ کے صفحات پر اونگا کا نام ہمیشہ چمکتا رہے گا۔ ۱۹۴۴ء کے اوائل تک ٹیٹو کی فوج میں خواتین کی تعداد پچیس فیصدی تک پہنچ گئی تھی اور یہ واقعہ دنیا کی لڑائیوں، اور افواج کی تاریخ میں ایک عدیم المثال واقعہ ہے لیکن اونگا دیدیر کی ذات بھی تو عدیم المثال تھی!

نواں باب

اتحاد کی قیمت

ایک غمناک کہانی

امریکن صاحب قلم لوئس آدمک نے جس کا آبائی وطن سالوینیا ہے اپنی کتاب "میرا آبائی وطن" میں بے حد پختہ کارانہ طور پر اس بات کی وضاحت کی ہے کہ سالوینیا میں ٹیٹو کی چھاپہ مار فوج کا انتظام کس طرح قائم ہوا لوئس نے اس معاملہ پر روشنی ڈالتے ہوئے کسی قسم کی سیاسی یا نفسیاتی موشگافی سے کام نہیں لیا بلکہ اس سلسلہ میں ایک پہریدار ملارڈ اسٹوپیچ کا ایک واقعہ بیان کیا ہے۔ ایک سیدھا سادہ واقعہ جو غمناک اور مختصر ہے اور نہ معلوم یوگوسلاویہ کے کس گوشہ میں پیش آیا ہوگا!

لوئس آدمک لکھتا ہے

"ملارڈ اسٹوپیچ کی عمر ۲۰ سال تھی اور اس کے متعلق جو کچھ بھی معلوم ہو سکا ہے اس سے اس کی زندگی کے حالات پر کوئی روشنی نہیں پڑتی نہیں اس کے خاندان، بچپن، تعلیم و تربیت وغیرہ کے متعلق بھی کوئی بات معلوم نہیں تھی کہ ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ مذہب کا پابند تھا یا نہیں یا اسے کسی لڑکی کے ساتھ محبت بھی تھی"

قیاس کہتا ہے کہ ملارڈ یوگوسلاویہ کا ایک معمولی نوجوان تھا، دبلا پتلا اور پوری خوراک نہ ملنے کی وجہ سے کمزور نوجوان۔ اس کی زندگی کی امتیازی خصوصیت صرف یہی تھی کہ اس کی ذات میں کوئی امتیازی وصف موجود نہ تھا اور اس میں کوئی ایسا جوہر نظر نہ آتا تھا جو دوسروں کو اس کے درخشاں مستقبل کا یقین دلا سکتا وہ یوگوسلاویہ کے ان لاتعداد باشندوں کی طرح ایک باشندہ تھا جو غربت کی آغوش میں پرورش پاتے اور تمام عمر افلاس وجہالت میں گذار کر مر جاتے ہیں اور اگر ہٹلر یوگوسلاویہ کو غلام بنانے کے لئے اس پر حملہ نہ کرتا تو ملارڈ کا انجام بھی یہی ہوتا۔ لیکن جرمنوں نے یوگوسلاویہ پر قبضہ کر لیا اور ملارڈ کی کایا پلٹ گئی۔ ان کی آمد نے اس کے دل میں بغاوت کا بیج بو دیا اور بغاوت کے اسی بیج کی بدولت انتقام کی صورت میں جرمنوں کو یوگوسلاویہ کی سرزمین پر نہایت ہی تلخ فصل کاٹنی پڑی۔

بالائی سلووینیا کے ایک شہر کرانج پر جہاں ملارڈ رہتا تھا جرمن قبضہ کی تکمیل کے بعد ایک جرمن افسر جو غلہ کی فراہمی کے نام پر اس علاقہ کو لوٹنے کے لئے فوج کے ایک دستہ کی ہمراہ یہاں آیا تھا ایک صبح کو اپنے بستر میں مردہ پایا گیا۔ لیکن یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی اور اس قسم کے واقعات پیش آتے ہی رہتے تھے۔ اس واقعہ کے بعد اپنی عادت کے مطابق جرمنوں نے ضمانت کے طور پر دس آدمیوں کو گرفتار کر کے اس بات کا اعلان کر دیا کہ —— اگر چوبیس گھنٹہ کے اندر اندر ان لوگوں نے جو اس قتل کے ذمہ دار ہیں خود کو جرمن پولیس کے حوالہ نہ کر دیا تو گرفتار شدگان کو بازار میں کھڑا کر کے گولی سے اڑا دیا جائے گا ——

مقررہ وقت کے گذرنے سے ایک گھنٹہ پہلے ملارڈ نے جرمن پولیس کے دفتر

میں آکر اس بات کا اقرار کیا کہ ——— جرمن افسر کو میں نے قتل کیا ہے ——— اور جب اس سے دریافت کیا گیا کہ ——— اس کے اس جرم میں کون کون شریک ہے، اس نے اس قتل کا ارتکاب کیوں کیا اور اسلحہ رکھنے کی ممانعت کے باوجود اس نے بندوق کہاں سے حاصل کی؟ ——— تو اس نے جواب دیا کہ ——— اس سلسلہ میں میرا کوئی شریک نہیں، اس شخص کو قتل کرنے کے لئے خود میرے دل نے مجھے دعوت دی تھی اور میں نے اسے قبول کر لیا۔ نیز ایک پہرے دار کی حیثیت سے میرے پاس ہمیشہ ایک ریوالور اور بندوق رہتی ہے۔ ———

ملارڈ کے اقرارِ جرم کے بعد گرفتار شدگان کو رہا کر کے ان کی جگہ ملارڈ کو بازار میں پھانسی پر چڑھا دیا گیا اور اس کی نعش، کرانج کے باشندوں کو خوفزدہ اور مرعوب کرنے کے لئے ایک ہفتہ تک اسی جگہ لٹکی رہی۔ جرمنوں نے اس کے گلے میں ایک تختی باندھ دی تھی جس پر موٹے موٹے حروف میں سُرخ سیاہی سے لکھا ہوا تھا۔

"سالوینیا کے اس خنزیر نے جرمن حکومت کے خلاف بغاوت کی تھی"

لیکن کرانج کے کسی باشندے کو بھی اس بات کا یقین نہیں آسکا کہ جرمن افسر کا قاتل ملارڈ ہی تھا پھر جس رات کو یہ واقعہ پیش آیا ملارڈ شہر میں موجود بھی نہیں تھا اور حسبِ معمول شہر سے باہر کارخانہ میں پہرہ دے رہا تھا۔

آدمک کے بیان کے مطابق ——— جو لوگ ملارڈ سے واقف تھے وہ جانتے تھے کہ ملارڈ ایک شرمیلا نوجوان تھا اور نفسیاتی اعتبار سے اس میں اس قسم کے خطرناک کام کرنے کی ہمت ہی موجود نہ تھی ——— کرانج کے باشندوں نے جب

خفیہ طور پر اس واقعہ کی تحقیقات کی تو انھیں اصل حال معلوم ہو گیا۔ ملارڈ کو اس قتل سے دور کا واسطہ بھی نہ تھا اور اصل قاتل جو ایک چھاپہ مار سپاہی تھا جرمن افسر کو قتل کرنے کے بعد پہاڑوں میں جا چھپا تھا۔ ملارڈ نے بطور یرغمال گرفتار شدہ دس آدمیوں کو موت سے بچانے کے لئے اپنی جان دی تھی۔ اصل واقعہ معلوم ہو جانے کے بعد بعض لوگوں نے یہ خیال بھی کیا تھا کہ ـــــ شاید گرفتار شدگان میں ملارڈ کا کوئی عزیز یا دوست شامل تھا لیکن یہ بات غلط تھی، ان لوگوں نے ملارڈ کو کبھی دیکھا بھی نہ تھا اور اس کی قربانی کسی ذاتی تعلق یا محبت پر مبنی نہیں تھی بلکہ اس قربانی کو پیش کرتے ہوئے ملارڈ کے روبرو ایک بلند تر مقصد تھا، عظیم تر مقصد، یوگوسلاویہ کی تعمیر کا عظیم اور بلند تر مقصد ہے۔

چند ہی روز کے بعد جرمنوں کو بھی اصل واقعہ کا پتہ چل گیا اور انھوں نے از سر نو انھیں دس آدمیوں کو گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ لیکن اب وقت گذر چکا تھا اور یہ لوگ پہاڑوں میں جا چھپے تھے۔ جرمنوں نے دوسرے دس آدمیوں کو گرفتار کر کے پھانسی پر لٹکا دیا لیکن اس کے بعد کرانج میں ایک تندرست شخص بھی موجود نہ رہا اور سب لوگ پہاڑوں پر چلے گئے۔

کرانج کے باشندوں نے پہاڑوں پر انھیں دس آدمیوں کی سرکردگی میں چھاپہ مار فوجی دستے منظم کئے اور چند روز کے بعد یہی دستے اس علاقہ کے جرمنوں کے لئے مستقل طور پر مصیبت اور ہلاکت کے پیغامبر بن گئے۔ ان لوگوں کے ہاتھوں جرمن ہلاک شدگان کی تعداد بہت جلد ہزاروں تک پہنچ گئی۔ چند ہی روز کے بعد ان دستوں کو بریگیڈ کی صورت میں تبدیل کر کے اسے ملارڈ اسٹو پسیچ بریگیڈ کے نام سے موسوم

کر دیا گیا، ٹیٹو کے ہیڈ کوارٹرز سے جاری شدہ خبرناموں میں اس بریگیڈ کے کارناموں کا بار بار ذکر آتا رہا ہے اور آج بھی یوگوسلاویہ میں اس بریگیڈ کی ہمت وجرأت اور محبت وطن کی داستان کو فخر و مسرت کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

قوت کا راز

ملارڈ اسٹو سیع بریگیڈ، کے قیام کا واقعہ میں نے اس لئے بیان کیا ہے کہ اس سے اس امر کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یوگوسلاویہ میں چھاپہ مار فوج کس طرح منظم ہوئی لیکن اسی واقعہ سے اس حقیقت پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ ٹیٹو کی تحریک کی کامیابی کا پس منظر اور اس کی حقیقی قوت کا راز کیا ہے۔ ٹیٹو کی قوت کا حقیقی راز یہ ہے کہ اس کی بنیاد معدودے چند ممتاز افراد یا طبقات پر نہیں بلکہ عوام پر قائم ہے اور دنیا کی کوئی عسکری قوت بھی قومی آزادی کی کسی ایسی تحریک کو نہیں کچل سکتی جسے عوام کی تائید اور حمایت حاصل ہوتی ہے، اور یہی وجہ تھی کہ جرمن فوجی طاقت جو اس زمانہ میں زبردست ترین طاقت سمجھی جاتی تھی، یوگوسلاویہ کی تحریک آزادی کے مقابلہ میں سات مرتبہ پوری قوت کے ساتھ متحرک ہونے کے باوجود اسے کچلنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔

اہم مسائل

یوگوسلاویہ میں چھاپہ مار سپاہیوں کی انفرادی سرگرمیاں شروع ہو چکی تھیں اور وہ ہر جگہ جرمنوں کے لئے مصیبت اور ہلاکت کا باعث بنے ہوئے تھے لیکن ٹیٹو نے محسوس کیا کہ اگرچہ عوام کا جوش اور حمایت ایسی باتیں بجائے خود بہت زیادہ

اہمیت رکھتی ہیں لیکن ملک کو جرمنوں کی گرفت سے نجات دلانے کے لئے صرف انھیں پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس کام کے لئے فوجی تنظیم کی ضرورت ہے اور چھاپہ مار سپاہیوں کے منتشر دستوں کی سرگرمیوں کو عسکری بنیاد پر متحد کئے بغیر یہ اہم کام انجام نہیں پا سکتا۔ اس ضرورت کو محسوس کرنے کے بعد ٹیٹو نے اپنی تمام تر توجہ فوجی تنظیم اور اس طرح منظم کی ہوئی فوج کو ایک باقاعدہ فوج بنانے کے مسئلہ پر مرکوز کر دی۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلی ضرورت تربیت یافتہ افسروں کی تھی۔ ٹیٹو جانتا تھا کہ جہاں تک سپاہیوں کا تعلق ہے کسی موقعہ پر بھی ان کی قلت محسوس نہیں ہو سکتی، یوگوسلاویہ کے باشندے اس کام کو انجام دینے کے لئے رضامند ہی نہیں ہیں بلکہ خواہشمند بھی تھے۔ لیکن افسروں کا معاملہ بالکل مختلف تھا بالخصوص ایسے افسروں کی فراہمی بہت ہی دشوار تھی جو پیشِ نظر مقصد کے ماتحت فوجی اور سیاسی رہنمائی کا کام انجام دے سکیں۔

ٹیٹو کی فوج میں یوگوسلاویہ کی شکست خوردہ فوج کے بہت سے افسر ضرور شامل تھے اور جہاں تک میدان جنگ میں فوجی دستوں کو کمانڈ کرنے کا تعلق ہے ٹیٹو ان افسروں کی قابلیت سے فائدہ بھی اٹھاتا تھا لیکن چھاپہ مار قسم کی فوج کے لئے ان افسروں کا وجود بیکار تھا۔ چھاپہ مار قسم کی جنگ کے لئے افسر بھی خاص ہی قسم کے درکار ہوتے ہیں اور ان کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ فنِ حرب سے واقفیت کے علاوہ سیاسی اور نفسیاتی جنگ کی گتھیوں اور الجھنوں کو سمجھنے اور سلجھانے کی اہلیت بھی رکھتے ہوں۔ مختصر یہ کہ گوریلا فوج کے افسروں کو جنگی مسائل و معاملات میں مہارت حاصل ہونے کے علاوہ سیاسی رہنمائی کی قابلیت کا حامل بھی ہونا

چاہیئے۔ کیونکہ کسی شخص میں عسکری اعتبار سے پوری قابلیت موجود ہونے کے باوجود اگر سیاسی فراست اور تدبّر کی کمی ہے اور وہ فوجی معاملات کے سیاسی پہلو کی ذمہ داریوں کو یا تو قبول نہیں کرسکتا یا قبول نہیں کرنا چاہتا تو ایسا شخص گوریلا فوج کی رہنمائی کے لئے بالکل بیکار ہے۔

اس سلسلہ میں مہائلووچ کی ذات ہمارے سامنے ایک زندہ مثال کے طور پر موجود ہے۔ یہ شخص متفقہ طور پر ایک ہوشیار فوجی افسر تسلیم کیا گیا تھا لیکن وہ اپنے حامیوں کی سیاسی رہنمائی کرنے سے قاصر رہا۔ حتیٰ کہ وہ انھیں مطمئن یا عارضی طور پر خاموش کرنے کی بجائے ان کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کا موجب بن گیا اور آخر کار اپنی سیاسی کم فہمی ہی کی بدولت اسے دشمن کے ساتھ مصالحت کرلینے کی ذلت تک بھی گوارا کرنی پڑی۔

فوجی تربیت گاہ

افسروں کی ضرورت کے پیش نظر ٹیٹو نے سب سے پہلے ایک ایسی فوجی تربیت گاہ قائم کی جہاں افسروں کو تربیت دی جاتی تھی۔ ٹیٹو کی یہ تجویز اس کے بہت سے ساتھیوں کی رائے میں عجیب و غریب اور ناقابلِ عمل تھی اور ان کا خیال تھا کہ ایک ایسے ملک میں جس پر دشمن کا قبضہ ہے اوّل تو افسروں کی تربیت گاہ قائم ہی نہیں کی جاسکتی اور اگر قایم کر بھی دی گئی تو اسے بہت عرصہ تک دشمن کی نظر سے محفوظ اور مستور نہیں رکھا جاسکتا۔ ٹیٹو کے ساتھیوں نے اس سلسلہ میں یہ رائے اس لئے بھی قائم کی تھی کہ اس وقت چھاپہ مار تحریک کا ہیڈکوارٹر بھی متحرک

ہی رہتا تھا۔ لیکن ٹیٹو اپنی رائے پر قائم رہا۔

ٹیٹو کی قائم کردہ یہ تربیت گاہ بھی لڑائی کے ان طریقوں کی طرح جو یہاں سکھائے جاتے تھے عجیب تھی اگر فوجی تربیت گاہ کی بجائے اسے عملی لڑائی کا میدان کہا جائے تو میرے خیال میں یہ نام اس کے لئے زیادہ موزوں ہوگا۔ ٹیٹو نے فوج کے ہر دستہ کے ساتھ متعدد ایسے افراد کو منسلک کرنے کے بعد جو افسروں کی حسب ضرورت تربیت کے لئے موزوں تھے تمام کمانڈروں کو حکم دیدیا کہ وہ انھیں ایسے تمام افراد سے ملادیں جو لڑائی میں امتیازی حیثیت حاصل کر چکے تھے۔

اس اعتبار سے ٹیٹو کی یہ فوجی تربیت گاہ ایک ایسا عجیب ادارہ تھا جسمیں کوئی ایسا امیدوار داخل نہ کیا جاتا تھا جو اپنی جنگی اہلیت کا ثبوت نہ دے چکا ہو۔ مختصر یہ کہ اس تربیت گاہ کے قیام کا مقصد افسر پیدا کرنا نہیں بلکہ مستقبل میں ہونے والے فوجی افسروں کا انتخاب تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۴۳ء کے وسط تک ٹیٹو کی مرتب کی ہوئی تجویز کے مطابق چھاپہ مار سپاہیوں کے پانچہزار رہنماؤں کو فوج کے مختلف عہدوں پر متعین کرکے انھیں مختلف دستوں کی کمانڈ سپرد کردی گئی۔

ٹیٹو کے ہیڈکوارٹرز سے افسروں کے تقرر کے اعلان کے بعد یوگوسلاویہ کی باقاعدہ فوج کے جلاوطن افسروں میں ایک تہلکہ برپا ہوگیا اور انھوں نے کہنا شروع کردیا کہ ——— یہ اعلان ایک فریب سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا اور دو سال کی قلیل مدت میں پانچہزار فوجی افسروں کی تربیت ناممکن امر ہے ——— لیکن ان سنئے کمانڈروں نے بہت جلد ہی ٹیٹو کی تجویز کی اصابت اور اپنے تقرر کی قدر و قیمت کو ثابت کر دکھایا اور آج یہ بات ایک تاریخی حقیقت بن گئی ہے کہ سوویت روس کی سرخ فوج

کے علاوہ جرمنی کے خلاف برسرِ جنگ یورپ کی افواج میں سے کوئی فوج بھی ایسی نہیں تھی جو اس قدر جرمن ڈویژنوں سے مقابلہ کرتی رہی ہو جسقدر کہ ٹیٹو کی فوج کے مقابلہ میں موجود تھے ——— ٹیٹو کے مقرر کئے ہوئے ان افسروں نے ڈھائی لاکھ سپاہیوں پر مشتمل ایک ایسی فوج کی تنظیم کی جس کی لڑائی کے طریقوں کا تمام دنیا کی قومی درسگاہوں میں سالہا سال تک مطالعہ کیا جاتا رہے گا۔

ان افسروں کی داستان خود ٹیٹو کی داستان ہے۔ یوگوسلاویہ کی فوج کا مارشل بنا دئے جانے کے بعد ٹیٹو کو اتحادی کمانڈروں کی صف میں وہی درجہ حاصل ہے جو کسی ایسے مارشل یا جنرل کو حاصل ہو سکتا تھا جس نے اپنی ساری زندگی جنگی حکمت کے مطالعہ میں صرف کر دی ہو لیکن اپنے مقرر کئے ہوئے افسروں کی طرح ٹیٹو کو بھی کسی فوجی مدرسہ یا افسروں کی تربیت گاہ میں داخل ہونے کا موقعہ نہیں ملا۔ اور مجھے یقین ہے کہ عہد حاضر کا کوئی عسکری ماہر بھی اس بات سے انکار کی جرأت نہیں کر سکتا کہ ٹیٹو نے محض اپنی رہنمایانہ قابلیت کی بدولت دوسری عالم گیر جنگ کے بہترین کمانڈروں کی صف میں اپنے لئے ممتاز ترین جگہ حاصل کی ہے۔ ٹیٹو میں ایک حقیقی عسکری اور سیاسی رہنما کی یہ صفات موٹی موٹی گرد آلود کتابوں کے مطالعہ سے پیدا نہیں ہوئیں بلکہ یہ تخلیق ہے ان مصائب اور مشکلات کے احساس کی جو اس کے ملک پر نازل ہوئیں اور یہ نتیجہ ہے ان پیچیدگیوں کا جس میں اسکا وطن مبتلا ہوا اور اس نے انھیں سلجھا کر اپنے اہل وطن کو مطمئن کیا پھر اسی قدر نہیں بلکہ اس تمام عرصہ میں وہ انسانی ذہن کے مطالعہ اور مختلف الخیال عناصر کو متحد کر کے ان سے کام لینے کے وسائل پر غور کرنے میں بھی مصروف رہا اور انھیں باتوں نے اسے اس کی موجودہ

حیثیت تک پہنچنے میں مدد دی۔

فوج کی تنظیم نو

افسروں کی تربیت کے سوال کو حل کر لینے کے بعد دوسرا ضروری مسئلہ فوج کو ایک منظم اور باقاعدہ فوج بنانا تھا۔ اس سلسلہ میں ٹیٹو نے اپنی فوج کو گیارہ حصوں میں منقسم کر کے ان پر گیارہ کمانڈر مقرر کئے اور ان سب کو جنرل کے عہدہ پر ترقی دیدی۔ ان میں یوگوسلاویہ کی شاہی فوج کے تین سابق کرنل، دو لیفٹیننٹ کرنل، ایک میجر اور ایک کپتان نیز چار ایسے افسر شامل تھے جو انٹرنیشنل بریگیڈ میں کمانڈر رہ چکے تھے۔ ان لوگوں کو یہ اہم ذمہ داری سپرد کرتے ہوئے ٹیٹو نے ان کی سماجی حیثیت اور درجہ کو مدِنظر نہیں رکھا تھا بلکہ محض اس بات کا لحاظ کیا تھا کہ کمانڈر کی حیثیت سے ان لوگوں کی قابلیت کیا ہے اور بعد کے واقعات نے یہ ثابت بھی کر دیا کہ ان لوگوں پر ٹیٹو کا اعتماد بے جا نہیں تھا۔ کیونکہ انھیں لوگوں کی عسکری قابلیت کی بدولت ۱۹۴۳ء کے آغاز میں چھاپہ مار فوج یوگوسلاویہ کے وسیع علاقہ پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوئی تھی۔

رضاکار سپاہی

ٹیٹو کی زیرِ قیادت یوگوسلاویہ کی فوج کی تنظیم کا ذکر کرتے ہوئے میں اس کے ایک ایسے پہلو کو بھی واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں جسے عام طور نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور وہ پہلو یہ ہے کہ چھاپہ مار فوج کے ان لاکھوں سپاہیوں میں سے ـــــ بجز شدید

مشکلات ہی ہیں نہیں بلکہ بعض اوقات ناقابل برداشت حالات میں ایک ایسے طاقتور دشمن کا مقابلہ کرتے رہے ہیں جس کی طاقت ہمیشہ بڑھتی ہی رہتی تھی اور جو پورے طور پر مسلح تھا ــــــ ایک شخص بھی ایسا نہیں تھا جسے جبراً بھرتی کیا گیا ہو۔ ٹیٹو نے جرمن قبضہ سے آزاد کرائے ہوئے کسی علاقہ میں جبریہ بھرتی کا قانون نافذ نہیں کیا تھا۔

یہاں یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیئے کہ ٹیٹو کی فوج میں رضاکار ہونے کا مطلب کیا تھا اور اس لفظ کے حروف کن کن مصیبتوں اور اذیتوں کے حامل تھے۔ دوسرے ممالک میں بھی لوگ رضاکارانہ طور پر فوج میں بھرتی ہوتے ہیں اور وہ کسی ایسے دستہ میں اپنا تبادلہ بھی کرا لیتے ہیں جو خصوصیت کے ساتھ مصائب و مشکلات کا شکار بنا ہوا ہو لیکن ٹیٹو کی فوج میں رضاکار ہونے کا معاملہ ہی مختلف تھا ٹیٹو کی فوج میں رضاکار ہونے کا مطلب یہ تھا کہ ایسے اشخاص اپنی ذات ہی کو خطرہ میں نہیں ڈالتے تھے بلکہ دوسروں کے لئے بھی شدید ترین خطرات پیدا کر دیتے تھے انھیں اچھی طرح معلوم ہوتا تھا کہ اگر قسمت نے انکا ساتھ نہ دیا اور وہ گرفتار ہو گئے تو اگرچہ ان کی ہلاکت یقینی امر ہے لیکن معاملہ اسی جگہ ختم نہیں ہو جائے گا بلکہ ان کے اس جرم؟ کی پاداش میں ان کے خاندان، دوستوں حتیٰ کہ قصبوں اور شہروں کو بھی نیست و نابود کر دیا جائے گا اور ہر شخص اس بات کو جانتا تھا کہ اگر گرفتاری کے بعد اسے شناخت بھی کر لیا گیا تو اس کے ساتھ اس کے خاندان کا کوئی فرد بھی زندہ نہ رہ سکے گا۔ اس صورت میں اس جگہ کے باشندوں کو بھی مصیبتوں کا شکار ہونا پڑے گا جہاں وہ پیدا ہوا ہے اور جرمن اس شہر یا قصبہ کو آگ لگا دیں گے۔ ان تمام باتوں کے باوجود یوگوسلاو کے باشندے رضاکارانہ طور پر ٹیٹو کی فوج میں بھرتی ہوئے۔ ایک دو نہیں بلکہ

ہزاروں جتنی کسان کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی ۔

جرمنوں کے وحشیانہ مظالم

جرمنوں کے مقبوضہ یوگوسلاویہ میں روزانہ جو وحشیانہ مظالم برپا ہوتے رہتے ہیں برطانیہ یا ایسے دوسرے ملکوں کے باشندے جنھیں جرمنوں سے سابقہ نہیں پڑا ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے ۔ لیکن ٹیٹو کی تحریک کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے ان مظالم کی تصویر کو بھی مدِ نظر رکھنا ضروری ہے ۔ اس بات کو مبالغہ نہیں سمجھنا چاہئیے کہ اگر جرمنوں کو یہ شبہ ہو جاتا تھا کہ فلاں قصبہ یا گاؤں کے باشندے چھاپہ مار سپاہیوں کے ساتھ وابستہ ہیں تو وہ تحقیق و تصدیق کی زحمت گوارہ کئے بغیر وہاں کے مردوں کو موت کے گھاٹ اتار کر اس بستی کو آگ کی نذر کر دیتے تھے ۔

اس سلسلہ میں اگرچہ بہت سے واقعات بیان کئے جا سکتے ہیں لیکن میں یہاں مثال کے طور پر صرف ایک واقعہ پیش کروں گا ۔ سربیا کے وسطی علاقہ شمادیا میں کراگیوات کے نام سے ایک شہر آباد ہے ۔ ۱۹۴۱ء کے موسم خزاں میں ٹیٹو نے اس علاقہ میں چھاپہ مار سپاہیوں کا ایک دستہ منظم کیا تھا ۔ چند روز کے بعد شہر سے باہر اس دستے نے جرمنوں پر حملہ کر کے ان میں سے چھبیس کو زخمی اور دس کو ہلاک کر دیا ۔

اس واقعہ سے ایک ہفتہ بعد جرمنوں نے شہر کو محصور کر کے ایک ایک گھر کی تلاشی لی اور پندرہ سے پچاس سال کی عمر کے تمام مردوں کو جن کی تعداد سات ہزار تھی گرفتار کر کے دو دو سو کی ٹکریوں میں اپنے ساتھ لے گئے ۔ ان میں سے کسی شخص کو بھی اصل واقعہ کا علم نہیں تھا اور چونکہ اس وقت تک جرمنوں کا طرزِ عمل بہت

زیادہ قابلِ اعتراض نہیں رہا تھا اس لئے ان میں سے عام لوگ تو یہ خیال کرنے لگے تھے کہ انھیں مزدوری کرنے کے لئے جبراً لے جایا جا رہا ہے اور بعض کا خیال تھا کہ جرمن محض شناخت ناموں کی تصدیق کرنا چاہتے ہیں مگر چند لوگوں کی یہ رائے بھی تھی کہ وہ ہر ایک سو آدمیوں میں سے ایک آدمی کو بطور یرغمال گرفتار کرلیں گے جس کا مطلب یہ ہوگا کہ تقریباً ایک سو آدمیوں کو بیرحمانہ طریقہ پر قتل کر دیا جائے گا غالباً اس وقت تک کراگیوات کے باشندے اس قسم کے واقعات کو وحشی جرمنوں کے پیمانہ سے ناپنے کے عادی نہیں ہوئے تھے اور اسی لئے انھیں اس بات پر یقین نہ آتا تھا کہ کوئی شخص دوسروں کو میدان جنگ کے علاوہ اس طرح قتل بھی کر سکتا ہے۔

شہر کے عام باشندوں کو گرفتار کرنے کے بعد جرمن عدالت میں پہنچے اور ججوں، وکلاء، ملزمین، گواہوں، کلرکوں حتّٰی کے ضعیف العمر دربان کو بھی گرفتار کرلیا۔ پھر انھوں نے مدرسہ کا رُخ کیا اور تمام اُستادوں اور طلبا کو ساتھ لے لینے کے بعد بازار میں آئے اور دکانداروں سے لے کر خریداروں تک جو شخص بھی نظر آیا اسے گرفتار کرلیا۔

گرفتاریوں کا یہ سلسلہ تمام دن قائم رہا اور شام کے وقت جرمن آٹھ ہزار افراد کو جنمیں بچے، جوان اور بوڑھے غرضیکہ ہر عمر کے مرد شامل تھے ہمراہ لے کر شہر کے باہر چلے گئے۔ ان لوگوں کو یہ رات کھلے میدان میں بسر کرنی پڑی اور کئی سو جرمن سپاہی مشین گنوں سے ان پر پہرہ دیتے رہے۔ یہ لوگ رات بھر جاگتے رہے۔ سردی کی وجہ سے زمین پر بیٹھنا بھی دشوار محسوس ہوتا تھا۔ اس لئے یہ بھوکے پیاسے خوفزدہ اور تھکے ماندے لوگ اپنے مستقبل سے قطعاً بے خبر کھڑے ہی کھڑے صبح ہونے کا انتظار کرتے رہے۔ یہ واقعہ ۲۱ اکتوبر ۱۹۴۱ء کا ہے اس روز سہ شنبہ تھا۔

ممکن ہے کہ کراگیوات کے متعلق اس واقعہ کو بہت سے لوگ محض ، پراپیگنڈا تصوّر کر کے اس پر یقین نہ کریں اور یہ خیال کریں کہ بہر حال فاشی جرمن بھی تو انسان ہی تھے۔ لیکن یہ واقعہ حرف بحرف درست ہے اور اگر کوئی شخص ٹیٹو کے حالات کو صحیح طور پر سمجھنا چاہتا ہے تو اسے اس واقعہ کی تمام ہولناکیوں کو مدِّ نظر رکھنا چاہیئے ٹیٹو کے ان اعلانات کو پڑھ کر جن میں اس بات پر زور دیا جاتا تھا کہ وہ کسی حالت میں بھی دشمن کے ساتھ اشتراک عمل کرنے والے میہائلووچ اور اس کے ساتھیوں سے مصالحت نہ کریں گے بعض لوگ ٹیٹو کے اس رویہ کو غیر مصالحانہ قرار دے کر اس کی مذمت کیا کرتے تھے۔

حتیٰ کہ ایک اخبار نے تو یہاں تک بھی لکھ دیا تھا کہ ـــــ ٹیٹو کا یہ طرز عمل اتحادیوں کے مقصد اتحاد پر ایک کاری ضرب ہے ـــــ لیکن ایسے تمام افراد کو کراگیوات کے واقعہ پر غور کرنا چاہیئے اور یہ سمجھ کر کہ یہ صدہا واقعات میں سے محض ایک ہے۔

میں نے بذات خود بار بار اور مختلف پہلوؤں سے اس واقعہ کی تصدیق کی ہے میں نے کراگیوات سے آنے والے لوگوں کے بیانات کا جرمن سرکاری بیانات سے مقابلہ کیا ہے اور میں نے انھیں بالکل درست پایا ہے لیکن یہاں میں اس واقعہ کو اپنے الفاظ میں نہیں بلکہ ایک چشم دید گواہ کے الفاظ میں پیش کروں گا۔ اس شخص نے معتبر ذرائع کی وساطت سے اپنا بیان ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں رہنے والے جنوبی سلاواکیا کے باشندوں کی متحدہ انجمن کو روانہ کیا تھا جس میں درج ہے کہ

"میں نے ایک جرمن سپاہی کو اس انسانیت سوز ظلم میں شریک ہونے سے انکار کرتے ہوئے سنا۔ اس نے کہا ـــــ میں یہ نہیں کر سکتا نہ یہ جنگ

نہیں، آپ کو اس بات کا اختیار ہے کہ آپ میرے ساتھ جو سلوک چاہیں کریں ——— میں جرمنوں سے اچھی طرح واقف ہوں ۔ جرمن افسر نے اس سپاہی کو گرفتار کر لینے کا حکم دیدیا اور مجھے یقین ہے کہ اس کے بعد اسے گولیوں کا نشانہ بنا دیا ہوگا ۔ اس روز ایک یہی واقعہ پیش آیا تھا جرمن افسر کے حکم سے جرمن سپاہی مشین گنیں لے کر ایک قطار میں کھڑے ہو گئے اور دوسرے جرمنوں نے چالیس چالیس کی ٹکڑیوں میں قیدیوں کو شمار کرنا شروع کیا ۔"

"کیا وہ سب لوگوں کو گولی کا نشانہ بنا دینا چاہتے ہیں ؟ بظاہر یہ بات ناممکن ہے لیکن میں جو کچھ دیکھ رہا تھا اس کی موجودگی میں میں اپنے دل میں بھی اس سوال کا صحیح جواب سوچتے ہوئے ڈرتا تھا ۔"

"سرب قوم کے کچھ لوگوں نے آہستہ آہستہ آپس میں مشورہ کر کے یہ فیصلہ کیا کہ جرمنوں کے اس حصار سے نکل جانے کی کوشش کرنی چاہیئے لیکن سوال یہ تھا کہ ——— یہ اقدام کون کرے اور یہ کوشش کس طرح اور کس سمت میں شروع کی جائے ؟ ——— چاروں طرف جرمن سپاہی موجود تھے اور مشین گنوں کے علاوہ ان کے پاس دستی بم بھی تھے اس لئے یہ خیال کرنا ہی موت کو دعوت دینا تھا ۔ ان تمام مشکلات کے باوجود ممکن تھا کہ ہم لوگ موت کے منہ سے نکل جانے کے لئے کوئی جدوجہد کرتے لیکن مشکل یہ آپڑی تھی کہ تقریباً ہر گرفتار شدہ سرب کے ساتھ اس کا ایک لڑکا بھی گرفتار تھا ۔ ہم لوگوں نے خیال کیا کہ ——— یہ بات ناممکن

ہے کہ وہ ہم سب ہی کو قتل کر دیں ——— بہرحال اب ہم لوگ اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ جرمن جو کچھ کر رہے ہیں اس کا تعلق دس جرمنوں کے مارے جانے اور چھبیس ۲۶ جرمنوں کے زخمی ہو جانے سے ہے۔ اس حال میں جرمنوں کے اصولِ انتقام کے ماتحت ہم میں سے کم و بیش دو ہزار تین سو افراد کا قتل کر دیا جانا یقینی امر تھا۔ اس بات پر غور کرتے ہوئے ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ ——— جرمنوں کے نرغہ سے نکل جانے کی کوشش کی صورت میں ممکن ہے کہ یہ لوگ قتلِ عام پر اتر آئیں اس لئے بہتر یہی ہے کہ فرار کی جد و جہد کو ملتوی ہی کر دیا جائے ———"

"قیدیوں کی چالیس چالیس پر مشتمل جماعتوں کو ایک طرف چلنے کا حکم دیدیا گیا اور یہ جماعتیں تھوڑی ہی دیر کے بعد روانہ ہونے لگیں ان میں سے ایک جماعت کے افراد صرف طالب علم تھے اور ان میں سے بیشتر کے ہاتھوں میں اس وقت بھی کتابیں موجود تھیں۔ انھیں رخصت ہوتے دیکھ کر اکابر پرنسپل ڈاکٹر ملنٹو ویچ ان کے ساتھ جانے کے لئے دوڑا اس کے الفاظ یہ تھے ——— اگر تم لوگ ان بچوں کو ہلاک کرنے کے لئے لے جا رہے ہو تو مجھے بھی ان کے ساتھ ہی لے چلو میں انھیں کے ساتھ ہلاک ہونا چاہتا ہوں" ———

"قیدیوں کی ہلاکت کا کام شروع ہو گیا، ہم مشین گنوں کے سہمناک اور ہلاکت خیز گیت سُن رہے تھے۔ وہ لرزہ خیز گیت جنھیں سنتے رہنے کے مقابلہ میں مر جانا سہل تر ہے ——— مجھے کئی مرتبہ ان جماعتوں میں شریک کیا گیا

جو مقتل کی طرف جارہی تھیں لیکن پھر نہ معلوم کیوں علیحدہ کر دیا گیا اور میرا خیال ہے کہ اس موقعہ پر قدرت نے مجھے اس لئے موت کے منہ سے بچایا تھا کہ آج میں آپ کے روبرو یہ غمناک کہانی بیان کر سکوں۔"

"اس قتل عام کے لئے شاید ہائی کمانڈ سے مشورہ کرنے کے بعد کرنل وزنرمیرین نے حکم دیا تھا لیکن موقعہ پر موجود رہ کر اس حکم کی تعمیل کرنے والا جرمن افسر ایک میجر تھا۔"

"اس موقعہ کی ہولناکیاں بیان نہیں کی جا سکتیں اور میرا خیال ہے کہ آپ کے لئے اس کا تصور کرنا بھی ناممکن ہے۔ ہم لوگ اس قتل عام سے اس درجہ ہراساں اور خائف ہو گئے تھے کہ ہمارے ذہن میں جرمنوں کے نرغہ سے نکل نے کا خیال بھی باقی نہ رہا تھا۔ میں اور ہم میں سے بہت سے قیدی غش کھا کر گر پڑے اور بعض جرمن سپاہیوں کا بھی یہی حال ہوا۔"

"جب مجھے ہوش آیا تو میری حالت غیر تھی اور ضعف کے باعث میرے لئے کھڑا رہنا ناممکن ہوتا جا رہا تھا لیکن نہ معلوم کیوں اور کس طرح میں نے اپنے حواس بجا رکھے اور کھڑا رہا۔ اس وقت میری زبان پر صرف خدا ہی کا نام تھا اور میں کہہ رہا تھا ——— اے خدا اب میرے حواس بجا رکھ مجھے بے ہوش ہونے سے بچا اور مجھے کھڑا رہنے کی طاقت عطا فرما ——— اسی وقت کسی نے دریافت کیا۔

"کیا دنیا ان مظالم سے واقف ہو سکے گی؟"

"یقیناً! تاریخ کے ایک نوجوان پروفیسر نے جواب دیا۔

لیکن کب"؟ اس شخص نے پھر کہا "کیا دنیا کو یہ خونچکاں داستان بروقت معلوم ہو سکے گی اور کیا اس سے ہمیں فائدہ پہنچے گا؟"

"بلا شبہ!" پروفیسر نے پھر جواب دیا

اور اسی وقت ان لوگوں کو بھی قتل گاہ کی طرف چلنے کا حکم مل گیا۔"

ہر پانچ سات منٹ کے بعد مشین گنوں کے سر ہونے کی آواز آتی تھی اور ہر مرتبہ چالیس افراد کو گولیوں کا نشانہ بنا دیا جاتا تھا۔ مقامی ورزش گاہ کے ایک سو طلباء، بارہ پروفیسر، درسگاہ کا ناظم، تیس استاد، سات پادری، چار جج اور صدہا دوسرے قیدی موت کے گھاٹ اتر چکے تھے"

"قتل و خونریزی کا یہ سلسلہ کئی گھنٹہ تک قائم رہا لیکن میں صحیح طور پر وقت کا تعین نہیں کر سکتا۔ بعد میں ہمیں یہ بات معلوم ہوئی کہ جب مقتولین کی تعداد دو ہزار تین سو تک پہنچ گئی تو قتل کے ذمہ دار میجر نے کسی جگہ ٹیلیفون کیا اور تھوڑی ہی دیر کے بعد قتل کا یہ سلسلہ پھر شروع کر دیا گیا میرا خیال ہے کہ میجر نے کرنل زمیرمین سے مشورہ کیا ہو گا۔ جس کے حکم سے اس نے پھر قیدیوں کی ہلاکت کا حکم دیدیا۔"

"آخر کار یہ سلسلہ ختم ہوا لیکن کوئی شخص بھی صحیح طور پر اس بات کا اندازہ نہیں کر سکتا کہ اس روز کس قدر افراد جرمنوں کے وحشیانہ انتقام کے شکار ہوئے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ مقتولین کی تعداد تین ہزار چار سو تک پہنچ گئی تھی بعض لوگ اس تعداد کو چار ہزار قرار دیتے ہیں اور چند اشخاص کی رائے ہے کہ اس روز چھ ہزار افراد ہلاک ہو گئے تھے۔ مقامی

میونسپل کمیٹی کے چیرمین کا بیان ہے کہ اس روز شہر کے مردوں میں سے ساٹھ فیصدی افراد گولیوں کا نشانہ بنے تھے اس اعتبار سے مقتولین کی تعداد چار ہزار یا پانچ ہزار تک پہنچ جاتی ہے۔"

"ہم لوگوں کو شہر میں واپس بھیجدیا گیا لیکن وہاں پہنچ کر کم از کم میں اس نتیجہ پر ضرور پہنچا کہ یہاں آنے کے مقابلہ میں مرجانا بہتر تھا۔ قدم قدم پر آہ و بکا اور سینہ کوبی کی دل گداز آوازیں سنائی دیتی تھیں شہر ایک ماتم کدہ بنا ہوا تھا اور کوئی گھر ایسا نہ تھا جس کے ایک دو افراد جرمنوں کی وحشیانہ بیرحمی کی نذر نہ ہو گئے ہوں۔ بعض خاندان ایسے بھی تھے جنھیں اپنے چار چار پانچ پانچ اور چھ چھ افراد سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو جانا پڑا تھا۔"

"ایک ہفتہ تک شہر کی تمام گلیاں اور سڑکیں ویران اور سنسان پڑی رہیں اور میں نے محسوس کیا کہ زندگی کی وہ فطری خواہش ہی جو بہرصورت ہر متنفس کے دل میں موجود ہوتی ہے افسردہ ہو گئی ہے۔ اس عرصہ میں نہ تو کسی شخص نے اپنی دکان کھولی اور نہ شہر کے کیفے اور ریستوران ہی کھلے۔ شہر میں تقریباً کوئی مرد باقی نہ رہا تھا اور ہر خاتون ماتمی لباس پہنے ہوئے نظر آتی تھی۔"

"اس غمناک حادثہ میں جو لوگ کام آئے تھے، اندازہ کیا گیا ہے کہ ان کے پاس تیس اور چالیس لاکھ دینار کے درمیان اثاثہ موجود تھا لیکن جرمنوں نے ان کی ہر شے پر قبضہ کر لیا اور پھر اسی مسروقہ دولت میں سے شہر کے غربا کی امداد کے لئے انھوں نے دو لاکھ پچاس ہزار دینار

بطور چندہ دیئے۔"

"ایک ہفتہ کے بعد جرمنوں نے شہر کی دیواروں پر ایک اعلان چسپاں کرایا جس میں تحریر تھا کہ

"کراگیوات کے نزدیک جرمنوں نے دو ہزار تین سو کمیونسٹوں، بدمعاشوں اور ان کے ہمدردوں کو سزائے موت دی ہے"

اس اعلان میں مقتولین کی جو تعداد بیان کی گئی تھی اسے اسی حالت میں درست تسلیم کیا جا سکتا تھا جبکہ وہ اپنے ایک سابقہ اعلان کے مطابق ہر ہلاک شدہ جرمن کے بدلہ میں ایک سو اور ہر زخمی کے بدلے میں پچاس افراد کو ہلاک کرتے۔ حالانکہ انھوں نے اس تعداد سے کہیں زیادہ افراد کو ہلاک کیا تھا۔"

"مقتولین کے عزیزوں اور دوستوں کو ان کی نعشیں لے جانے اور انھیں مذہبی احکام کے مطابق علیحدہ علیحدہ سپرد خاک کرنے کی اجازت نہیں دی گئی اور اس قسم کی درخواست کرنے والوں کو یہ جواب دیا گیا کہ سزائے موت پانے والے لوگ کمیونسٹ اور بدمعاش تھے جنکی باقاعدہ تدفین کی اجازت نہیں دی جا سکتی ــــــ"

یہ ہے ایک واقعہ، جس کے مطالعہ کے بعد یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ کراگیوات کے باشندوں کو ٹیٹو کی حمایت کی کیا قیمت ادا کرنی پڑی۔ جرمن یوگوسلاویہ کے باشندوں کو اس طرح مرعوب کرنے کے بعد انھیں اپنی اطاعت اور متابعت پر آمادہ کرنا چاہتے تھے لیکن ان بے شمار غلطیوں کی طرح جو ان سے سرزد ہوتی رہی ہیں

ان کی یہ بھی ایک زبردست غلطی تھی۔ ان کے حق میں اس کا نتیجہ برعکس برآمد ہوا
یوگوسلاویہ کے تمام باشندے ٹیٹو کے پرچم کے سایہ میں مجتمع اور متحد ہو گئے۔ یوگو
سلاویہ نے اتحاد کی جو قیمت ادا کی وہ بہت زیادہ تھی اور وہاں مذکورہ بالا واقعہ
کے بعد ایسے بہت سے واقعات پیش آئے لیکن ہر واقعہ ٹیٹو کی قوت و طاقت میں
اضافہ کا باعث ثابت ہوا اور آج انھیں قربانیوں کی بدولت یوگوسلاویہ کے ہر
گوشہ کے باشندے ٹیٹو کے گرد جمع ہیں۔

دسواں باب

میہائیلووچ

پیچیدہ مسئلہ

ٹیٹو اور اس کے حامیوں کے روبرو سب سے اہم داخلی سیاسی مسئلہ جنرل میہائیلووچ اور اس کی زیر کمان فوج کا تھا۔ یوگوسلاویہ کی شکست کے بعد ایسے ہزارہا سپاہی جنکے افسروں نے اطاعت قبول نہیں کی تھی، یوگوسلاویہ اور جرمنی کے مابین عارضی صلح کو تسلیم نہ کرنے کے باعث اپنے تمام اسلحے لے کر پہاڑوں میں چلے گئے تھے۔ شکست کے بعد یوگوسلاویہ کے جو شہری اور فوجی افسر ہلاکت سے بچ رہے تھے ان میں سے بعض نے اطاعت قبول کر لی تھی، بہت سے گرفتار ہو گئے تھے اور معدودے چند سربیا کے شہر موسٹر تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے تھے۔

موسٹر میں پناہ گزین ہونے والے افسروں میں، یوگوسلاوی فوج کا ایک اسٹاف افسر کرنل دراژا میہائیلووچ بھی تھا۔ جرمنوں کے خلاف جنگ جاری رکھنے کی غرض سے میہائیلووچ نے بہت سے دوسرے فوجی افسروں کو جمع کر کے فوج کی از سر نو تنظیم شروع کی۔ یہ بات یقین کے ساتھ نہیں کہی جا سکتی کہ فوج کو از سر نو منظم کر کے جرمنوں کا مقابلہ کرتے رہنے کی تجویز خود میہائیلووچ کی تجویز تھی یا سموویچ کی سرکردگی میں قائم شدہ حکومت نے یوگوسلاویہ سے رخصت ہوتے ہوئے اسے

ایسا کرنے کی ہدایت کی تھی بہرحال موسٹر میں جو فوج جمع ہوئی بہائیلووچ اس کا کمانڈر مقرر ہوا۔

یوگوسلاویہ کے طول وعرض میں مدافعت کی تحریک پھیلتی جارہی تھی اور سپاہیوں، مزدوروں اور کسانوں کے بہت سے چھوٹے چھوٹے گروہوں نے رات کی تاریکی میں جرمنوں اور ان کی حامی یوگوسلاوی فوجوں پر چھاپہ مار کر انھیں پریشان کرنا شروع کر دیا تھا وہ ہزارہا کسان جو گرفتاری اور ہلاکت کے خوف سے پہاڑوں میں جا چھپے تھے اپنے عزیزوں کے قاتل اور اپنے دیہات کو تباہ کر دینے والے جرمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ہر اس جماعت میں شریک ہونے کے لئے تیار تھے۔ جو اس مقصد کے لئے منظم کی جاتی۔ چنانچہ بہائیلووچ نے ممتاز چھاپہ مار رہنماؤں کے پاس اپنے نمائندے بھیجے اور وہ اس خیال سے اس کا حکم ماننے کے لئے تیار ہوگئے کہ اس طرح انھیں دشمن کا باقاعدہ طور پر مقابلہ کرنے کا موقع مل سکے گا۔

دو متضاد خیالات

دوسری طرف چھاپہ مار سپاہیوں کی بہت سی جماعتیں پہلے ہی ٹیٹو کے ہیڈ کوارٹر کے ساتھ وابستہ ہو چکی تھیں اور ٹیٹو کے نمائندے بھی اطراف ملک میں پھیلے ہوتے تھے۔ ٹیٹو کے نمائندے اگرچہ فوجی افسر نہیں تھے لیکن ان کی سیاسی سرگرمیوں کے باعث ان کے اضلاع کے لوگ انھیں اچھی طرح جانتے تھے اور چونکہ انھیں، ان ہی کے اضلاع میں بھیجا گیا تھا اس لئے وہاں کی چھاپہ مار جماعتیں جو زیادہ تر سپاہیوں، مزدوروں اور کسانوں پر مشتمل تھیں ٹیٹو ہی کے پرچم کے سایہ میں

جمع ہونے لگیں۔ وہ میہائیلووچ کو ماضی کا مظہر تصوّر کرتے تھے۔ میہائیلووچ کی تحریک مدافعت سابقہ حکومت کے نام پر جاری تھی اور وہ لوگ اس حکومت کو جبر و تشدّد اور ظلم و تعدّی کا مترادف تصور کرتے تھے۔

اس کے برعکس، ان کی نظر میں ٹیٹو مستقبل کا علمبردار تھا۔ وہ نا تسمّیت کی طرح سابقہ حکومت کا بھی شدید دشمن تھا اور فتح حاصل ہو جانے کے بعد وہ میہائیلووچ کی طرح اسے از سرِ نو قائم کرنے کی بجائے یوگوسلاویہ کو اس سے نہ صرف آزاد ہی کرانا چاہتا تھا بلکہ ایک ایسی حکومت قائم کرنے کا خواہشمند بھی تھا جسمیں ہر شخص کو آزادی اور انصاف حاصل ہو سکے۔

ٹیٹو اور میہائیلووچ کے درمیان اختلافات کی جو خلیج ابتدا ہی سے حائل تھی، آئندہ چل کر وہ وسیع تر ہو گئی اور آہستہ آہستہ اسے پُر کرنا ناممکن بن گیا۔ شروع شروع میں یہ اختلاف خیالات ہی تک محدود تھا لیکن رفتہ رفتہ یہ فوجی معاملات پر بھی حاوی ہو گیا۔ میہائیلووچ کا حقیقی مقصد یہ تھا کہ جس طرح بھی ہو سکے وہ اپنی فوج اور فوجی قوت کو محفوظ و برقرار رکھے اور جب کبھی اتحادی افواج بلقان میں داخل ہوں تو اس کے پاس سابقہ حکومت کی وفادار ایک ایسی زبردست فوج موجود رہے جس کے بھروسہ پر وہ حکومت از سرِ نو قائم کی جا سکے۔ میہائیلووچ اور اس کے حامی اچھی طرح جانتے تھے کہ اگر ملک کے باشندوں سے ان کی رائے دریافت کی جائے تو سابقہ حکومت کے قیام کا کوئی امکان نہیں پیدا ہو سکتا لیکن انھوں نے اپنی حکمت عملی کی بنیاد بھی اپنے اسی علم و یقین پر قائم کی تھی۔

میہائیلووچ کے برعکس ٹیٹو نے اس بات کا اعلان کر دیا تھا کہ —— اس کا

مقصد جرمنوں سے لڑنا اور انھیں نیست و نابود کرنا ہے ـــــــ وہ جنگ کے ختم ہونے تک اپنی فوجوں کو محفوظ رکھنے اور انھیں ایک داخلی قوت کی طرح استعمال کرکے اپنی آمریت قائم کرنے کا خواہشمند نہیں تھا۔ مہائیلووچ کی طرح ٹیٹو نے بھی یوگوسلاوی عوام کے جذبات کا صحیح صحیح اندازہ کرلیا تھا لیکن اسے یقین تھا کہ دشمن کی شکست کے بعد جب ملک میں آزادانہ طور پر عام انتخابات ہوں گے تو اسے اکثریت حاصل ہوگی اور اس کی حکمت عملی کی بنیاد اس کی اسی رائے پر قائم تھی۔

دوسرے الفاظ میں اس طرح سمجھنا چاہئیے کہ ـــــــ ٹیٹو نے جنگ کے بعد اپنی تحریک کو قائم اور خود کو برسر اقتدار رکھنے کی تجاویز سوچنے میں وقت ضائع نہیں کیا۔ فی الحال اس کا مطمح نظر اپنے ملک پر حملہ کرنے والوں کے خلاف جنگ جاری رکھنا تھا اور اگر اسے دشمن کو تباہ کرنے میں کامیابی نصیب ہوسکی تو اسے کامل یقین تھا کہ عوام کی تائید و حمایت اسے ہی حاصل ہوگی ـــــــ

ٹیٹو نے اپنے اسی زبردست یقین اور عوام کی کامل تائید و حمایت حاصل ہونے کی اسی توقع کی بدولت ابتدا میں مہائیلووچ کو کوئی خصوصی اہمیت نہیں دی۔ وہ خصوصی اہمیت جو ملک کو آزاد کرانے والی افواج کے کسی دشمن کے لئے ضروری تھی، ٹیٹو جانتا تھا کہ مہائیلووچ کو یوگوسلاوی عوام میں کوئی مقبولیت حاصل نہیں اور خود ٹیٹو تمام مسائل کے حل کو یوگوسلاویہ کی آزادی میں مضمر سمجھتا تھا اس آزادی میں جو وہ جرمنوں ہی کو نہیں بلکہ داخلی طور پر اپنے ملک کے فاشیوں اور ان کے حامیوں کو بھی شکست دے کر حاصل کرنا چاہتا تھا اور اسے یقین تھا کہ یہ دو طرفہ آزادی حاصل ہو جانے کے بعد مہائیلووچ اور اس کے حامیوں کی

طاقت خود بخود زائل ہو جائے گی۔ اسے اپنے اس نظریہ پر اس قدر اعتماد تھا کہ ۱۹۴۱ء میں ایک مرتبہ اس نے میہائیلووچ اور اس کے تمام ساتھی افسروں کو گھیر کر لینے کے باوجود انھیں گرفتار نہیں کیا اور جب اس کے بعض دوستوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو ٹیٹو نے انھیں یہ کہہ کر مطمئن کر دیا کہ

"میں اس معاملہ میں عوام کی خواہشات کی تعمیل کی ذمہ داری نہیں لینا چاہتا چند روز کے بعد لوگ میہائیلووچ اور اس کے پیش نظر مقاصد سے خود ہی متنفر اور علیحدہ ہو جائیں گے۔"

معاملہ کا دوسرا پہلو

اس معاملہ کا ایک دوسرا اہم پہلو بھی تھا جسے ٹیٹو نے نظر انداز کر دینا مناسب نہ سمجھا میہائیلووچ یوگوسلاویہ کی جلا وطن حکومت کا نمائندہ تھا اور بعد میں اسے یوگوسلاویہ کا وزیر جنگ بھی مقرر کر دیا گیا تھا۔ اس جلا وطن حکومت کو برطانوی حکومت اور عوام کی ہمدردی حاصل تھی اور وہ اس ہمدردی کا غلط استعمال بھی کر سکتی تھی۔ چنانچہ اس نے ٹیٹو اور اس کی فوج کے خلاف زبردست پروپیگنڈا بھی شروع کر دیا تھا وہ اسے —— خطرناک ترین کمیونسٹ، دہشت انگیز اور بد معاش —— ثابت کرنے کی کوشش کر رہی تھی اور میہائیلووچ کو یوگوسلاویہ کی تحریک مدافعت کا ہیرو قرار دے کر برطانیہ اور امریکہ کے عوام کو غلط فہمی میں مبتلا کیا جا رہا تھا۔

اس وقت میہائیلووچ کی فوجیں ٹیٹو کی افواج کے ساتھ برسر جنگ تھیں اور فوجی اعتبار سے ان کی سرکوبی نہایت ضروری تھی لیکن ان سب باتوں کے باوجود ٹیٹو نے

محض اس بنا پران کے خلاف قدم اُٹھانے سے گریز کیا کہ اس طرح یوگوسلاویہ کی جلا وطن حکومت کو اس کے خلاف شرانگیز پروپیگنڈا کرنے کے لئے اور مسالہ مل جائے گا اس نے وقت کی ضرورت اور مصلحت کو مدّ نظر رکھا حتیٰ کہ اس نے ایک قدم بڑھا کر مہائیلووچ کے ساتھ سمجھوتہ کر لینے کی کوشش بھی کی لیکن اسے کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

صبر اور تدبّر

ٹیٹو نے مہائیلووچ اور یوگوسلاویہ کی جلاوطن حکومت کے مقابلہ میں جس صبر و برداشت اور تدبّر و معاملہ فہمی کا مظاہرہ کیا دوسری عالمگیر جنگ کی تاریخ میں اس کی مثال دستیاب نہیں ہو سکتی اور مجھے یہ تسلیم کرنے میں کسی قدر تامّل ہوتا ہے کہ یورپ کا کوئی دوسرا ملک بھی دوسری عالمگیر جنگ کے زمانہ میں اپنے کسی سیاسی رہنما کے متعلق ٹیٹو ہی کی طرح معاملہ فہم اور صلح پسند ہونے کا دعوہ کر سکے گا۔

ٹیٹو نے یوگوسلاویہ کے پہاڑوں میں چھپ کر ایک ایسی تحریک شروع کی تھی جس نے یورپ کی آزادی اور مدافعت کی تحریک میں بہت جلد ممتاز ترین جگہ حاصل کر لی۔ اس نے مقبوضہ علاقہ میں جرمنوں کے درمیان محصور رہتے ہوئے اور شکست خوردہ اور تباہ شدہ حکومت کی اساس پر، بہت ہی قلیل عرصہ میں پانچ لاکھ سپاہیوں پر مشتمل ایک زبردست لشکر منظم کیا، اس کی یہ فوج سوویت روس کی سرخ فوج کو چھوڑ کر فرداً فرداً یوروپ کی تمام افواج کی نسبت کہیں زیادہ جرمن ڈویژنوں سے ہمیشہ نبرد آزما رہی اور یوگوسلاویہ کی آبادی کے اعتبار سے اس کی فوج کو یورپ کے تمام ممالک حتیٰ کہ سوویت روس اور جرمنی سے بھی زیادہ نقصانِ جان اٹھانا پڑا، جنگ کے

اس تمام زمانہ میں سامانِ جنگ کی قلت ناقابلِ بیان اور تکلیف دہ حد تک محسوس ہوتی رہی اور بہت سے مواقع پر انھیں اپنے آہن پوش اور مسلح دشمن کا مقابلہ لاٹھیوں اور کلہاڑیوں سے کرنا پڑا، اور جہاں تک خوراک کا تعلق ہے وہ مہینوں محض گوبھی نیز مکئی، باجرہ اور جوار ایسی اجناس کی روٹیوں پر گذارہ کرتے رہے لیکن ان تمام مشکلات اور مصائب کے باوجود ٹیٹو کی فوج نے لڑائی سے منہ نہ موڑا اور اس کے ساتھیوں کا جذبۂ حریت خواہی ایک لمحہ کے لئے بھی سرد نہ پڑا۔

ٹیٹو اور اس کے ساتھی شدید ترین مصائب برداشت کر کے جس حکومت کی مدافعت و حفاظت میں مصروف تھے، وہی حکومت ان کے وجود کو تسلیم کرنے سے بھی منکر تھی نہ صرف اس قدر بلکہ وہ دنیا کو اس غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی سر توڑ کوشش کر رہی تھی کہ —— یوگوسلاویہ میں جرمنوں کو جو ناکامیاں ہو رہی ہیں اور انھیں جن مصیبتوں کا مقابلہ کرنا پڑ رہا ہے وہ میہائیلووچ اور اس کے حامیوں کی جدوجہد کا نتیجہ ہے اسی میہائیلووچ کی جدوجہد کا نتیجہ جو جرمنوں اور یوگوسلاوی غداروں کی امداد سے ٹیٹو اور اس کی تحریک کو فنا کر دینے کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا..........

وہی میہائیلووچ جو حکومت کا وزیر جنگ ہونے کے باوجود دشمن کے ساتھ برسرِ جنگ ہونے کی بجائے ان لوگوں کے خلاف جنگ آزما تھا جو دشمن سے لڑ رہے تھے۔ وہ ٹیٹو اور اس کے ساتھیوں سے لڑنے میں مصروف تھا۔

اس قسم کی صبر آزما اشتعال انگیزیوں کے باوجود تقریباً تین سال تک ٹیٹو نے جلاوطن حکومت کے خلاف ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکالا۔ اس کے برعکس اس نے بار بار ایسے اعلانات جاری کئے جن میں عاجزانہ طور پر مصالحت و مفاہمت کی

درخواست کی گئی تھی اور ماضی کو فراموش کر دینے کا یقین دلایا گیا تھا حتیٰ کہ یوگوسلاویہ کے باشندوں نے اپنا فیصلہ صادر کر دیا اور پانچیں میں جمہور کے نمائندوں کی ایک مجلس قانون ساز منتخب کر کے اس بات کو ثابت کر دیا کہ ـــــ وہ ہائیلو دیچ اور لندن میں بیٹھی ہوئی اس کی پشت پناہ یوگوسلاوی حکومت سے قطعاً بیزار اور بے تعلق ہیں۔ ـــــ

ان تمام باتوں کے باوجود بعض تنگ نظر برطانوی اخبارات نے یوگوسلاویہ کی اس قومی مجلس کے مذکورہ بالا فیصلہ کی مذمت کرتے ہوئے لکھا تھا کہ

"یہ اقدام یوگوسلاویہ کے اتحاد پر ایک کاری ضرب ہے"

مصالحت و مفاہمت کی کوشش

مجھے ٹیٹو اور دہائیلو وچ کے اختلافات کے سلسلہ میں جس قدر تحریرات دستیاب ہو سکی ہیں میں نے بار بار ان کا مطالعہ کیا ہے حتیٰ کہ میں نے اس سلسلہ میں اخباری اطلاعات کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ ان تمام تحریرات میں سب سے اہم وہ خطوط ہیں جو مفاہمت و مصالحت کی کوشش کے طور پر ٹیٹو نے دہائیلو وچ کو بھیجے تھے۔ جہاں تک مجھے علم ہے یہ خطوط شائع نہیں ہوئے اور میں اس موقعہ پر انہیں سے ایک خط مورخہ ۱۷ راکتوبر ۱۹۴۱ء کا اقتباس پیش کرتا ہوں۔ یہ خط چٹینک دستوں کے کمانڈر دہائیلو وچ کے نام روانہ کیا گیا تھا اور اس پر یوگوسلاویہ کی چھاپہ مار فوج کے اعلیٰ کمانڈر کی حیثیت سے ٹیٹو کے دستخط ثبت ہیں۔"

یہاں یہ بیان کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط اس وقت لکھا

گیا تھا جب فریقین کے نمائندے مصالحت کے سلسلہ میں کئی بار طویل گفت و
کرنے کے بعد بھی کسی نتیجہ پر پہنچنے میں کامیاب نہ ہو سکے تھے۔ گفت و شنید کا یہ سلسلہ
منقطع ہو چکا تھا اور وہائیلو وچ نے ٹیٹو کے پاس آکر ایسے تمام فوجی اور سیاسی مسائل پر تبادلہ
خیالات کرنے سے انکار کر دیا تھا جو ان دونوں کی علیحدگی کا باعث بنے ہوئے تھے۔ اس خط کا اقتباس یہ ہے

"ہمیں ہمارے نمائندہ کپتان میلیچ نے اطلاع دی ہے کہ آپ کے لئے
مستقل مصالحت کرنی ناممکن ہے۔ اس کی بجائے آپ ہمارے
پاس اپنے نمائندوں کو صرف اس لئے بھیج رہے ہیں کہ وہ ہمارے
ساتھ مل کر بعض پیچیدہ مسائل کا حل دریافت کرنے کی کوشش کریں
ہمارا خیال ہے کہ اس گفت و شنید سے وہ نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا
جس کی ہمیں اور آپ کو توقع ہے بہر حال ہم بھی اس امید پر اپنے
نمائندے بھیج رہے ہیں کہ شاید بعض اہم سوالات اور بالخصوص
ان مسائل کا حل دریافت ہو جائے جو ہمارے اور آپ کے تعلقات پر خراب اثر ڈال رہے ہیں"

"آپ نے خواہش ظاہر کی ہے کہ ——— بعض خاص مسائل
پر ہماری جو رائے ہے ہم اسے وضاحت کے ساتھ بیان کریں — ہم
آئندہ اس بات کا لحاظ رکھیں گے لیکن یہاں ہم ایک مرتبہ پھر اس
بات پر زور دینا چاہتے ہیں کہ ہر سوال بحث اور تبادلہ خیالات کا
محتاج ہے اور اس کے بعد ہی کسی آخری نتیجہ پر پہنچا جا سکتا ہے
بہر حال جہاں تک ہمارا اور آپ کا معاملہ ہے ہم مندرجہ ذیل مقاصد
حاصل کرنے کے خواہشمند ہیں۔

(۱) دشمن کے خلاف متحد ہو کر فوجی کارروائی کرنا۔ ہم دشمن کے مفہوم کو جرمنوں ہی تک محدود نہیں سمجھتے بلکہ اطالوی نیز نیدیچ[1] اور پیویلچ کی فوجوں کو بھی اس کے مفہوم میں شامل تصور کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں فوجی کارروائی کرنے کے لئے ہمیں ایک مشترکہ عملہ مقرر کرنا چاہیئے۔

(۲) ہماری اور آپ کی افواج کو رسد اور دوسرا ضروری سامان بہم پہنچانے کے لئے یہی مشترکہ عملہ اپنی تجاویز مرتب کرے اور اس تجویز کو کامیاب بنانے کے لئے یا تو متعدد افراد کو نامزد کر دے یا ضرورت کے مطابق ماتحت مجالس قائم کر دے۔

(۳) دشمن کا جو سامان ہاتھ آئے اسے محاذ جنگ کی ضرورتوں کے تحت آپس میں تقسیم کر لیا جائے۔ اس سلسلہ میں ہمارا اصول یہ ہے کہ ہر شئے محاذ جنگ پر جانی چاہیئے اور ہر چیز کو لڑائی میں صرف کرنا چاہیئے

(۴) مختلف علاقوں اور مقامات میں فوجی کارروائیاں مشترکہ طور پر کی جائیں۔ ہمارے اور آپ کے فوجی کمانڈر علیحدہ علیحدہ ہوں لیکن فوجی کارروائیوں میں زیادہ سے زیادہ اشتراک عمل سے کام لیں۔ چھاجاک کے واقعات اس معاملہ میں ہمارے لئے مثال کا کام دے سکتے ہیں

[1] جنرل نیدیچ اور آنتے پیویلچ علی الترتیب سربیا اور کروشیا میں ہٹلر کے مقرر کئے ہوئے حکمراں تھے اور ان دونوں کی افواج بھی یوگوسلاویہ آزاد قومی فوج کے خلاف برسرِ جنگ

(۵) مشترکہ عملہ کے ساتھ معدودے چند افراد پر مشتمل ایک ایسی جماعت بھی مستقل طور پر وابستہ کردی جائے جو ہمارے اور آپ کے درمیان پیدا ہو جانے والے اختلافات پر فوراً غور کرنے اور انھیں دور کرنے کی کوشش کرتی رہے۔

(۶) عارضی طور پر ایک ایسی مرکزی طاقت بھی قائم کردی جائے جو عوام کے لئے خوراک فراہم کرے، اقتصادیات پر نظر رکھے۔ جنگ جاری رکھنے کے وسائل مہیا کرے اور عوام کی حفاظت نیز قیام امن کی ذمہ دار ہو۔ ہمارا خیال ہے کہ اپنے ملک کو دشمن کی گرفت سے آزاد کرانے کی جدوجہد کے موجودہ دور میں، ان امور میں کسی کو بھی اضلاع کے پرانے حکام، فرقہ وارانہ انتظامی جماعتوں اور چیندارمہ وغیرہ کے ہاتھوں میں چھوڑ دینا ایک شدید غلطی ہوگی۔ ملک کے باشندوں کو دشمن کے مقابلہ میں متحد کرنے کے لئے یہ امر بے حد ضروری ہے کہ ایسے حکام مقرر کئے جائیں جو عوام سے نزدیک تر ہونے کے باعث اپنے فرائض کو ذمہ دارانہ طور پر انجام دے سکیں۔ سابقہ حکومت کی پولیس اضلاع کے حکام اور فرقہ وارانہ انتظامی ادارے اس ضرورت کو پورا نہیں کرسکتے۔ پرانی حکومت کے انتظامی افسروں نے دشمن کی ملازمت اختیار کرلی ہے اور وہ دشمن کے اثر و اقتدار کے ماتحت آگئے ہیں۔ ان لوگوں کو عوام کا اعتماد حاصل نہیں رہا اور وہ قوم کے موجودہ نازک ترین دور میں اس کے لئے بیکار محض ہو چکے ہیں

اور ہمارا عقیدہ ہے کہ قوم کو آزاد کرانے والی جماعتیں ہی جو عوام نے کسی تحریص و ترغیب کے بغیر قائم کی ہیں عوام کی حقیقی نمائندگی کرتی ہیں۔ ہماری رائے ہے کہ آئندہ ان جماعتوں کو سیاسی معتقدات سے بالاتر رہ کر عوام منتخب کیا کریں اور جن مقامات پر انتخابات ناممکن ہوں وہاں ایسے تمام سیاسی گروہوں کے نمائندے جو دشمن سے برسرِ جنگ رہنے کے حامی ہیں۔ ان جماعتوں کے اراکین کو نامزد کریں۔ ہم آزاد شدہ علاقوں کے انتظام کے لئے ایک مرکزی ایڈمنسٹریشن کمیٹی کے قیام کو بھی ضروری تصور کرتے ہیں اور امن و قانون کی حفاظت کے لئے تجویز کرتے ہیں کہ ہر ہر شہر اور گاؤں میں عوام کی حفاظت کرنے والی جماعتیں بنائی جائیں۔

(۷) اصولاً ہم لازمی فوجی بھرتی کے مخالف ہیں۔ فوجی خدمات رضاکارانہ ہونی چاہئیں اور لوگوں کو یہ حق حاصل ہونا چاہئے کہ وہ اپنی مرضی سے آپ کے جنگی دستوں میں بھرتی ہوں یا ہماری چھاپہ مار فوج میں۔ البتہ کسی شدید ضرورت کے وقت مقامی طور پر جبریہ بھرتی کو جائز قرار دیا جا سکتا ہے لیکن ایسے موقعوں پر مشترکہ عملہ ہی کو بھرتی کی اجازت دینے کا مجاز ہوگا۔ رضاکارانہ بھرتی کا فائدہ یہ ہے کہ رضاکاروں پر مشتمل دستے جبراً بھرتی کئے ہوئے سپاہیوں کے دستوں سے بہتر ثابت ہوتے ہیں۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ ہمارے اور آپ کے پاس اسقدر اسلحہ بھی موجود نہیں کہ انھیں ناقابلِ اعتبار لوگوں کے حوالہ کیا جا سکے

(۸) ہم چاہتے ہیں کہ ہماری چھاپہ مار فوج اور آپ کے چٹنکوں کے تمام دستے، انکے کمانڈر اور عملہ کے تمام اراکین غیر مشروط طور پر اپنے اعلیٰ افسروں کے احکام کی تعمیل کریں۔ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ چھوٹے چھوٹے کمانڈروں کو دشمن کے خلاف فوجی کارروائی کرنے یا مشترکہ اہم فوجی معاملات میں ان کی مرضی کے مطابق عمل کرنے کے لئے آزاد چھوڑ دیا جائے۔

(۹) فریقین کی اعلیٰ کمان کے ہیڈکوارٹرز میں باہمی تصادم کو مسدود کرنے کے لئے ہم اس بات کو ضروری سمجھتے ہیں کہ ہر دو ہیڈکوارٹرز دو جداگانہ شہروں میں رکھے جائیں اور اپنی حدود میں دونوں کمانیں بالکل آزاد ہوں لیکن دونوں کے عملہ میں ایک دوسرے کے نمائندے موجود رہیں۔

(۱۰) اپنے سب سے بڑے دشمن، جرمنوں کے خلاف اپنی جدوجہد کو کامیابی کے ساتھ جاری رکھنے کے لئے یہ امر بے حد ضروری ہے کہ ہم جاسوسوں اور پانچویں دستہ کے ان لوگوں اور ان وسائل کے خلاف بھی شدید جدوجہد جاری رکھیں جو ہماری آزادی کی اس لڑائی میں رکاوٹیں پیدا کر رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں ہماری تجویز یہ ہے کہ مشترک فوجی عدالتیں قائم کی جائیں اور یہ عدالتیں ایسے جرائم کی تحقیقات کرنے کے بعد عوام کے ان دشمنوں کو مناسب سزائیں دیں۔ جاسوس اور پانچویں دستہ سے تعلق رکھنے والے افراد جب جرم کا ارتکاب کرتے ہوئے پکڑے

جائیں تو آئندہ انھیں اسی علاقہ کی فوجی کمان سزا دے جس علاقہ میں ارتکاب جرم کیا گیا ہو اور ایسے مواقع پر سزا دینے والے افسر ہی اس سزا کے حق بجانب یا اس کے برعکس ہونے کے ذمہ دار ہوں گے اس معاملہ میں ذاتی اختلاف، دشمنی یا نفرت کو مدِنظر نہ رکھا جائے اور اگر کبھی یہ بات ثابت ہو جائے کہ کسی شخص کو ذاتیات کی بنا پر سزا دی گئی ہے تو سزا دینے والے کے خلاف شدید ترین کارروائی عمل میں لائی جائے۔

(۱۱) غدّار اور دشمن کے اشاروں پر چلنے والی فوجوں کو جو قومی آزادی کی جدوجہد میں رکاوٹ پیدا کر رہی ہے کمزور اور بیکار بنانے کے لئے فریقین کو مشترکہ کارروائی شروع کرنی چاہیئے۔

(۱۲) ہمارے لئے یہ امر ناقابلِ برداشت ہے کہ جاسوس اور پانچویں دستہ کے لوگوں کے پاس قوم کے خلاف ان کی بزدلانہ سرگرمیوں کے وقت ہماری یا آپ کی طرف سے جاری کئے ہوئے شناخت نامے موجود ہوں۔ ایسے لوگوں کو خواہ وہ ہماری فوج سے تعلق رکھتے ہوں یا آپ کی فوراً برخواست کر کے متذکرہ بالا مشترکہ فوجی عدالتوں کے سپرد کر دینا چاہیئے اور ایسے تمام افراد یا جماعتوں کو جس کے خلاف جاسوسی کا شبہ ہو، اس بات کا لحاظ کئے بغیر کہ ان کے پاس ہمارے شناخت نامے موجود ہیں یا آپ کے فوراً گرفتار کر کے تحقیقات کے لئے مشترکہ مجلس تحقیقات کے حوالہ کر دینا چاہیئے۔"

یہ ہیں ہمارے مطالبات اور تجاویز۔ ان باتوں کے علاوہ بہت سے اور معاملات ہیں لیکن ان پر ہمارے نمائندے تبادلۂ خیالات کر کے کسی نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کریں گے۔

"ہم موجودہ حالات کو بے حد نازک اور ان کی وجہ سے ہم سب پر عائد ہونے والی ذمہ داریوں کو بہت زیادہ اہم تصور کرتے ہیں۔ اس لئے ہمیں معمولی معمولی باتوں پر لڑتے جھگڑتے رہ کر باہمی اشتراکِ عمل کو ناممکن اور تعلقات کو خراب تر نہیں بنا لینا چاہئے۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ باہمی سمجھوتہ کے لئے اپنا تمام اثر و اقتدار استعمال فرمائیں گے تاکہ ہماری فوجیں متحد ہو کر اپنے مقصد کو حاصل کرنے کی جدوجہد کر سکیں ہمارا نصب العین ہے —— اپنے عزیز وطن کو نفرت انگیز دشمن اور اس کے نمک خواروں سے آزاد کرانا ——"

مذکورہ بالا اہم تحریر کا مطالعہ اس بات کو واضح کر دیتا ہے کہ ٹیٹو جرمنوں اور ان کے ایجنٹوں کے خلاف جنگ کرنے کی بنیاد پر مہائیلوویچ کے ساتھ مصالحت کر لینے کی کتنی کوشش کرتا رہا ہے مہائیلوویچ کے حق میں پروپیگنڈا کرنے والے افراد ٹیٹو کے خلاف عام طور پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ وہ مہائیلوویچ کی فوج کو اپنے ماتحت کر لینا چاہتا تھا لیکن اس تحریر میں نہ تو مہائیلوویچ کی فوج کو اپنے ماتحت کر لینے کا کوئی مطالبہ موجود ہے اور نہ اس نے اپنے اشتراکی رجحانات اور خیالات کا کوئی مظاہرہ ہی کیا ہے۔ اس کے برعکس اس خط میں تمام فوجی اور سیاسی مسائل پر صرف ایک ہی نقطۂ نظر سے بحث کی گئی اور وہ نقطۂ نظر ہے —— یوگوسلاویہ

کا قومی اتحاد ۔ اور اگرچہ ٹیٹو اس بات کو جانتا تھا کہ چھاپہ مار فوج کے مقابلہ میں جس کی تعداد اور قوت میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا تھا میہائیلووچ کی فوج کسی اعتبار سے بھی کوئی اہمیت نہیں رکھتی لیکن اس کے باوجود "فوجی کارروائیوں کے لئے مشترکہ تقرر" کی تجویز پیش کر کے اس نے اس غیر اہم فوج کو اپنی فوج کے مساوی تسلیم کرنے سے بھی گریز نہیں کیا۔

میہائیلووچ کا جواب

ٹیٹو کی مذکورہ بالا تجاویز کا میہائیلووچ نے جو جواب دیا اس میں "پہلی، دوسری چھٹی اور ساتویں تجویز کو بالکل مسترد کر دیا تھا ساتویں تجویز کو مسترد کرنے کا مطلب صاف ہے۔ اگر ٹیٹو کی طرح میہائیلووچ بھی فوجی بھرتی کو رضاکاروں ہی تک محدود رکھتا تو اس کی فوجی طاقت و قوت کی تعمیر ناممکن تھی یہ واقعہ ہے کہ اس کی فوج کے بیشتر سپاہی وہ لوگ تھے جنھیں جلا وطن حکومت کے نمائندہ کی حیثیت سے اس نے ان علاقوں سے جن پر اس کا قبضہ تھا بجبر بھرتی کیا تھا۔

میہائیلووچ پہلی تجویز کو بھی منظور نہیں کر سکتا تھا۔ ٹیٹو کی یہ تجویز مشترکہ جنگی کارروائیوں سے متعلق تھی اور بعد کے واقعات نے یہ بات ثابت کر دی کہ میہائیلووچ نے فیصلہ کر رکھا تھا کہ وہ دشمن کے خلاف فوراً کوئی فوجی کارروائی شروع کرنے کی بجائے ایک ایسی حکمت عملی اختیار کرے گا جس کے ماتحت کبھی کبھی دشمن کے ساتھ عارضی مصالحت بھی کی جاسکے۔

ان باتوں کے باوجود ٹیٹو نے اپنے نمائندوں کو باقی ماندہ تجاویز ہی پر

مشتمل صلحنامہ پر دستخط کر دینے کی اجازت دیدی۔ کیونکہ ٹیٹو اس بات کو اچھی طرح سمجھتا تھا کہ اگرچہ اس قسم کے سمجھوتہ کے لئے اسے بہت زیادہ قیمت ادا کرنی پڑ رہی ہے لیکن اگر سمجھوتہ نہ ہوا اور باہمی تصادمات جاری رہے تو خواہ ان کا نتیجہ کچھ بھی کیوں نہ برآمد ہو ان سے دشمن کو ضرور فائدہ پہنچے گا۔

ایک اور تحریر

اس سلسلہ میں میں ایک اور تحریر پیش کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ ٹیٹو اور مہائیلووچ کے مابین مذکورہ بالا جزوی صلح کے بعد جو واقعات پیش آئے اس تحریر سے ان پر روشنی پڑتی ہے یہ تحریر دراصل وہ روئداد ہے جو ٹیٹو کے ہیڈ کوارٹرز سے سلاوینیا کے محاذِ آزادی کی مجلسِ انتظامیہ کو روانہ کی گئی تھی یہاں اس بات کو بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ یوگوسلاویہ کی آزادی کی تحریک میں سلاوینیا کی مذکورہ بالا مجلس نے نمایاں حصّہ لیا ہے۔ اس روئداد میں مذکور ہے:۔

(۱) ہمارے نمائندوں نے مہائیلووچ کے نمائندوں کے ساتھ بہت سی صحبتوں میں تبادلۂ خیالات کیا اور ایسی تمام ملاقاتوں کے بعد تمام کارروائیوں کے متعلق تحریری بیانات مرتب کئے گئے۔ اکتوبر ۱۹۴۱ء تک دراز ا مہائیلووچ مشترکہ طور پر فوجی کارروائی شروع کرنے کی تمام تجویزوں کو یہ کہہ کر مسترد کرتا رہا کہ ابھی اس سلسلہ میں اشتراکِ عمل کا وقت نہیں آیا۔ ان باتوں کے باوجود ہمارے فوجی عملہ نے مہائیلووچ کے نمائندوں کے ساتھ معاہدہ کر لیا ہے۔ جس کی رو سے فریقین ایماندار

کے ساتھ ایک دوسرے کو سامان اور اطلاعات بہم پہنچا کر اس حالت میں بھی مدد دینے کے پابند رہیں گے جبکہ چٹنک دستے فوجی سرگرمیوں میں یا تو حصہ نہ لے سکیں گے یا حصہ نہ لیں گے۔ اس وقت تک ہماری چھاپہ مار فوج نے نہ صرف سراجیوو سے چھاجاک تک تمام علاقہ دشمن کی گرفت سے آزاد کرا لیا تھا بلکہ ہم تقریباً بلغراد کے گرد و نواح میں بھی پہنچ گئے تھے۔ ہم نے اس جزوی معاہدہ کے مطابق جو ہمارے اور دراژا ہائیلووچ کے مابین ہوا تھا اس آزاد شدہ علاقہ میں چٹنکوں کو ان کی سرگرمیاں بڑھانے نئے چٹنک بھرتی کرنے اور ہمارے مقامی فوجی عملہ کے دوش بدوش مساوی حیثیت سے اپنا عملہ قائم کرنے کی اجازت دیدی اور ابتدا میں ہمارے فوجی عملہ کی دعوت پر چٹنکوں نے جرمنوں اور ان کے حامیوں کے . . . خلاف فوجی کارروائیوں میں ہمارے ساتھ اشتراک عمل بھی کیا۔

(۲) دشمن کی ان تادیبی مہموں کے سلسلہ میں جو اس نے سربیا کے باشندوں کے مسلح دستوں کے خلاف شروع کی تھیں اور جنھیں نہایت ہی ہولناک کہا جا سکتا ہے (خصوصاً وہ مہمات جو شمالی سربیا میں شروع کی گئی تھیں) ہمارے عملہ نے دراژا ہائیلووچ کے عملہ کے روبرو ایک مشترکہ جماعت بنا کر آزاد شدہ علاقہ کے شہری حکام کو اس طرف توجہ دلانے اور شہری زندگی کو معمول کے مطابق بنانے کے لئے ضروری تدابیر اختیار کرنے کی تجویز پیش کی ہماری تجویز یہ تھی کہ شہری حکام کو جمہوری طریقہ پر آزاد

انتخابات کے ذریعہ سے منتخب کیا جائے اور شہری انتظامات کے بنیادی اداروں یعنی قومی آزادی کی علمبردار مجالس میں سیاسی عقائد و رجحانات کا لحاظ کئے بغیر محض دیانتدار آدمیوں ہی کو شریک کیا جائے بشرطیکہ وہ ملک کی آزادی کی موجودہ جدوجہد میں ہمارے ساتھ متفق اُترتے ہوں لیکن دراژا مہائیلووچ نے ہماری دونوں تجاویز کو مسترد کر دیا۔ اس نے مشترکہ کارروائیوں کے لئے کوئی جماعت بنانے کی تجویز کو غیر ضروری قرار دیا اور شہری انتظامات کے سلسلہ میں کہا کہ عوام میں مقبول نہ ہونے "بلغراد کی امرانہ اور قابل نفرت حکومت" کے قائم کردہ ہونے اور دشمن کی امداد کرتے رہنے کے باوجود ہمیں پرانے انتظامی اداروں ہی کو برقرار رکھنا چاہئے۔ ہماری دونوں بنیادی تجاویز کو مسترد کر دینے کے باوجود ہمارے اور مہائیلووچ کے درمیان ایک ایسا معاہدہ ہو گیا جس کے ماتحت چھاپہ مار فوج اور چٹنکوں کے تعلقات از سر نو وابستہ ہو گئے۔ معاہدہ پر دستخط ہونے کے دوسرے ہی دن اپنی دیانتداری کے اظہار کے لئے ہمارے اسٹاف نے مہائیلووچ کے پاس پانچ سو بندوقیں اور چالیس ہزار کارتوس بطور تحفہ روانہ کئے۔ یہ سامان ہمارے سپاہیوں نے دشمن سے چھینا تھا۔

(۳) ان تمام باتوں کے باوجود معاہدہ کے چند ہی روز بعد مہائیلووچ کی فوج کے بعض افسروں نے ہماری فوج پر حملے شروع کر دیئے۔ پوزیگا کے مقام پر ایک ٹرین میں انھوں نے پہلے دستہ کے کمانڈر میسلان

بلیگو ٹیوچ کو جو ہسپانیہ میں لڑنے والے انٹرنیشنل بریگیڈ کا ایک ممتاز رکن رہ چکا ہے اور جس کے پاس شناخت سے متعلق تمام کاغذات موجود تھے گرفتار کر لیا۔ پوژیگا کو چھاپہ مار فوج نے آزاد کرایا تھا اور ہم نے یہ مقام ٹہا ئیلو ویچ کو اس لئے دیدیا تھا کہ وہ یہاں اپنی فوج کی تنظیم اور اس میں اضافہ کر سکے۔ ان افسروں نے شدید ترین وحشیانہ اذیتیں دینے کے بعد ہمارے کمانڈر کو ہلاک کر دیا۔

اس واقعہ کی اطلاع پا کر ہمارے عملہ نے صرف احتجاج کرنا ہی مناسب سمجھا کیونکہ ہم باہمی جنگ و جدل سے بچنا چاہتے ہیں ـــــ اس واقعہ کے دوسرے ہی دن چیٹنکوں کے ایک گروہ نے گولہ بارود سے بھری ہوئی ہماری ایک لاری کو روک کر ڈرائیور اور محافظ سپاہیوں کو قتل کرنے کے بعد لاری کو تباہ کر دیا۔ یہ لاری محاذِ جنگ پر جا رہی تھی۔ اسی دن کو سیراٹسک کے مقام پر چیٹنکوں نے چھاپہ مار فوج کے تمام عملہ سے اسلحہ چھین لئے۔ رہنماؤں کو سخت جسمانی اذیت دی اور ۹۰ افراد کو ہلاک کر دیا جنہیں سلاوینیا کا ایک ایسا باشندہ بھی تھا جسے جرمنوں نے جلاوطن کر دیا تھا۔ ۸ نومبر ۱۹۴۱ء کی رات کو انھوں نے اُزہیٹسی آئیٹ انٹیسا اور ان دوسرے متعدد مقامات پر جنھیں چھاپہ مار فوج نے آزاد کرایا تھا اور جو ہمارے ہی قبضہ میں تھے حملہ کرنے کی تیاریاں کیں اور اس علاقہ میں موجود تمام چیٹنک دستوں کو جن میں وہ دستے بھی شامل تھے جو کر بلیودا اور والیو کے قریب چھاپہ مار دستوں کے

ساتھ مل کر جرمنوں کا مقابلہ کر رہے تھے جمع کر کے ہم پر حملہ کر دیا اس طرح ان لوگوں نے جو خود کو دراژا مہائیلووچ کے چیٹنک کہتے ہیں اور جنھیں لندن میں مقیم یوگوسلاوی حکومت یوگوسلاویہ کی باقاعدہ فوج قرار دیتی ہے باہمی جنگ و جدل کا آغاز کر کے دشمن کو ہمارے خلاف جارحانہ لڑائی شروع کرنے کا موقع بہم پہنچایا۔

(۴) مذکورہ بالا واقعہ ایک کھلی ہوئی غداری تھی۔ چھاپہ مار فوج نے اسے غداری ہی قرار دیا۔ چھاپہ مار فوج اس اچانک حملہ کی مدافعت کے لئے تیار نہیں تھی اس کے باوجود دو دن کی لڑائی کے دوران میں ہم نے انھیں شکست دے کر کئی سو سپاہیوں کو گرفتار کر لیا۔ ان میں سے بیشتر قیدی گمراہ کئے ہوئے کسان تھے۔ انھوں نے اطاعت قبول کر لی اور ہم نے انھیں چھوڑ دیا۔ اس طرح ہم نے اس علاقہ کو چیٹنکوں سے خالی کرانا شروع کیا لیکن مہائیلووچ کی غداری سے فائدہ اٹھا کر جرمنوں نے اس علاقہ میں ہم پر پانچ اطراف سے حملہ کر دیا چھاپہ مار فوج نے جرمنوں کو بھی شکست دی اور آج یہ علاقہ چیٹنکوں سے بالکل پاک ہے۔

(۵) چھاپہ مار فوج پر چیٹنکوں کے حملہ کے دوران میں ہمارے عملہ نے بار بار دراژا مہائیلووچ سے یہ درخواست کی کہ وہ اس باہمی جنگ و جدل کو جس سے دشمن ہی کو فائدہ پہنچ سکتا ہے بند کر دے لیکن ہماری ایسی تمام درخواستیں یا تو مسترد کر دی گئیں یا ان کا کوئی جواب ہی نہیں دیا گیا۔ مگر اب یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا ہے کہ مہائیلووچ نے

ہماری درخواستوں کو کیوں مسترد کیا تھا۔ میہائیلووچ کے اسٹاف ہیڈکوارٹرز پر قبضہ کرنے کے بعد چھاپہ مار فوج کو جو دستاویزات ملی ہیں ان سے واضح ہوگیا ہے کہ میہائیلووچ نادچ اور جرمنوں سے ملا ہوا ہے اور اس نے کمیونسٹوں سے لڑنے کے معاوضہ میں جو دراصل سربیا کی جدوجہد آزادی کے خلاف برسرِ جنگ ہونے کے مترادف ہے ان سے کثیر رقوم وصول کی ہیں اور بلغراد ریڈیو پر نیدچ نے خود اس بات کی تصدیق بھی کر دی ہے۔

(۷) ہم آئندہ چند روز کے اندر اندر ایک مرتبہ پھر میہائیلووچ کے ساتھ سمجھوتہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ چھاپہ مار اور رضا کار فوج کے اعلیٰ اراکین یہ کوشش میہائیلووچ کی شخصیت سے متاثر ہو کر نہیں بلکہ سربیا کے باشندوں کے مفاد کے پیش نظر کرنا چاہتے ہیں لیکن کامیابی کا امکان بہت ہی کم ہے۔ میہائیلووچ کا کم از کم مطالبہ یہ ہے کہ چھاپہ مار فوج کو ایک جداگانہ فوج کی حیثیت سے منتشر کرکے تمام دستوں کو اس کے ماتحت دیدیا جائے۔ ظاہر ہے کہ ہم اس مطالبہ کو تسلیم نہیں کر سکتے، ہم اسے تسلیم نہیں کریں گے اور نہیں اس قسم کا سمجھوتہ کرنا بھی نہیں چاہیئے"

ہم سربیا میں پیش آنے والے ان واقعات سے آپ کو مطلع کر رہے ہیں، یہ واقعات محض سربیا کے عام اتحاد کے علمبردار رجعت پسند عناصر کی سرگرمیوں کا نتیجہ ہیں۔ ہم آپ کو ہدایت کرتے ہیں کہ

آپ اپنی تمام تر قوت سلاوینیا کی آزادی کی جد و جہد کو مضبوط تر
بنانے پر مرکوز کر دیں تاکہ آئندہ اس قسم کے واقعات کا سدِ باب ہو سکے
"آخر میں ہم یہ اطلاع دینی بھی ضروری تصوّر کرتے ہیں کہ کرالیود،
کروشیوات اور کرگوئیوات کے مغرب میں سرپا کا وہ تمام علاقہ جو
بوسینیا کی سمت میں پھیلا ہوا ہے دشمن سے آزاد کرا لیا گیا ہے۔"

تنبیہ!

ان واقعات کے بعد ٹیٹو نے متعدد بار دہائیلوویچ کے پاس اس مفہوم کے
پیغامات روانہ کئے کہ اگر چٹنک چھاپہ مار فوج کی سرگرمیوں میں دخل انداز نہ ہوں
تو چھاپہ مار سپاہی بھی ان سے کوئی تعرض نہ کریں گے لیکن دہائیلوویچ اس تجویز کو
ہمیشہ مسترد کرتا رہا اور آہستہ آہستہ اس کے اس معاندانہ اور مخالفانہ طرزِ عمل نے
چھاپہ مار فوج کے خلاف کھلی ہوئی جنگ کی شکل اختیار کر لی اور اس کی اسی حکمت
عملی کی بدولت اسے ٹیٹو کے خلاف دشمن کے ساتھ اشتراکِ عمل کے وہ زرّیں مواقع
حاصل ہوئے جن کی دلفریبی کو نظر انداز کر دینا اس کے لئے قطعاً ناممکن تھا حتیٰ کہ
۱۹۴۲ء میں اس کے حامی بھی اس حقیقت کو تسلیم کرنے لگے کہ دہائیلوویچ نیز یوگوسلاویہ
پر قابض اطالوی افواج اور دشمن کی دوست غدار یوگوسلاوی جماعتوں کے درمیان
خوش گوار تعلقات قائم ہیں۔

اطالوی جنرل ، رتا سے جو اطالیہ پر اتحادیوں کا قبضہ ہو جانے کے بعد اطالیہ
کی عارضی حکومت کے وزیر اعظم مارشل بڈوگلیو کا شریک کار ہو گیا تھا اور جسے

مغربی یوگوسلاویہ کے گورنر کی حیثیت سے وحشیانہ مظالم برپا کرنے میں غیر معمولی شہرت حاصل ہے ۷ر نومبر ۱۹۴۳ء کو رائٹر کے خصوصی نامہ نگار مسٹر سیسل اسپرگ سے کہا تھا۔

"میں نے تیس ہزار چیٹنکوں کو اپنے ہاتھ سے اسلحہ تقسیم کئے تھے تاکہ وہ انھیں اپنے مخالفین کے مقابلہ میں استعمال کرسکیں ـــــ"

سوال یہ ہے کہ میہائیلووچ کی فوج نے اطالوی فاشیوں کے ساتھ اتحاد عمل کیوں کیا؟

اس سوال کا جواب صاف ہے۔ یہ دونوں ایک مضبوط رشتہ میں منسلک تھے۔ یوگوسلاوی عوام کے انتقام کے خوف کے رشتہ میں! فاشی حکام ان تمام دشمنوں کے مقابلہ میں جن سے انھیں دوچار ہونا پڑ رہا تھا یوگوسلاویہ کے باشندوں کو اپنا زیادہ دشمن تصور کرتے تھے اور ٹیٹو سے ان کے خوف زدہ رہنے کی اصل وجہ بھی یہی تھی کہ وہ اسے عوام کا محبوب رہنما سمجھتے تھے۔ میہائیلووچ بھی مذکورہ بالا وجہ کے ماتحت عوام سے خوفزدہ تھا اور ٹیٹو سے اس لئے نفرت کرتا تھا کہ ٹیٹو کی ذات میں اسے وہ تمام خوبیاں نظر آتی تھیں جو خود اس کی ذات میں موجود نہیں تھی ـــــ ٹیٹو عوام کا محبوب رہنما تھا۔ قوم اس سے محبت کرتی تھی اور لوگ اس پر کامل اعتماد کرتے تھے۔ ان حالات میں اطالوی اور جرمن فاشیوں نیز میہائیلووچ کے لئے ٹیٹو کی تحریک کو کمزور کرنا ضروری تھا ایک طرف تو ٹیٹو کی قوت میں اضافہ میہائیلووچ کی خواہشات کے لئے پیغام مرگ کے مترادف تھا اور دوسری طرف فاشی اس کی ہر کامیابی کو فاشیت پر ایک کاری ضرب تصور کرتے تھے اس

لئے ڈراہائیلووچ اور فاشیوں کا اشتراک عمل ایک قدرتی بات تھی اور مٹیٹو کی کامیابی کی شکل میں ان کے لئے جو ناکامیابی مقدر تھی اسے باہمی اشتراکِ عمل ہی کے ذریعہ سے مسدود کیا جا سکتا تھا۔

اب جبکہ مسٹر چرچل کے الفاظ میں ڈراہائیلووچ کی دشمنی کے ساتھ گنجائش پیدا کرنے کی "حکمتِ عملی" بے نقاب ہو چکی ہے بہت سے لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ جنگ کے بعد ڈراہائیلووچ اور اس کے معاونین کا کیا حشر ہوگا؟

میرا خیال ہے کہ جنگ کے بعد ڈراہائیلووچ کا سوال کسی پریشانی کا باعث نہیں بن سکتا اگر یوگوسلاویہ کے باشندوں کو ایک مرتبہ بھی آزادی کے ساتھ حکومت کے انتخاب کا موقع میسر ہو جائے تو ڈراہائیلووچ خود بخود گذشتہ گمنامی میں مستور ہو جائے گا۔ کیونکہ یوگوسلاویہ کے حالات کے سلسلہ میں یہ امر حقیقت مسلّمہ کی حیثیت رکھتا ہے کہ ٹیٹو کی تحریک حریت خواہی کو زبردست اکثریت کی تائید و حمایت حاصل ہے اور یہ تحریک ڈراہائیلووچ کے عقائد و خیالات سے مختلف ہی نہیں بلکہ متضاد بھی ہے۔

گیارھواں باب

مقدونیا کا مسئلہ

پیرو کی داستان

ابھی پیرو گفتگو میں مصروف ہی تھا کہ باہر برپا ہونے والے ایک زبردست دھماکے نے مکان کی دیواروں کو ہلا دیا اور ابھی اس دھماکہ کو برپا ہوئے چند لمحے بھی نہ گذرنے پائے تھے کہ مکان کا دروازہ کھلا اور دو آدمی اپنے ہاتھوں میں ریوالور لئے ہوئے اندر داخل ہوئے

"معلوم نہیں اس دھماکہ کا مطلب کیا ہے؟" ایک شخص نے کہا

"بہتر ہے کہ تم خود جا کر معلوم کرو" پیرو نے جواب دیا "میرا خیال ہے کہ یہ دھماکہ پل کے قریب کسی جگہ ہوا ہے، لیکن ہوشیار رہنا!"

دونوں شخص اسی سرعت کے ساتھ جس طرح وہ مکان میں داخل ہوئے تھے واپس چلے گئے اور ان کے چلے جانے کے بعد پیرو نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا!

"دھماکوں کے متعلق اپنے تجربہ کی بنا پر میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس دھماکہ کی وجہ ڈائنا میٹ ہے"

"کیا یہ کام کسی دشمن کا ہے؟" میں نے دریافت کیا۔

"میرا یہ خیال نہیں! دن کے وقت ڈائنا میٹ لے کر پھرنے کی حماقت

کس سے سرزد ہو سکتی ہے ؟ شاید کسی وجہ سے بارود کا ذخیرہ اڑ گیا ہے"۔

ابھی پیرو اپنا جملہ ختم بھی نہ کرنے پایا تھا کہ ایک اور دھماکہ ہوا۔ پہلے دھماکہ سے بھی زبردست دھماکہ ـــــ یا شاید میں نے اسے پہلے دھماکے کے مقابلہ میں زبردست دھماکہ محسوس کیا ـــــ اور دریچہ کے کواڑ ہلنے لگے۔

"کیا یہ دھماکہ بھی اتفاقیہ طور پر برپا ہوا ہے؟" میں نے دریافت کیا

"نہیں یار یہ بات نہیں! لیکن ہمارے نوجوان رات کے وقت کام کرتے ہیں۔ بہرحال لعنت بھیجئے ان پر"

پیرو نے اپنے پائپ سے ایک طویل کش لیتے ہوئے کہنا شروع کیا

"مسولینی نے مجھ سے ملنے کے لئے اپنے قاصد بھیجے تھے۔ ان لوگوں کے ساتھ روپے کے علاوہ بہت سے اسلحہ جات بھی تھے۔ ایسے اچھے اسلحہ جات جنھیں دیکھ کر ہمارے منہ میں پانی بھر آیا تھا۔ ہلاکت آفریں بم اور چھوٹی چھوٹی مشین گنیں غرضکہ ان کے ساتھ وہ تمام چیزیں تھیں جنکی ہمیں ضرورت تھی۔ اسی لئے میں نے کہا تھا کہ میں انکے ساتھ مصالحت کر لینے پر آمادہ ہو گیا تھا"

"یہ شرمناک بات تھی!" سیوا نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا

"تم خاموش رہو!" پیرو نے سیوا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "میں نے جو کچھ کہا تھا وہ یہ ہے کہ میں مصالحت کے لئے آمادہ ہو گیا تھا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں نے مصالحت کر ہی لی تھی۔ کیوں! کیا درست ہے؟"

"نہیں یہ بات نہیں!" میں نے کسی قدر رشک آمیز لہجہ میں کہا "ہاں! تو پھر کیا ہوا؟"

"مسولینی کے نمائندے مصالحت کی گفتگو کرنے کے لئے مجھے البانیہ لے جانا چاہتے تھے اور وہ مجھے تیرانا میں ملنے کے خواہشمند تھے۔ میں نے ان کی یہ بات ماننے سے انکار کر دیا" پیرو نے کہا "کیوں؟" میں نے دریافت کیا۔

"میں کل کا بچہ نہیں تھا!" پیرو نے سنجیدگی کے ساتھ مسکراتے ہوئے جواب دیا "میرا خیال ہے کہ خود تمہیں بھی اس بات پر یقین نہیں آسکتا کہ مسولینی درحقیقت ہمارے ساتھ مصالحت کا خواہشمند تھا۔ کیوں کیا میرا قیاس صحیح نہیں؟ دراصل ان کا مدّعا ہمیں اپنے قابو میں کر لینا تھا اور اسلحہ کی پیشکش محض ہمیں بہلانے کے لئے کی گئی تھی۔ وہ جانتے تھے کہ ہم اسلحہ کی ضرورت کس درجہ محسوس کر رہے ہیں اور اسی لئے وہ ہمیں متاثر کرنے کی نیت سے وہ عجیب وغریب مشین گنیں اور بم اپنے ساتھ لائے تھے میں نے زندگی بھر اتنے اچھے اوزار نہیں دیکھے۔"

"اوزار!" میں نے تعجب کے ساتھ کہا۔

"یہ عوامی اصطلاح ہے ——" میری بات سن کر سیوا نے جواب دیا۔ "اور یہ اصطلاح ترکوں کے زمانۂ حکومت سے مشہور چلی آرہی ہے۔ ہر وہ شے جو انسان کی ہلاکت کا موجب ہو سکتی ہے اوزار کہلاتی ہے۔ آپ سمجھے؟"

"اچھی طرح!" میں نے جواب دیا اور پیرو نے کہنا شروع کیا

"میں نے ان سے کہا کہ اگر آپ لوگ مصالحت کرنے کے خواہشمند ہیں تو گفت وشنید کے لئے اپنے وفد کو البانیہ کے پہاڑوں میں بھیج دیجئے۔ میں اور میرے رفقاء کار وہاں آپ کے منتظر رہیں گے۔ میں نے ان سے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ آپ جو اسلحہ جات ہمیں دینا چاہتے ہیں ان میں سے نصف اپنے ساتھ

لے کر آئیں میں نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ وہ جو تجاویز بھی پیش کریں گے، اسلحہ جات حاصل کرنے کے لئے میں انھیں منظور کر لوں گا اور سرحد عبور کرنے کے بعد یوگو سلاویہ میں چلا آؤں گا پھر یہاں پہنچکر اپنے تمام وعدوں کو بھول جاؤں گا" یہ کہتے ہوئے پیرو کے خشک اور محروم کششیں چہرہ پر مسرت اور مسکراہٹ کی، ایک لہر نمودار ہوئی اور اسی عالم میں اس نے کہا "اس قسم کے معاملات طے کرتے ہوئے انسان کو اپنی عقل سے کام لینا چاہئیے"۔

"اور تم وہ اوزار حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے؟" میں نے دریافت کیا

"نہیں" سیوا نے گفتگو میں دخل دیتے ہوئے کہا "دوسروں کے پاس بھی عقل ہے اور وہ بھی اپنی عقل سے کام لیتے ہیں!"

پیرو نے چین بجبیں ہو کر سیوا کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم خاموش رہو۔ واقعہ میں سنا رہا ہوں۔ میں تمھیں صرف اس غرض سے اپنے ساتھ لایا تھا کہ اگر کسی وقت میں اپنے خیالات تعلیم یافتہ لوگوں کی طرح ظاہر نہ کر سکوں تو تم میری امداد کرو"۔

سیوا پیرو کی اس بات کا کوئی جواب دینے کی بجائے مسکراتا رہا لیکن پیرو خاموش تھا اور اس کے چہرہ پر حزن و ملال کے آثار ظاہر ہو گئے تھے پیرو کے ساتھ میری اس ملاقات کا مقصد مقدونیا کی گوریلا تحریک کے حالات معلوم کرنا تھا۔ مجھے قبل ازیں پیرو کے ساتھ ملنے کا اتفاق پیش نہیں آیا تھا اور میرے متعلق اسے بتلا دیا گیا تھا کہ میں تعلیم یافتہ اور ان لوگوں میں سے ہوں جو اخبارات کے لئے مضامین لکھا کرتے ہیں۔ پیرو چونکہ خود لکھنے اور پڑھنے سے محروم تھا اس

لئے میرے متعلق، مذکورہ بالا اطلاعات کا اس پر بہت زیادہ اثر پڑا۔ لیکن نہیں!
میں بے چارہ پیرو کو بدنام کر رہا ہوں۔ وہ چھ الفاظ لکھنا جانتا تھا ——— چھ ہی
اہم ترین الفاظ۔ جن میں سے وہ تین الفاظ کو ایک سطر میں لکھتا تھا اور تین کو دوسری
میں۔ وہ الفاظ تھے آزادی۔ یا موت ——— گوریلا سردار۔
پیرو بلقانکی۔ پھر بھی اسے اس بات کا اندیشہ تھا کہ کہیں ایک تعلیم یافتہ شخص سے
گفتگو کرنا اس کے لئے دشوار نہ ہو جائے اور اسی لئے وہ سیوا کو اپنے ساتھ لے آیا تھا۔
سیوا دسکالا (مدرس) درحقیقت ایک تعلیم یافتہ اور قابل شخص تھا۔ وہ
ہر اس کتاب کو جو اسے پڑھنے کے لئے دی جاتی تھی نہ صرف پڑھ ہی سکتا تھا
بلکہ نظم بھی موزوں کرتا رہتا تھا۔ ایسی اچھی نظم جسے ساز کے ساتھ گایا جا سکتا تھا اور
لوگ اسے نغمہ اور گیت کی طرح گاتے تھے۔ دراصل سیوا پیشہ کے اعتبار سے کبھی
بھی مدرس نہیں رہا تھا لیکن اپنی دانشمندی اور ذہانت کی بدولت اعزازی
طور پر دسکالا (مدرس) کے لقب سے مشہور ہو گیا تھا۔ سیوا کی عمر اس وقت پچاس
سال کے قریب تھی۔ طویل القامت، لاغر اندام اور سر پر لمبے لمبے سفید بال۔
مقدونیہ میں تعلیم یافتہ لوگ عموماً سر پر لمبے بال رکھتے ہیں۔ تاکہ تعلیم یافتہ اور
غیر تعلیم یافتہ لوگوں میں آسانی کے ساتھ امتیاز کیا جا سکے۔ پیرو کی عمر بھی تقریباً
یہی تھی لیکن وہ سیوا کے مقابلہ میں کم از کم دس سال جوان معلوم ہوتا تھا۔ وہ
جسمانی ساخت کے اعتبار سے قوی اور مضبوط واقع ہوا تھا اور اس کے گندم
گوں چہرہ پر اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں بہت زیادہ نیلی نظر آتی تھیں لیکن ان
آنکھوں میں اخلاص، محبت، اور مروّت جھلکتی تھی اور پیرو کے لبوں پر ہمیشہ

مسکراہٹ کھیلتی رہتی تھی۔ پیرو کی داستان سنتے ہوئے میں اپنے دل میں یہ خیال کرتا رہا کہ بموں اور آتش گیر مادوں کی طرح اس کی مسکراہٹ بھی ایک "اوزار" ہے اور وہ اپنے اس "اوزار" سے بھی ضرور کام لیتا ہوگا لیکن شاید ایسے مواقع پر جب بم اور آتش گیر مادّے ختم ہو جاتے ہوں گے۔

ایک گوریلا سردار کی حیثیت سے پیرو، ترکی، سربی اور بلغاری افواج کا مقابلہ کر چکا تھا۔ اس کی دائیں آنکھ کے نیچے بم کا ایک ٹکڑہ لگ جانے کی وجہ سے زخم ہو گیا تھا اور اس کا ابھرا ہوا نشان آج تک موجود تھا اور جب وہ صوفیا میں تھا تو اس کا بایاں ہاتھ بھی قطع ہو گیا تھا۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ اس کے دشمنوں نے کرسمس کیک میں ایک خوفناک بم چھپا کر اس کیک کو پیرو کے پاس بھجوا دیا تھا اور جب وہ اس کیک کو تراش رہا تھا تو بم نے لپٹ کر اس کے ہاتھ کو شکستہ کر دیا تھا۔ نہ صرف اسی قدر بلکہ اس موقع پر اس کی رفیقۂ حیات اور دو لڑکیاں بھی ہلاک ہو گئی تھیں۔ پھر اس کے جسم میں ابھی تک متعدد گولیاں بھی موجود تھیں ——— اسے ان گولیوں کی صحیح تعداد یاد نہیں رہی تھی۔ لیکن ان میں سے کم از کم دو گولیاں ترکی حکومت کے اس زمانہ کی یادگار تھیں جس کے متعلق پیرو کہا کرتا تھا کہ اس زمانہ میں لڑائی لڑائی ہوتی تھی اور گوریلا، گوریلا ———
پیرو اپنے جسم میں پانچ یا چھ گولیوں کی موجودگی کے لئے سربی پولیس کے سپاہیوں کا رہینِ منّت تھا۔ اپنی زندگی کے تقریباً پچاس برس میں اسے چار ریاستوں کا باشندہ رہنے کا موقع ملا تھا۔ ترکی سلطنت، سربیا، بلغاریا اور یوگوسلاویہ ——— اور چاروں ریاستوں میں اسے سزائے موت دی گئی تھی۔ حتّٰی کہ بلغاریہ میں، یہ واقعہ

چار مرتبہ پیش آیا تھا۔ پھر جزیرہ نمائے بلقان کا کوئی ممتاز قید خانہ ایسا نہیں تھا جس کی پیرو نے سیر نہ کی ہو۔ اسے سالونیکا، اسکوپی، بلغراد، صوفیا اور استنبول غرضیکہ ہر بڑے قید خانہ میں رہنے کا موقع ملا تھا۔

پیرو نے بہت سے پلوں کو تباہ کیا تھا۔ اپنے دشمنوں پر بہت سے دستی بم پھینکے تھے اور وہ ڈائنا میٹ کو ایسی ہی آسانی کے ساتھ استعمال کر سکتا تھا جیسی آسانی کے ساتھ اس بدبو دار تمبا کو کو جسے وہ اپنے پائپ میں بھر کر پیا کرتا تھا۔ اس کی زندگی کا بیشتر حصہ پہاڑوں میں بسر ہوا تھا اور اسی لئے اس نے بلقان کی "کوہستانی" لقب بھی اختیار کیا تھا۔ وہ سردی ہو یا گرمی دونوں موسموں میں باہر سویا کرتا تھا اور اسے صحیح معنی میں مقدونیا کا گوریلا کہا جا سکتا تھا۔

سیوا کی مسکراہٹ قہقہہ میں تبدیل ہو چکی تھی اور پیرو اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً پیرو نے بگڑ کر کہا۔

"اگر تم اسی طرح ہنستے رہے تو میں تمھارا سر کچل ڈالوں گا اور پھر تمھارا وہ مغز جس پر تم اس درجہ نازاں ہو کچے انڈوں کی طرح فرش پر بہتا ہوا نظر آئے گا!"

"اچھا!" سیوا نے سوالیہ انداز میں کہا "لیکن میرے مغز کے بغیر تمہارا کیا حال ہو گا؟" پیرو ہنس پڑا اور میری طرف مخاطب ہو کر کہا

"یہ درست ہے۔ سیوا کے دماغ کے بغیر میں بالکل بیکار ہوں"

"ہمیں اصل موضوع کی طرف رجوع کرنا چاہئیے" میں نے کہا "ہاں تو پھر مسولینی کے دوستوں کا کیا حشر ہوا؟"

لیکن اس سے قبل کہ پیرو میرے سوال کا جواب دیتا پہلے کی طرح پھر دروازہ کھلا اور وہی دونوں اشخاص جو کچھ دیر پہلے آئے تھے کمرہ میں داخل ہوئے لیکن اب ان کے ہاتھوں میں ریوالور موجود نہیں تھے۔

"وہ مجسّمے تھے" ایک شخص نے کہا "پل پر نصب مجسّمے"

پیرو کا چہرہ چمک اٹھا لیکن سیولا نے کہا

"مجھے معلوم تھا کہ وہ انھیں اڑانے والے ہیں کل ایک بلغاری افسر نے مجھے یہ بات بتائی تھی"

"لیکن تم نے مجھ سے یہ بات کیوں نہ کہی؟" پیرو نے دریافت کیا

پیرو، سیولا سے اس اخفاءِ راز کی وجہ دریافت کرنا چاہتا تھا لیکن سیولا خاموش رہا۔ پھر یہ سمجھ کر کہ وہ دونوں جس موضوع پر گفتگو کر رہے تھے میں اس سے قطعاً ناواقف تھا۔ پیرو نے میری طرف مخاطب ہو کر کہا۔

"یہ بادشاہ الکزنڈر اور بادشاہ پیٹر کے مجسّمے تھے۔ دریائے وارڈار کے پل پر نصب شدہ مجسموں میں سب سے بڑے مجسّمے۔ بلغاریہ والوں نے انھیں اڑا دیا ہے!"

"انھوں نے صرف یہی ایک کام ایسا کیا ہے جسے ہم پسند کرتے ہیں!"

سیولا نے کہا اور پیرو نے پھر اپنی داستان شروع کر دی۔

میں پیرو کے مکان سے غروبِ آفتاب کے بعد روانہ ہوا اور اس نے مجھے میری قیام گاہ پر پہنچانے کے لئے اپنے ایک آدمی کو میرے ساتھ کر دیا۔

اگرچہ کرفیو کا نفاذ شام کے چھ بجے سے ہو جاتا تھا لیکن میرا رہنما مجھے ایسے راستوں

سے لے گیا جو باغات اور مکانات کے قریب سے ہو کر گذرتے تھے اور جنھیں صرف مقامی باشندے ہی جانتے تھے اور اسی لئے اس بات کا کوئی اندیشہ نہیں تھا کہ جرمن اور بلغاری سپاہی ہمیں دیکھ لیں گے۔

میرے دوست کے مکان پر میرے علاوہ دو اور اشخاص بھی ٹھیرے ہوئے تھے ان میں سے ایک بلغراد کے ڈاکٹر اکاکرائچ اور دوسرا صوفیا کا اخبار نویس جارج والکوف تھا میں اور جارج، طبی امدادی دستے کے اراکین کا بھیس بدل کر حال ہی میں اسکوپی پہنچے تھے اور اکا اگرچہ اسکوپی ہی میں پیدا ہوا تھا لیکن یوگو سلاویہ کے زوال کے بعد اس اندیشہ سے کہ کہیں جرمن اسے گرفتار کر کے بلغراد میں قید نہ کر دیں اس نے بلغاریہ میں حق شہریت حاصل کر لیا تھا لیکن اس کے باوجود اسے بلغاریہ میں رہنا نصیب نہ ہو سکا۔ اکا مشہور کمیونسٹ تھا۔ اس لئے اسے چھپ کر اسکوپی آجانا پڑا۔ اب اکا میرے دوست کے مکان میں چھپا ہوا تھا اور وہاں سے مغرب کی طرف بوسینیا جانے کے لئے مناسب موقع کا انتظار کر رہا تھا۔ یہ واقعہ ۱۹۴۱ء کی موسم خزاں کا ہے۔ اس وقت ٹیٹو بوسینیا میں فوج جمع کر رہا تھا۔ میں اور جارج پوشیدہ طور پر یونان چلے جانے کی کوشش میں مصروف تھے اور ارادہ یہ تھا کہ ہم یونان سے ترکی چلے جائیں گے۔ چند ماہ کے بعد میں اپنے ارادہ میں کامیاب ہو گیا لیکن میری کامیابی کے چند ہی روز کے بعد جارج کو صوفیا کے مرکزی قیدخانہ میں پھانسی دیدی گئی۔

مقدونیا کی آزادی کی حقیقت

اس زمانہ میں، یوگوسلاوی مقدونیا کے دارالحکومت اسکوپی میں شدید انتشار برپا تھا یونان پر ہٹلر کی طوفان آسا پیشقدمی کے دوسرے ہی روز جرمنوں نے اس شہر پر قبضہ کر کے وادی وارڈار کی سڑک کو جو سربیا سے اسکوپی ہوتی ہوئی سالونیکا اور یونان جاتی تھی منقطع کر دیا تھا اور اس طرح نازی فوج نے اس واحد راستہ کو مسدود کر دیا تھا جس پر پسپا ہو کر یوگوسلاوی فوج کے بچ نکلنے کا امکان تھا۔

اپریل سنہ ۱۹۴۱ء میں یوگوسلاویہ اور یونان کو فتح کر لینے کے بعد ہٹلر نے سوویت روس پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دی تھیں اور اگرچہ سوویت روس پر جون میں حملہ کیا گیا تھا لیکن اس نے امن قائم رکھنے اور مدافعت کی تمام تحریکات کو کچلنے کے لئے فوجی اعتبار سے بعض اہم مقامات پر متعدد منتخب رجمنٹوں کو چھوڑ کر باقی تمام یونان اطالیہ کے حوالہ کر دیا گیا تھا۔ یوگوسلاویہ کو متعدد حصّوں میں منقسم کیا گیا تھا۔ سلووینیا میں جرمنی اور اطالیہ حصہ دار تھے۔ وائی وودینا ہنگری کا حصہ قرار پایا تھا۔ دلمنیا اور مانٹی نگرو کو اطالیہ کے سپرد کیا گیا تھا اور کروشیا، بوسنیا اور ہرزیگووینا کو ملا کر ایک جداگانہ ریاست قائم کرنے کے بعد اُسے بلغاریہ کے حوالہ کر دیا گیا تھا۔

صوفیا کی حکومت نے نہایت شان وشوکت کے ساتھ مقدونیا کی اسی "آزادی" کا اعلان کیا تھا۔ فیوہرر کے اسی کارنامہ کو سراہنے کے سلسلہ میں اس

کی صحت کی بقاؤ ترقی کے لئے بے شمار جام پئے گئے تھے اور اس امر پر عام مسرت اور اطمینان کا اظہار کیا گیا تھا کہ اس نے ازراہِ کرم مصیبت زدہ مقدونیا کو آزاد کرانے کے بعد مرحمتِ خسروانہ سے کام لے کر اسے اس ملک کے حوالہ کر دیا ہے جو حقیقتاً اس کا صحیح مالک تھا۔ تمام محوری اخبارات یہ ثابت کرنے میں ایک دوسرے سے گوئے سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے تھے کہ مقدونیا کے باشندے دراصل بلغاری ہیں اور ہٹلر کے نظامِ نو نے انھیں حقیقی آزادی عطا کی ہے اور ایسی بے شمار تصاویر شائع کی جا رہی تھیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ مقدونیا کے باشندے انھیں غلام بنانے والے جرمنوں اور ان کے ذریعہ سے ملک پر قبضہ کرنے والے بلغاری حکام کا پرتپاک استقبال کر رہے ہیں

اظہارِ مسرت کے ان ایام میں، میں اور جارج والکوف خاردار تاروں سے بنے ہوئے جرمن قیدخانہ میں محبوس تھے ــــ یہ محبس بلغاریہ میں جرمنوں کا قائم کیا ہوا پہلا محبس تھا اور کوہستان روڈوپی میں واقع تھا لیکن بعد میں اسے یونان میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ اسی قیدخانہ میں مقدونیا کی وفاقی تحریک کے چند رہنما بھی مقید تھے لیکن بعد میں یہ لوگ ٹیٹو کی منظم کی ہوئی فوج میں شامل ہو گئے تھے ایسے وقت میں جب کہ ہٹلر اور صوفیا میں بیٹھے ہوئے اس کے اجیر مقدونیا کی آزادی کے راگ الاپ رہے تھے۔ مقدونیا کے رہنماؤں کے ساتھ قیدخانہ میں مقید رہنا ایک عجیب و غریب امر تھا۔ بیکاری کے ان طویل اوقات میں جو قیدخانہ میں بسر ہو رہے تھے مقدونیا کے ان رہنماؤں نے جن میں سے بیشتر سالہا سال سے گوریلا جنگجو کی طرح زندگی بسر کرتے رہے

تھے، سیاسی نظریات اور اعداد و شمار کی الجھنوں سے دور رہتے ہوئے نہایت سادگی کے ساتھ، مجھے مقدونیا کے اس مسئلہ کو سمجھایا جسے لاینحل سمجھا جاتا تھا اور انھوں نے مجھے یقین دلایا کہ اگر صحیح زاویۂ نظر کے ماتحت غور کیا جائے تو یہ مسئلہ لاینحل نہیں بلکہ اس کے برعکس اسے نہایت آسانی کے ساتھ حل کیا جا سکتا ہے۔ اس مسئلہ کو مقدونیا کے زاویۂ نظر سے حل کرنا چاہئے۔ بلغراد، صوفیا اور ایتھنس کے زاویۂ نظر سے نہیں۔ صحیح نقطۂ نگاہ کے ماتحت، مقدونیا کے نقطۂ نگاہ کے ماتحت! اس معاملہ کو سربیا، بلغاریہ اور یونان کے نقطۂ نگاہ سے دیکھنا صحیح نہیں۔

چند ماہ کے بعد جب ہم جنوب کی طرف فرار ہو جانے کی راہیں تلاش کر رہے تھے، مجھے اور جارج کو مقدونیا میں چند ہفتے بسر کرنے کا موقع ملا تھا۔ اس قیام کے دوران میں مقدونیا کے باشندے ہمارے دوست بن گئے تھے اور انھوں نے ہمیں پناہ دی تھی۔ اسی زمانہ میں مجھے پیرو بلغانسکی اور اس کے دوست شیلا مدرس سے، بمقام اسکوپی پیرو کی پوشیدہ قیام گاہ میں ملاقات کرنے کا موقع ملا تھا۔ جرمن اور بلغاری پولیس پیرو اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہی تھی اور اسی لئے وہ، غیر قانونی طور پر، زندگی بسر کرنے پر مجبور تھے۔ غیر قانونی طور پر زندگی بسر کرنے کی اصطلاح ایک ایسی جامع اصطلاح ہے جو گذشتہ بیس سال سے بلقان کے تمام ترقی پسند سیاسی کارکنوں کے زندگی بسر کرنے کے طریقوں پر منطبق ہوتی ہے۔

میں یہ بات بتا چکا ہوں کہ مقدونیا کے ان رہنماؤں نے جو میرے ساتھ

مقید تھے بعد میں ٹیٹو کی فوج میں مشمولیت اختیار کر لی تھی ۔ اگست ۱۹۴۱ء میں بلغاری گوریلاؤں نے ہمارے اس قید خانہ پر چھاپہ مار کر قیدیوں کی ایک جماعت کے ساتھ مقدونوی اسیروں کو بھی رہا کرا لیا تھا ۔ اگست ۱۹۴۱ء میں مجھے مقدونیا کے جن باشندوں سے ملنے کا اتفاق ہوا تھا ۔ مقدونیا میں پہنچکر میں نے دیکھا کہ وہ بھی ٹیٹو کے فوج میں شامل ہو رہے ہیں ۔ اس زمانہ میں انھوں نے چھوٹی چھوٹی گوریلا جماعتیں منظم کی تھیں ۔ لیکن یہی چھوٹی چھوٹی جماعتیں جنھیں محوری حکومتوں کے سامان اور مورچوں پر چھوٹے چھوٹے چھاپے مارنے کے لئے منظم کیا گیا تھا ۔ دو سال کے بعد دو بریگیڈرز کی شکل میں تبدیل ہو گئیں اور آج ٹیٹو کی زیر کمان ، یوگوسلاویہ کی آزاد قومی فوج کے ایک جزو کی حیثیت سے یہی بریگیڈرز باقاعدہ طور پر دشمن کا مقابلہ کر رہے ہیں ۔ اس امر میں مجھے مطلق شبہ نہیں کہ ان بریگیڈرز کے سپاہی ٹیٹو کی فوج کے بہترین سپاہی ہیں کیونکہ گذشتہ چند سال کے عرصہ میں بلقانی سپاہیوں نے اپنے اچھے سپاہی اور بعض مواقع پر بہترین سپاہی ہونے کا ثبوت دیا ہے ۔ پھر مقدونیا کے لوگ بلقان بھر میں بہترین نشانہ باز بھی سمجھے جاتے ہیں اور مجھے یہ کہنے میں بھی تکلف نہیں کہ مقدونیا کے باشندوں کی اکثریت ، ٹیٹو کی حامی اور معاون ہے ۔ مقدونیا حقیقی معنی میں ٹیٹو کا مقدونیا ہے اور اگر بموں اور آتش گیر مادوں سے تباہ شدہ اس بدنصیب سرزمین پر کبھی امن و سکون کا پرچم لہرا سکا تو مقدونیا ٹیٹو ہی کا مقدونیا سمجھا جائے گا ۔

میں اپنے اس خیال کی تائید میں کوئی تاریخی بیان پیش کرنا نہیں چاہتا

البتہ مقدونیا کے باشندوں کے چند سادہ الفاظ ضرور نقل کر دینا چاہتا ہوں اور انھیں نقل کرتے ہوئے میں اس امر کو مدِ نظر رکھ رہا ہوں کہ الفاظ اور معانی کے اعتبار سے نقل اور اصل قول میں کوئی فرق پیدا نہ ہو۔ میرے ایک سوال کے جواب میں پیرو نے پر جوش انداز میں کہا تھا۔

"نہیں! ہم سربیا کے ساتھ منسلک رہتے ہوئے قطعاً مطمئن نہیں تھے۔ انھوں نے ہمیں لفظ مقدونیا استعمال کرنے اور ہماری زبان بولنے سے منع کر دیا تھا۔ آج بلغاریہ والے بھی جو اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ہمیں آزاد کرانے کے لئے آئے ہیں اسی طریقہ کار پر عمل کر رہے ہیں"

"کیا بلغاریہ والے سربیہ والوں کے مقابلہ میں بہتر نہیں؟" میں نے دریافت کیا

"ان سے بھی بدتر!" پیرو نے جواب دیا "فرق یہ ہے کہ وہ ہمیں 'جنوبی سرب' کہنے کی بجائے 'بلغاری، مقدونی' کہتے ہیں۔ معلوم نہیں اس مرکّب لفظ کا مطلب کیا ہے۔ کم از کم میں کچھ نہیں سمجھ سکتا۔ اب صرف بلغاری زبان بولنے کی اجازت ہے۔ مدارس میں ہمارے بچوں کو بلغاری زبان سکھائی جاتی ہے اور گھر پر بولی جانے والی زبان کو فراموش کر دینے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ ان سے کہا جاتا ہے کہ تمھاری زبان سربی زبان ہے۔ خدا کی لعنت ان سربیوں اور بلغاریوں پر! ان دونوں میں سے کسی کو بھی بہتر سمجھ کر منتخب نہیں کیا جا سکتا البتہ ترک ایسی قوم تھی جس نے ہماری زبان پر کوئی پابندی عائد نہیں کی تھی۔ کاش! ہم کبھی بھی ترکی حکومت سے علیحدہ نہ ہوسکتے!

ایک عجیب مثال

ان جزائر برطانیہ کے باشندوں کے لئے جہاں آزادی کا دور دورہ ہے۔ پیرو کے الفاظ کا مطلب سمجھنا اور اس سلسلہ میں اس کی تلخی کا اندازہ کرنا بہت دشوار ہے لیکن میں ایک عجیب و غریب مثال دے کر پیرو کے جذبات و خیالات کو واضح کرنے کی کوشش کروں گا۔ اگر آپ تصور کر سکتے ہیں تو ذرا اس بات کا تصور کیجئے کہ انگریزوں نے دفعتاً اس بات کا فیصلہ کر لیا ہے کہ اس کاٹلینڈ کو، "شمالی انگلستان" کے نام سے موسوم کیا جائے گا۔ اس فیصلہ اور اعلان کے بعد انھوں نے انگریزی پولیس کی ایک زبردست جمعیت ان احکام کے ساتھ وہاں بھیجی ہے کہ اگر کوئی مرد یا عورت خود کو اسکاچ ظاہر کرنے کی جرأت کرے تو اسے فوراً گرفتار اور قید کر لیا جائے۔ گیلک (اسکاٹلینڈ کی زبان) بولنے کو قابل سزا جرم نیز اسکاٹلینڈ کے تمام مدارس میں اسکاچ استادوں کا تقرر ممنوع قرار دیدیا گیا ہے کسی اسکاچ سیاستداں کو اسکاٹ لینڈ کے کسی حلقۂ انتخاب سے منتخب ہونے کی اجازت باقی نہیں رہی۔ اسکاٹ لینڈ کے باشندوں کے لئے خود کو اسکاٹ لینڈ کا باشندہ کہنا خلاف قانون ہو گیا ہے اور اس کی بجائے وہ خود کو شمالی انگریز سمجھنے پر مجبور کئے جا رہے ہیں۔

بلاشبہ یہ تصور حیرت انگیز اور مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہے لیکن گذشتہ تیس سال سے سربیا، یونان اور بلغاریہ کی قومیں مقدونیہ والوں کے ساتھ جو سلوک کرتی رہی ہیں وہ قطعاً یہی ہے وہ بلغاروں کی نظر میں جنوبی سرب، ایتھنز کی رائے میں سلافو

دسلاؤ زبان بولنے والے یونانی) اور صوفیہ کے خیال میں بلغاری رہے ہیں اور سربیا، یونان اور بلغاریہ والے اپنے اپنے مذکورہ بالا خیالات ہی کے ماتحت انھیں اپنے اپنے مفاد کے لئے استعمال کرتے رہے ہیں۔ لیکن کسی قوم نے کبھی خود مقدونیا والوں سے یہ بات دریافت نہیں کی کہ وہ اس متعلق کیا رائے رکھتے ہیں۔

مقدونیا جزیرہ نمائے بلقان کے وسط میں واقع ہے اور اگرچہ اس کی سرحدیں متعین نہیں لیکن اندازہ کے طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ دریائے میستا کے مغرب میں واقع علاقہ، ضلع سالونیکا کے شمالی علاقہ البانوی کوہ کے مشرقی خطہ اور اسکوپلی کے جنوب میں پھیلے ہوئے علاقہ پر مشتمل ہے۔ یہاں کے باشندوں کی اکثریت سلاو نسل سے تعلق رکھتی ہے اور مقدونوی زبان جو اگرچہ سربی اور بلغاری زبانوں جیسی، لیکن ان سے بالکل مختلف بولی ہے سلاف اقوام کے علاوہ مقدونیا میں یونانیوں، ترکوں، اہل رومانیہ اور یہودیوں کی بھی ایک معقول تعداد آباد ہے۔ خاص مقدونیا میں جو جنگ عظیم اول کے بعد سے یونان کا ایک حصہ رہا ہے۔ سلاؤ اقوام کی آبادی بہت کم ہو گئی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ بہت سے سلاوی یوگوسلاو اور بلغاریہ میں چلے گئے ہیں اور باقی ماندہ میں سے بیشتر کو یونانیوں نے مدغم کر لیا ہے۔ اسی لئے اب مقدونوی سلاؤ عموماً بلغاریہ اور یوگوسلاویہ ہی آباد ہیں۔

میرے دریافت کرنے پر سلیوا نے کہا

"جب ہم ترکی حکومت سے آزادی حاصل کرنے کی جدوجہد میں مشغول تھے تو بلقان میں آباد تمام اقوام ہماری امداد اور اعانت کر رہی تھیں۔ اور سرب، بلغاری اور یونانی مقدونیا کو آزاد کرانے کے لئے ہمارے دوش بدوش کام کرتے تھے لیکن اس کے بعد بلغراد، صوفیا اور ایتھنز نے مقدونیا پر اپنا اپنا حق جتانا شروع کر دیا۔ اور انھیں کے اشاروں پر سربیا، بلغاریہ اور یونان کے حامی گروہ ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے جھگڑنے لگے۔ ایسے گروہوں کو مقدونیا کی آزادی کی جدوجہد سے کوئی تعلق نہیں اس کے برعکس، وہ ہمیں محکوم بنانے والوں کے ساتھ ملکر ہم سے لڑتے رہے ہیں اور ہمارے موجودہ غاصب حکمراں بعض صورتوں میں ترکوں سے کہیں بدتر نہیں۔

یہ ہے بدنصیب مقدونیا کی مختصر تاریخ! اور اس بدنصیبی کی اصل وجہ یہ ہے کہ بلقان کی تمام اقوام مقدونیا کے مسئلہ کو سطحی اور مصنوعی طور پر حل کرنے کی کوشش کرتی رہی ہیں، وہ مقدونیا والوں پر اپنی رائے نافذ کرنا چاہتی ہیں اور ان کی یہ حکمت عملی نہ کامیاب ہو سکی ہے اور نہ آئندہ کامیاب ہو سکتی ہے۔ مقدونیا کا مسئلہ اسی طرح الجھا ہوا ہے اور اس حکمت عملی کے ماتحت قدرتی طور پر اسے الجھا ہی رہنا بھی چاہیئے تھا۔

اگرچہ مقدونیا استی ظلم و تشدد کے ماتحت شدید ترین اذیتوں میں مبتلا ہے اور اس کے تباہ شدہ دیہات سے شعلے بلند ہو رہے ہیں لیکن ان آلام و مصائب کے باوجود اب اس کا مسئلہ حل ہو جانے کے قریب ہے اور اس پیچیدہ مسئلہ کو حل کرنے کا شرف ٹیٹو کو حاصل ہوا ہے۔

ٹیٹو کی مقبولیت

بلقان کے تمام سیاست دانوں میں محض ٹیٹو ہی کو یہ اعلان کرنے کی جرأت دانش اور توفیق نصیب ہوئی ہے کہ مقدونیا کے باشندے بہرحال مقدونیا کے باشندے ہیں وہ اپنے ہی لئے ہیں کسی دوسرے کے لئے نہیں ٹیٹو نے جدید یوگوسلاویہ میں مقدونیا کی مکمل خودمختاری اور آزادی کو تسلیم کیا ہے۔ جغرافیائی سرحدوں میں محدود مقدونیا کی کامل آزادی کو احتیاط کہ اس نے متعدد ممتاز اور معزز مقدونوی رہنماؤں کو جدید یوگوسلاویہ کی وفاقی اور جمہوری ریاست کے انتظامات میں اپنا نائب بھی مقرر کر دیا ہے۔

اپنی اس حکمت عملی کی بدولت ٹیٹو نے مقدونیا میں بیحد مقبولیت حاصل کر لی ہے اور مجھے یقین ہے کہ اسے مقدونیا میں جس قدر حمایت حاصل ہے یوگوسلاویہ کے کسی دوسرے علاقہ میں اس قدر تائید اور حمایت حاصل نہیں ایک موقعہ پر مدرس سیلوا نے مجھسے کہا تھا۔

"ہم مقدونیا والوں کے لئے گوریلا تحریک سے علیحدہ رہنا کس طرح ممکن ہوسکتا ہے؟ انھوں نے ہمیں لڑنے کی دعوت دی ہے ——— جرمنوں اور اہل بلغاریہ کے خلاف لڑنے کی دعوت جو اس وقت ہمارے ملک پر قابض ہیں اور ہم اس دعوت کو لبیک کہیں گے۔ انھوں نے ہمیں ایک ایسے کام کی دعوت دی ہے جس کے لئے ہمیں کبھی دعوت نہیں دی گئی تھی وہ ہمیں آزادی حاصل کرنے کے لئے لڑنے کی دعوت دے رہے ہیں اور دوسرے لوگوں کے برعکس وہ ہمیں انسان تصور

کرتے ہیں۔ انھوں نے ہمیں آزادی دینے کا وعدہ کیا ہے۔ مقدونیا کو آزادی دینے کا وعدہ! ان کی حمایت میں ان کے دوش بدوش کھڑے ہو کر لڑنا خود اپنی آزادی حاصل کرنے کے لئے لڑنا ہے اس لئے ہم ان کے ساتھ ہو کر دشمن کا مقابلہ کریں گے۔"

میں نے چھوٹے سے دریچہ کی راہ سے باہر دیکھا تو شام کا دھندلکا رات کی تاریکی میں تبدیل ہوتا جا رہا تھا۔ مگر ابھی سیوا کی گفتگو ختم نہ ہو سکی تھی اس نے کہا

"پل پر نصب شدہ سرب بادشاہوں کے مجسموں کو اڑا دینے کے سلسلہ میں میں اہل بلغاریہ کے متعلق اپنی رائے ظاہر کر چکا ہوں۔ انھوں نے پہلی اور شاید آخری مرتبہ یہ ایک اچھا کام کیا ہے۔ لیکن کل وہ ان کی جگہ دوسرے مجسمے نصب کر دیں گے اور اب کی مرتبہ وہ بلغاریہ کے بادشاہوں کے مجسمے ہوں گے۔ بلغاریہ والوں نے اپنے خوبصورت راستوں کو اپنے بادشاہوں کے نام پر منسوب کر رکھا ہے۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں"

میں نے مذاق کے طور پر کہا کہ کم از کم ناموں کا فرق تو ضرور ہے لیکن سیوا کے لبوں پر مسکراہٹ تک نمودار نہ ہوئی اور اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اسے اس طرح سمجھئے کہ جنگ سے پہلے ہمارے شہر کے فوجی گورنر کا نام سلج تھا اس کی فطرت کے لحاظ سے اسے خنزیر سمجھنا چاہیئے۔ وہ ہر اس شخص کو جس کے متعلق یہ شبہ بھی ہو جاتا تھا کہ وہ سربیا کا حامی نہیں گرفتار کر لیتا تھا۔ اب وہ چلا گیا ہے اور اسکی جگہ ایک بلغاری فوجی گورنر آ گیا ہے۔ اس کے متعلق اپنے علم کی بنا پر میں کہہ سکتا ہوں کہ اس کا نام سوا ٹو ہو گا۔ بہر حال وہ ہر اس شخص کو جسکے متعلق

اسے بلغاریہ کے موافق نہ ہونے کا شبہ ہو جاتا ہے گرفتار کر لیتا ہے۔

"یہ بات نہیں!" پیرو نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا "بات یہ ہے کہ ہم کسی فوجی گورنر کے ماتحت رہنا نہیں چاہتے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اس کا نام 'آچ' پر ختم ہوتا ہے یا 'اُوَ' پر۔

"تم دانشمندی کی بات کر رہے ہو" سیوا نے اپنا سر ہلاتے ہوئے کہا "جب ہم آزاد ہو جائیں گے تو ہمیں کسی فوجی گورنر کی ضرورت باقی نہ رہے گی"

میں مقدونیا کے مسئلہ پر جس قدر غور کرتا ہوں اسی قدر زیادہ مجھے اس بات کا یقین ہوتا جاتا ہے کہ اس مسئلہ کا حل پیرو کے الفاظ میں مضمر ہے۔ مقدونیہ کے آزاد ہو جانے کے بعد وہاں کسی فوجی گورنر کی ضرورت باقی نہیں رہے گی خواہ اس کا تقرر صوفیا سے کیا جائے یا بلغراد سے۔ پیرو کے الفاظ سے ٹیٹو کی وہ دور بینی واضح ہو جاتی ہے جس کے ماتحت اس نے مقدونیا خود وہیں کے باشندوں کے حوالہ کر دینے کا فیصلہ کیا ہے اور محض اس ایک ہی اقدام سے اس نے اہل مقدونیا کی محبت اور وفاداری کو خرید لیا ہے۔ ۱۹۴۳ء کے اواخر میں جب یوگوسلاویہ کی آزاد قومی فوج کی جانب سے شائع شدہ اطلاعات میں مقدونوی بریگیڈ رز اور ان کی کامیابیوں کا ذکر آنے لگا تھا تو یوگوسلاویہ سے باہر مقیم ایسے مقدونیے چند افراد ہیں جنھیں ان اطلاعات پر کوئی تعجب نہیں ہوا ایک میں بھی تھا۔ ایسے مواقع پر مجھے سیوا کے الفاظ اور پیرو کے جوشش کا خیال آجاتا تھا۔ مقدونیا نے اپنا راستہ منتخب کر لیا ہے آزادی کا راستہ وہی راستہ جس کی طرف بڑھنے کی وہ ہمیشہ کوشش کرتا رہا

ہے جو شخص اس کی رہنمائی کر رہا تھا وہ اس کی تاریخ میں اس کے عظیم ترین سیاست داں کی حیثیت سے موسوم کیا جائے گا۔ اور وہ شخص ہے ٹیٹو!

ان تمام باتوں کے باوجود ٹیٹو مقدونیا کا باشندہ نہیں بلکہ مقدونیا کے عام لوگوں کی طرح وہ بھی جنوبی سلاؤ ہے لیکن سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ عوام کا رہنما ہے۔ یوگوسلاویہ اور مقدونیا کے مزدوروں اور کسانوں کا رہنما! ٹیٹو نے مقدونیا کو آزاد کر دیا ہے اور صرف اس لئے کہ مقدونیا کا باشندہ نہ ہونے کے باوجود اس نے یہ کارنامہ انجام دیا ہے مقدونیا کے باشندوں کی نظر میں اس کی شخصیت کو چار چاند لگ گئے ہیں۔

اس واقعہ کے بعد مقدونیا کا ہر باشندہ اسے ادب اور احترام کی نظر سے دیکھتا رہے گا اور اس ملک کی آئندہ نسلیں اس بات کو یاد رکھیں گی کہ ان کی آزادی کے نقارہ پر اس وقت چوٹ پڑی تھی جب ٹیٹو یوگوسلاویہ کی آزادی کا محاذ قائم کر رہا تھا۔

بلقان ہی کے لئے نہیں بلکہ یورپ کے باقی ماندہ ممالک کے لئے بھی ٹیٹو کا مندرجہ بالا فیصلہ بے شمار خطرات کو مسدود کر دینے کا موجب ثابت ہوا ہے ان مشکلات کو جنھیں یورپ کے مختلف ممالک کے بڑے بڑے قابل اور تجربہ کار مدبرین بھی حل نہ کر سکتے تھے ایک ایسے شخص نے حل کر دیا ہے جس کے پاس سیاست میں داخل ہونے کے لئے نہ تو وقت تھا اور نہ سرمایہ اور اب جنوب و مشرقی یورپ کا وہ خطہ جسے طاعون کا مرکز سمجھا جاتا تھا اس مرض کے جراثیم سے بالکل پاک ہو چکا ہے۔

بارھواں باب

تدبر

تحریک کا سیاسی پہلو

ٹیٹو کے قائم کردہ محاذ آزادی کے سلسلہ میں فوجی اعتبار سے اسے جو کامیابیاں حاصل ہوئی ہیں آج تمام دنیا ان کی معترف ہے لیکن سیاسی محاذ پر بھی اس کی کامیابیاں کچھ کم اہمیت کی حامل نہیں۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ فوجی کامیابیوں کے مقابلہ میں اس کی سیاسی کامیابیاں زیادہ وقیع اور اہم ہیں۔ کیونکہ اگر ٹیٹو اپنی تحریک کو سیاسی اعتبار سے کامیاب نہ بنا سکتا تو اس کے لئے اپنی قومی فوج کو مضبوط اور متحد بنانا قطعاً ناممکن تھا اور جنگ کے بعد یوگوسلاویہ کی تحریک آزادی کا سیاسی پہلو وہ اہم امر ہوگا جس کا اثر یوگوسلاویہ کی داخلی زندگی ہی پر نہیں بلکہ جزیرہ نمائے بلقان کے تمام سیاسی نظام پر پڑے گا۔

ٹیٹو نے جب یوگوسلاویہ کے تمام جمہوری عناصر کو منظم اور متحد کرنے کے لئے قدم اٹھایا، تو اس تنظیم اور اتحاد کی بنیاد نسلی مساوات پر رکھی تھی اور یہ حقیقت ہے کہ ٹیٹو عرصہ دراز سے اس اصول کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف تھا چنانچہ اس نے اپنے ایک مقالہ میں جو ۱۹۳۶ء میں شائع ہوا تھا لکھا تھا۔

اس وقت یوگوسلاوی ریاست کی زمام اقتدار سربی اتحاد و عام

کے حامیوں کی ایک ایسی جماعت کے ہاتھ میں ہے جو اس ملک میں آباد دوسری اقوام کو کچلنے کے لئے نیم نو آبادیاتی قسم کے ذرائع استعمال کرتے ہیں۔ جب تک نسلی امتیاز کی بنا پر جبر و تشدد کا یہ بازار گرم رہے گا یہاں کوئی مستقل اور منظم ریاست قائم نہیں ہو سکتی اور کسی بیرونی حملہ آور کی پہلی ہی ضرب میں اس کا شیرازہ منتشر ہو جائے گا۔"

ٹیٹو کے مذکورہ بالا الفاظ درست ثابت ہوئے۔ ۱۹۴۱ء میں یوگوسلاویہ کی شکست کی وجہ سامانِ جنگ اور فوج کی تعداد کے اعتبار سے دشمن کی برتری یا یوگوسلاوی فوج کے افسروں کی نااہلیت ہی نہیں تھی بلکہ یوگوسلاوی فوج میں بھرتی کئے جانے والے عوام میں قومی اتحاد کا جذبہ بھی مفقود تھا۔ یوگوسلاوی فوج کے چھیانوے (۹۶) فیصدی سے زیادہ افسر سرب تھے چونکہ حکومت اپنی سربی اتحادِ عام کی حکمت عملی کے باعث غیر سربی لوگوں کو فوجی عہدے دینے پر تیار نہیں تھی۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اہل سربیا کی طرح کروشیا اور مقدونیا کے باشندوں نے جوش اور جاں بازی کے ساتھ دشمن کا مقابلہ نہیں کیا لیکن اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ سپاہیانہ جوہر سے محروم تھے بلکہ اصل وجہ یہ تھی کہ وہ اس لڑائی کو اپنی لڑائی نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن یوگوسلاویہ کی شکست کے بعد جب ٹیٹو نے قومی آزادی کی تحریک شروع کی اور وہ یوگوسلاویہ میں آباد تمام

قوموں کو اس بات کا یقین دلانے میں کامیاب ہوگیا کہ جرمنوں اور ان کے حامیوں کے خلاف لڑنا اپنی ہی آزادی کے لئے لڑنا ہے اور یہ لڑائی عوام کی آزادی کی لڑائی ہے تو بلا امتیاز قومیت سب لوگوں نے نہایت ہمت، جرأت اور استقلال کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کیا۔

مشکلات

قومی آزادی کی تحریک کے ابتدائی دور میں ٹیٹو یوگوسلاویہ میں آباد تمام اقوام کے لئے مساوی حقوق و اختیارات تسلیم کرانے اور انتہا پسند قوم پرور جماعتوں کو خواہ وہ سربیا اور کروشیا کے باشندوں پر مشتمل تھیں۔ یا مقدونیا والوں پر توڑ دینے کی شدید ترین جدوجہد کرتا رہا تھا۔

یہ مقصد آسانی کے ساتھ حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ ہٹلر کی مشہور کتاب "مئن کیمف" میں تمام سلاف قوموں کو صفحہ ہستی سے نابود کر دینے کی تعلیم دی گئی ہے چنانچہ وہ جرمن جو اس کتاب کی تعلیمات پر ایمان رکھتے تھے یوگوسلاویہ میں آباد اقوام کے مابین بے اعتمادی اور منافرت پیدا کر کے ہٹلر کی اس تعلیم پر عمل کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ انھوں نے کروشیا میں اہل سربیا اور سربیا میں اہل کروشیا کے خلاف بے رحمانہ قتل عام کی ایک مہم شروع کرا دی تھی، ہٹلر نے یورپ کے سفاک ترین قاتلوں میں سے ایک قاتل آنتے پیویلچ کو کروشیا کی جدید ریاست کا حکمراں مقرر کر دیا تھا اور نازستی اس کے حامیوں کی امداد سے کروشیا کے ایک ایک سرب کو چن چن کر موت کے گھاٹ اتار

رہے تھے۔ اس کے برعکس جرمنوں نے بلغراد کی حکومت کی عنان ایک انتہا پسند سرب جنرل نیاچ کو سپرد کر دی تھی اور پیدیچ کے برعکس جرمن اسے سربیا میں موجود تمام غیر سرب عناصر کو معدوم کرنے کے لئے شہ دیتے رہتے تھے۔

جرمن جزیرہ نمائے بلقان کے طول و عرض میں اسی حکمت عملی سے کام لے رہے تھے۔ رومانیہ اور ہنگری اگرچہ جرمنی کے حلیف تھے لیکن اس نے ان دونوں کے مابین مصالحت کو ناممکن بنانے کی غرض سے رومانیہ سے ٹرانسلوانیا کا نصف علاقہ لے کر ہنگری کے حوالہ کر دیا اور اس طرح یہ دونوں ریاستیں ایک دوسرے کی دشمن ہو گئیں۔ جرمنوں نے بحر ایجین کے شمالی صوبہ جات یونان سے لے کر بلغاریہ کو دیئے اور ایتھنز میں یونانی غداروں کی حکومت قائم کر کے اس کی معرفت بلغاریہ کی مخالفت کی مہم شروع کرا دی حتیٰ کہ اہل البانیا اور اہل یونان کو بھی ایک دوسرے کے خلاف صف بستہ رکھنے کے لئے اسی قسم کے ذرائع اختیار کئے۔

ان حالات کے پیش نظر نسلی اور قومی تعصبات کو معدوم کر دینے کے سلسلہ میں ٹیٹو کا عزم آسانی کے ساتھ عملی صورت اختیار نہیں کر سکتا تھا وہ ایسی صورت میں کہ نازی جرمنوں نے اہل سربیا کے ذہن پر یہ بات نقش کر دی تھی کہ ان کی ماؤں، بہنوں، بچوں اور بزرگوں کے قتل کے ذمہ دار کروٹ ہیں اور اہل کروشیا کے ساتھ اشتراک عمل نہیں کر سکتے تھے۔ کسی ایک شے سے نقصان اٹھانے کے بعد طبعی طور پر انسان اسی قسم کی دوسری

چیزوں سے خالف رہتا ہے۔ کسی ایک کروٹ، سرب، رومانی یا بلغاری کی بدرینت تلخ تجربہ حاصل کرنے کے بعد ظاہر ہے کہ مذکورہ بالا اصول کے ماتحت کسی فرق اور امتیاز کے بغیر اگران، اقوام کے ہر فرد کو، ظالم، جابر، سفاک اور منتشر دسمجھ لیا گیا تھا تو اگرچہ یہ ایک حماقت تھی مگر اسے غیر طبعی نہیں کہا جا سکتا تھا۔

ان تمام مشکلات اور موانع کے باوجود ٹیٹو اپنے مقصد کے حصول میں کامیاب ہوا اور جنگ سے پہلے انتہا پسندانہ قوم پروری کے جس تخریبی جنون نے یوگوسلاویہ ہی نہیں بلکہ تمام بلقان کو متاثر اور مسموم کر رکھا تھا اس نے اپنے تحریک کو اس سے قطعاً ملوث نہ ہونے دیا یہ کامیابی اس کے ایک زبردست کارنامہ کی حیثیت رکھتی ہے ٹیٹو بذات خود کروشیا کا باشندہ ہے لیکن جب اس نے کروشیا کی عارضی حکومت قائم کی تو اس میں اہل کروشیا کے مقابلہ میں اہل سربیا کی تعداد زیادہ تھی۔

بے تعصّبی

ٹیٹو مذہبی تعصّبات سے بھی بالاتر رہا اور ذاتی طور پر کمیونسٹ ہونے کے باوجود اس نے اس عارضی حکومت میں داخلی امور کے اہتمام و انصرام کے لئے جو حکومت کا ایک اہم شعبہ تھا ایک پادری کا، مجلس واضع قوانین کے منصب نائب صدارت پر ایک یہودی کا اور وزارۃ رسل و رسائل کے عہدہ پر ایک مسلمان کا تقرر کیا۔ حتیٰ کہ گوریلا فوج کے ہر دستہ میں اس

دستہ کے سپاہیوں کے عقیدہ کے مطابق قدیم یا جدید عقاید کا ایک پادری بھی ہوتا تھا اور ایسے بڑے دستوں کے ساتھ جو ہر دو عقاید کے سپاہیوں پر مشتمل ہوتے تھے دو پادری مقرر کیے جاتے تھے۔

یوگوسلاویہ کو متحد کرنے اور اسے آزاد کرانے کے سلسلہ میں سب سے اہم فیصلے ویچی[5] کے دوسرے اجلاس میں جو آزاد شدہ علاقہ کے ایک مقام جیسی میں نومبر ۱۹۴۳ء میں منعقد ہوا تھا کئے گئے تھے۔ اور اس موقع پر ٹیٹو نے اپنی وہ زبردست پہلی سیاسی تقریر کی تھی جسے زمانۂ مستقبل کے مورخین جزیرہ نمائے بلقان کے گذشتہ افسوسناک حالات کے پیش نظر اس خطۂ ارض کے متعلق ایک اہم ترین اعلان قرار دیں گے۔

اس موقعہ پر ویچی نے جدید یوگوسلاویہ کے اس دستور کی بنیاد رکھی تھی جو "یوگوسلاویہ میں آباد تمام اقوام کی اخوۃ باہمی اور مساوات عمومی" کے اصول پر مرتب کیا گیا تھا اور یوگوسلاویہ کی وفاقی جمہوری ریاست کے آئین کے اندر یوگوسلاویہ کے تاریخی صوبہ جات —— سربیا۔ کروشیا۔ سالوینیا۔ مانٹی نیگرو۔ بوسنیا۔ وائی ووڈیا اور مقدونیا —— کی کامل خودمختاری کو تسلیم کیا تھا۔

ان صوبہ جات کی سرحدات متعین کرنے کے سلسلہ میں ٹیٹو اور اس کے نائبوں نے قومی تعصبات سے غیر متاثر رہتے ہوئے صرف

[5] VECHI ویچی۔ چھاپہ مار فوج کی پارلیمنٹ

قومی حق خود ارادیت کے اصول کو پیش نظر رکھا تھا۔ مثال کے طور پر بوسینا کے معاملہ کو لے لیجئے۔ اس خطہ میں کروٹ، سرب اور مسلمان آباد ہیں۔ کروٹ قوم پرور مطالبہ کرتے تھے کہ تاریخی اور اقتصادی وجوہ کی بنیاد پر بوسینا کو کروشیا میں شامل کیا جانا چاہیئے لیکن اسی قسم کی دلائل کی بنیاد پر سرب قوم پرور اسے سربیا میں شامل کرانے کے خواہشمند تھے مگر ٹیٹو نے فیصلہ کیا کہ بوسینا اہل بوسینا ہی کے لئے ہے، خواہ وہ مسلمان ہوں یا کروٹ اور سرب۔ اس فیصلہ کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ اہل بوسینا اپنی آزادی پر فخر محسوس کرنے اور اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے بیش از بیش جدوجہد کرنے لگے اور اس علاقہ میں قومی مدافعت اور آزادی کی تحریک میں نمایاں قوت پیدا ہو گئی۔

یہاں یہ بیان کر دینا بھی کچھ کم دلچسپ ثابت نہ ہوگا کہ ٹیٹو کے اس سیاسی عمل کی جو یوگوسلادیہ یا جزیرہ نمائے بلقان ہی کے لئے نہیں بلکہ براعظم یورپ کے لئے بھی زبردست ترین اہمیت کا حامل ہے تمام قوم پروروں کی جانب سے شدید مخالفت کی گئی تھی ایک طرف تو سربیا کے قوم پرور ٹیٹو پر یہ الزام لگاتے تھے کہ وہ سربیا کے ٹکڑے کرنا چاہتا ہے اور دوسری طرف کروٹ قوم پرور یہ کہتے تھے کہ اس نے کروشیا کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہیں۔ پھر یہ الزامات دشمن کے مقبوضہ یوگوسلادیہ میں جرمنوں کے اشارہ ہی پر عاید نہیں کیے جاتے تھے بلکہ انھیں برطانوی اخبارات میں بھی جگہ دی جاتی تھی حتیٰ کہ ماضی کی طرح اس موقع پر بھی بلقان کے

تمام قوم پروروں نے خواہ جرمنی کے مقبوضہ یورپی ممالک میں آباد اور اس کے اشاروں پر چلنے والے تھے یا جمہوریت پسندی کا حامہ ہیں کر غیر مقبوضہ یورپی ملکوں میں جلاوطن کی حیثیت سے زندگی بسر کرتے تھے ٹیٹو کے خلاف متحدہ محاذ قایم کر لیا تھا۔

اس موقعہ پر میں یہ کہہ دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ یوگوسلاوی اقوام کے ان مفروضہ لاینحل مسائل کو انگلستان اور امریکہ کے اخبارات میں بے حد اہمیت دی گئی تھی جس کی ذمہ داری بھی انھیں قوم پروروں پر عاید ہوتی ہے جو یہ بات ثابت کرنا چاہتے تھے کہ یوگوسلاویہ میں کوئی مضبوط اور مستحکم حکومت اسی صورت میں قایم ہو سکتی ہے جب کہ اس میں مختلف اقوام کو سختی کے ساتھ قابو میں رکھنے کی صلاحیت موجود ہو لیکن ٹیٹو نے اس خیال کی غلطی کو بے نقاب کر دیا ہے اور عملی طور پر ثابت کر دکھایا ہے کہ ریاست عوام کو جو آزادی دیتی ہے وہ اسے کمزور نہیں کرتی بلکہ طاقتور بنا دیتی ہے۔ یہ ایک ایسا سبق ہے جسے ہمیشہ حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

عہد زار میں روس کی مختلف قوموں نے بھی اسی طرح منظم اور متحد ہو کر اپنے ان حکمرانوں کا مقابلہ کیا تھا جو انھیں کچلتے رہتے تھے۔ اور آج سوویٹ حکومت کی زبردست ترین حامی دیسی اقوام ہیں جن کے وطن کو عہد زار میں نوآبادیات کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ ٹیٹو کے یوگوسلاویہ کی طرح چونکہ مذکورہ بالا روسی نوآبادیات کے باشندوں کو بھی آزادی مساوات اور خودمختاری نصیب ہو گئی تھی اور انھیں اس حقیقت کا احساس

ہوگیا تھا کہ وہ جس ریاست میں زندگی بسر کر رہے ہیں وہ ان کی ہی ریاست ہے اس نے اس کی حفاظت اور بقا کے لئے انھیں اپنی جان دینے سے بھی دریغ نہیں ہو سکتا تھا۔

اس مسئلہ پر جن لوگوں نے ٹیٹو سے گفتگو کی تھی انھوں نے مجھے بتایا کہ وہ یوگوسلاویہ میں روسی طرز کی حکومت قایم کرنے کا خواہشمند ہے۔ یوگوسلاویہ میں دو ایوان قایم کیئے جائیں گے۔ ایوان اوّل آبادی کے اعتبار سے منتخب کیئے ہوئے نمائندوں پر مشتمل ہوگا اور اس ایوان کا ایک رکن تقریباً چالیس اور پچاس ہزار کے درمیان افراد کی نمائندگی کرے گا لیکن ایوان ثانی میں تمام اقوام کے مساوی نمائندے شامل ہوں گے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اگرچہ ایوان اوّل میں، اس وجہ سے کہ یوگوسلاویہ میں سرب اقوام بکثرت آباد ہیں سرب نمائندوں کی اکثریت ہوگی لیکن ایوان ثانی میں مقدونیا کے باشندوں کو جو سرب اقوام کے مقابلہ میں تقریباً ⅕ ہیں مساوی نمائندگی حاصل ہوگی۔

صحیح حکمت عملی کے نتائج

ٹیٹو کے دوسرے اصول ــــــ عوام کو جمہوری اختیارات اور حقوق تفویض کرنا ــــــ پر نہایت استقلال کے ساتھ عمل کیا جا رہا ہے یوگوسلاویہ کی قومی فوج جب کسی شہر قصبہ یا گاؤں کو آزاد کراتی ہے تو وہاں فوجی گورنر مقرر کرنے کی بجائے عام انتخابات کرائے جاتے ہیں۔

فوج کا کمانڈر لوگوں کو ایک جگہ جمع کر کے ان سے ان کے نمائندے منتخب کرنے کے لئے درخواست کرتا ہے اور یہ نمائندے فوج کے ساتھ مل کر اپنے شہر، قصبہ گاؤں کا انتظام کرتے ہیں۔ اس طریقہ سے ٹیٹو نے ابتدا ہی سے فوج اور عوام کے مابین جمہوری طریقہ پر ایک گہرا ربط اور تعلق پیدا کر دیا ہے اور یہ تعلق بہت زیادہ مفید ثابت ہو رہا ہے۔ مثال کے طور پر رسد رسانی کے مسئلہ ہی کو لے لیجئے۔ اگرچہ رسد کی فراہمی فوجی حکام کی زیر نگرانی عمل میں آتی ہے لیکن اس کا انتظام مقامی قومی جماعتیں کرتی ہیں۔ فراہمی رسد کے سلسلہ میں کسی کو ضبط کرنے یا کسی شخص کو مجبور کر کے کوئی شے لینے کی اجازت نہیں۔ فوج کا مقامی قومی مجالس کو اپنی ضروریات سے مطلع کر دیتا ہے اور یہ مجالس مزید اشیاء کی فراہمی میں بالکل آزاد ہوتی ہیں۔

جبر و تشدد کے اندیشہ سے آزاد ہو جانے کے بعد فراہمی رسد کے سلسلہ میں کسانوں نے حیرت انگیز فراخدلی کا ثبوت پیش کیا ہے۔ اور وہ فوجی کمانڈر یا قومی مجلس کی توقع اور مطالبہ سے کہیں زیادہ سامان رضاکارانہ طور پر مہیا کرتے رہتے ہیں۔ عوام کو جمہوری حقوق اور اختیارات تفویض کر دینے کے باعث کسانوں میں از سر نو خود اعتمادی پیدا ہو گئی ہے۔ وہ قومی فوج کو ان اجنبی افواج کی طرح تصور نہیں کرتے جو انہیں لوٹنے کے لئے آتی رہی ہیں۔ اسے اپنی فوج سمجھتے رہے ہیں۔

ٹیٹو کا تیسرا اصول جمہوری حکومت ہے اور اس کے اسی اصول کے ماتحت جیجسی میں آزاد شدہ علاقوں کے نمائندوں پر مشتمل پارلیمنٹ قایم کی

تھی۔ حتیٰ کہ اس میں جرمنی کے مقبوضہ علاقوں میں قایم شدہ قومی مجالس کے نمائندہ بھی شریک ہوئے تھے۔ اس پارلیمنٹ نے جو یوگوسلاویہ کو آزاد کرانے والی مخالف فاشیت قومی مجلس کے نام سے مشہور ہے ایک کارکن جماعت منتخب کرکے ان اوقات میں جبکہ مجلس کا اجلاس نہ ہو رہا ہو اس کارکن جماعت کو حسب ضرورت کام کرنے کے تمام اختیارات تفویض کر دیئے تھے اور اس جماعت کو قومی مجلس کے روبرو جواب دہ قرار دیا گیا تھا۔ قومی مجلس کے اس اجلاس کے بعد تمام نمائندے جنکی تعداد دو سو آٹھ تھی اپنے اپنے علاقوں میں واپس چلے گئے تھے اور ان کی عدم موجودگی میں کارکن جماعت ہی تمام ضروری قوانین بناتی اور ان پر عمل کرتی رہی تھی۔

کارکن جماعت نے ایک قومی کابینہ منتخب کرکے اسے قومی حکومت اور قومی مجلس کی حقیقی کارکن جماعت تسلیم کر لیا تھا۔ اس کابینہ میں ایک صدر، تین نائب صدر اور متعدد وزرار شامل تھے۔ جہاں تک یوگوسلاویہ کے دستوری مسائل کا تعلق تھا قومی مجلس نے ایک قرارداد کے ذریعہ یوگوسلاویہ کی جلاوطن حکومت کو اس کے تمام حقوق اور اختیارات سے محروم کرنے کا اعلان کرنے کے بعد اتحاد ولیا کو متنبہ کیا تھا کہ یوگوسلاویہ سے تعلق رکھنے والے تمام مسائل صرف اس کے حقیقی نمائندوں سے گفت و شنید کرنے کے بعد ان کی مرضی سے طے کئے جا سکتے ہیں۔

یوگوسلاویہ کی اس قومی مجلس کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے کمیونسٹوں سے لے کر بدترین قدامت پسندوں تک ہر خیال کے سیاسی رہنماؤں اور اُن کی سیاسی تحریکات کو متحد کر دیا ٹیٹو کی قومی تحریک کا یہ ایک ایسا پہلو ہے

جو اہل برطانیہ کی سمجھ میں نہیں آتا اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ٹیٹو کی مخالفت میں جس قدر پروپیگنڈا کیا جاتا ہے اس میں اس امر پر زور دیا جاتا ہے وہ کمیونسٹ ہے۔

بلاشبہ ٹیٹو کمیونسٹ ہی نہیں بلکہ یوگوسلاویہ کے کمیونسٹوں کا رہنما بھی ہے لیکن اگر ہم یوگوسلاویہ کی قومی تحریک کو سمجھنا چاہتے ہیں تو ہمیں یوگوسلاوی کمیونزم کا صحیح مفہوم اور یوگوسلاویہ کی دیگر سیاسی تحریکات کے ساتھ اس کے تعلق کو بھی اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔

فروری ۱۹۴۴ء میں مسٹر ونسٹن چرچل نے دارالعوام میں ایک تقریر کرتے ہوئے یوگوسلاویہ کی قومی فوج میں کمیونسٹ عناصر کی موجودگی کے متعلق کہا تھا۔

"یوگوسلاویہ میں قومی آزادی کی تحریک کو شروع کرنے کا شرف کمیونسٹ عناصر کو حاصل ہے لیکن قومی فوج کی تعداد اور قوت میں اضافہ کے ساتھ ساتھ اتحاد اور اصلاح کا عمل بھی ترقی پاتا رہا ہے اور اب وہاں دوسرے تمام تصورات کی جگہ قومی تصورات نے لے لی ہے۔ مارشل ٹیٹو کی ذات میں قومی فوج کو ایک زبردست رہنما مل گیا ہے۔ آزادی کی لڑائی میں فتح و نصرت کے راستہ پر چلانے والا رہنما"

اس حقیقت کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے کہ کمیونسٹ عناصر یوگوسلاویہ کی قومی تحریک کے پیش رو اور ہراول تھے۔ انھوں نے تحریک کی ابتدائی منازل میں اس کی تعمیر اور تنظیم کی تھی، انھوں نے اسے کامیاب بنانے کے لئے جفاکش

اندیشہ اور مستقل مزاج رہنما مہیا کئے تھے اور قومی فوج کا سپہ سالار اعظم ٹیٹو انہیں رہنماؤں میں سے ایک رہنما تھا۔ اس کے بعد دوسرے لوگ تحریک میں شامل ہوتے ایسی تمام جمہوریت پسند قومی جماعتیں جو نہ کمیونسٹ تھیں نہ کمیونسٹوں کی مخالف!۔

یہاں یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیئے کہ مغربی یورپ میں کمیونزم کی مخالفت جو رائے قایم کر لی گئی ہے اس غلط فہمی میں وہاں کی باتیں بادرسے تعلق رکھنے والی سیاسی جماعتیں بھی مبتلا ہیں لیکن بلقان اور خصوصاً یوگوسلاویہ میں ان خیالات کو بر عملہ جمہوری کو بہت زیادہ اہمیت حاصل نہیں۔ اس وجہ سے ٹیٹو کے لیئے کمیونسٹ ہے۔ یوگوسلاویہ عوام کا رہنما بن جانا کوئی دشوار کام نہیں تھا۔ بالکل اسی طرح جس طرح چرچل کے لئے قدامت پسند ہونے کے باوجود ان برطانوی عوام کی حمایت حاصل کر لینا جن میں سے بیشتر قدامت پسندی کے مخالف ہیں کوئی دشوار نہیں۔ اگر برطانوی عوام کی حمایت حاصل کر لینے کے بعد مسٹر چرچل کے متعلق یہ بات نہیں کہی جا سکتی کہ وہ قدامت پسند نہیں ہیں۔ تو ٹیٹو کے متعلق بھی یہ کہنا صحیح نہیں ہو سکتا کہ اب وہ کمیونسٹ نہیں۔ جس طرح مسٹر چرچل ابھی تک انگلستان کے قدامت پسندوں کے رہنما ہیں اسی طرح ٹیٹو بھی یوگوسلاوی کمیونسٹوں کا رہنما ہے۔ اپنی اپنی جماعتوں کے رہنما ہوتے ہوئے بھی ان دونوں کو دوسری جماعتوں کا اعتماد اور اشتراک عمل حاصل کرنے سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا۔

ممکن ہے کہ میرا موازنہ غیر متناسب ہو لیکن میں معاملات کو واضح کرنے کے لئے ایک مرتبہ پھر چرچل کرنا چاہتا ہوں کہ جس طرح گذشتہ زمانہ میں برطانیہ قدامت

پسند رہا ہے یا کم از کم انتخابات کے مواقع پر اسی قسم کا رجحان ظاہر ہوا ہے اسی طرح یوگوسلاویہ ترقی پسند یا بالفاظ صحیح تر انقلاب پسند رہا ہے اور جس طرح برطانیہ کے بیشتر سیاست داں قدیم روایات اور سیاسی نظام کو قائم رکھنے کے خواہشمند رہے ہیں اسی طرح یوگوسلاویہ کے بیشتر رہنما پچیس سال قبل ریاست یوگوسلاویہ کے قیام کے روز اوّل ہی سے انقلاب پسندی اور تغیر آفرینی کی جانب مائل رہے ہیں۔ اگر ٹیٹو یوگوسلاوی عوام کی ان خواہشات اور خیالات کی نمائندگی نہ کرتا جو جنگ عظیم ثانی سے قبل ہی لاکھوں یوگوسلاویوں کے دلوں میں موجود تھے تو فوجی کامیابیوں کے باوجود اسے اس ملک کے باشندوں کی عام تائید اور حمایت حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔

یوگوسلاویہ کے انقلاب پسندانہ کردار سے مغربی یورپ کے اس وقت تک قطعاً بے خبر اور ناواقف رہنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ دو عظیم ترین لڑائیوں کے درمیان یوگوسلاویہ میں عموماً آمرانہ حکومتیں قائم رہی ہیں اور وہ اس ملک کے متعلق دنیا کے روبرو غلط اور گمراہ کن معلومات بہم پہنچانا اپنا فرض سمجھتی رہی ہیں

دوسری جنگ عظیم شروع ہونے سے قبل مغربی یورپ میں کبھی ٹیٹو کا نام بھی نہیں سنا گیا تھا حالانکہ وہ برسوں سے یوگوسلاویہ کے مزدوروں اور پیشہ وروں کی جماعتوں کا مسلمہ رہنما سمجھا جاتا تھا۔

بلقان پر ٹیٹو کا اثر

اس موقع پر اگر میں بحیثیت مجموعی بلقان میں ٹیٹو کے اثر و رسوخ کا جس

، نتائج سے باقی ماندہ یورپ کا متاثر ہونا بھی لازمی امر ہے ذکر نہیں کروں گا
یہ امر ٹیٹو کی تحریک کی نامکمل ہی نہیں بلکہ گمراہ کن تصویر پیش کرنے کے مترادف
ہوگا۔ ٹیٹو کی حیثیت کے انقلاب پسند رہنماؤں کی شہرت اور جدوجہد کے
نتائج اگرچہ عموماً ان کے ممالک ہی کی حدود تک محدود رہتے ہیں لیکن ان میں
ایسی روح ضرور موجود ہوتی ہے جو ریاست اور وطنیت کی مصنوعی حدود میں
مسدود و محدود نہیں رہ سکتی۔

مجھے کامل یقین ہے کہ ایک دن آئیگا جب یوگوسلاوی اقوام ہی نہیں بلکہ
بلقان کی تمام قومیں ٹیٹو کی عزت اس عظیم شخص کی حیثیت سے کرنے پر مجبور ہوجائیں گی
جس کی کامیابیوں میں خود ان کی کامیابی بھی مضمر تھی۔ جنگ عظیم ثانی سے قبل
یوگوسلاویہ کی طرح بلقان کی تمام ریاستوں میں بھی ظالمانہ اور آمرانہ حکومتیں قائم
تھیں اور اگرچہ بعض ممالک کی حکومتوں میں معمولی سا فرق ضرور تھا۔ لیکن یونان،
بلغاریہ، البانیہ اور رومانیہ کی حکومتوں کے متعلق میرا یہ بیان حرف بحرف صحیح
ہے۔ ان حکومتوں کے ماتحت بلقانی اقوام کی حالت ایک "خوابیدہ عفریت"
کی طرح تھی لیکن ان ممالک میں جرمن اقتدار کے قیام کے بعد جرمنوں کے شدید
ترین اور ناقابل تصور مظالم کی بدولت یہ "خوابیدہ عفریت" بیدار ہوگیا۔ بلقانی
اقوام کا جذبۂ حصول حریت . . . . . کا یہ خوابیدہ عفریت بعض بلقانی ممالک
میں کسی قدر پہلے بیدار ہوگیا تھا اور اسی لئے ان ممالک کے باشندوں نے حریت
کی راہوں کی صف اوّل میں جگہ پائی تھی بعض ملکوں میں یہ جذبہ کسی قدر تاخیر کے ساتھ
بیدار ہوا اور شاید کچھ ملکوں میں ابھی کروٹیں ہی لے رہا ہے۔ لیکن تمام ممالک کا

رجحان ایک ہی جانب ہے اور خواہ بعض اقوام سرعت کے ساتھ بیدار نہ ہوسکیں لیکن بیداری کا یہ عمل جاری اور ترقی پذیر ضرور رہے گا۔

مارشل ٹیٹو کے تمام بلقان کی تحریکات مدافعت کا مرکز بن جانے کو محض اتفاق ہی پر محمول نہیں کیا جا سکتا اور نہ اس کی مقبولیت کی بنا اس کی ان قومی کامیابیوں ہی کو قرار دیا جا سکتا ہے۔ جن سے متاثر ہو کر البانیہ، یونان اور بلغاریہ کی چھاپہ مار فوجوں نے بھی حریت کا پرچم بلند کیا ہے بلکہ اس کی مقبولیت کا اصل راز اس کے سیاسی طرز عمل میں مضمر ہے اور اس کے اس طرز عمل کو یوگوسلاویہ کی سرحدوں سے باہر بھی قدر و وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

ٹیٹو نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ جب کوئی قوم اپنے ملک پر خود حکومت کرنے کا فیصلہ کر لیتی ہے تو پھر نازی جرمن اور ان کے اجیر ہی نہیں بلکہ وہ حکمران گروہ بھی جو ظلم و تعدی کے خود ساختہ ماحول میں پرورش پاتے ہیں بے بس ہو کر رہ جاتے ہیں

جدید یوگوسلاویہ کا وہ پیغام جو آزادی، جمہوریت اور سماجی انصاف کا مظہر ہے محض یوگوسلاویہ کے باشندوں ہی کے لئے مخصوص نہیں۔ بلقان کی تاریخ تو کے نقطہ پر پہنچ چکی ہے اور جس طرح آج ہم جدید یوگوسلاویہ کو ٹیٹو کا یوگوسلاویہ کہہ سکتے ہیں اسی طرح کل ہم بلقان کو بھی ٹیٹو کا بلقان کہہ سکیں گے باقی ماندہ یورپ کے لئے یہ نکتہ زبردست اہمیت کا حامل اور قابل غور ہے۔